

گنجیدہ علم و عرفان

شیخ الحدیث مولانا اکر سید شیر علی شاہ المدنی

پیش لفظ

مولانا عبد القیوم حقانی

ترتیب و تالیف

حافظ محمد طیب حقانی

اقسام کیمڈی • جامعہ ابراہیمیہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ

بسم الله الرحمن الرحيم



گنجینه علم و عرفان

جملہ حقوق اشاعت برائے القاسم اکیڈمی محفوظ ہیں

گنجینہ علم و عرفان

.....	شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہ	افادات
.....	مولانا عبدالقیوم حقانی	پیش لفظ
.....	حافظ محمد طیب حقانی	ترتیب و تالیف
.....	جان محمد جان رکن القاسم اکیڈمی	کپورنگ
.....	۳۱۶ صفحات	شخصیات
.....	۱۱۰۰	تعداد
.....	جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ / جون ۲۰۰۹ء	اشاعت اول
.....	القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ	ناشر

یہ کتاب درج ذیل اداروں سے مل سکتی ہے

- ☆ صدیقی ٹرسٹ، صدیقی ہاؤس، انظر پار شمس 458 کارڈن ایسٹ، نزد سیلہ چک کراچی
- ☆ مکتبہ رشیدیہ سردار بازارہ اکوڑہ، فلک، ضلع نوشہرہ
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ، یہ رہنے کلاتھ مارکیٹ، دایہ بازارہ اولپنڈی
- ☆ مولانا غلیل الرحمن راشدی صاحب جامعہ ابو ہریرہ، چنوں، صوم، ضلع سیالکوٹ
- ☆ مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازارہ لاہور
- ☆ مکتبہ معارف، خٹکی، مکتبہ پشاور ☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
- ☆ مکتبہ سلطان جاسکیر، سمنٹ شاہ قیس میڈیکوڑہ، ۵۰ کور مال چوک گاتے شاہ، اردو بازارہ لاہور
- ☆ اس کے علاوہ اکوڑہ، فلک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

گنجینہ علم و عرفان

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ

پیش لفظ : مولانا عبدالقیوم حقانی

ترتیب و تالیف : حافظ محمد طیب حقانی

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب (شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ) کے انقلابی اور مؤثر خطبات علمی، تاریخی اور حقیقی مقالات اپنے موضوع پر جامع مضامین اہم مکتوبات، ادبیات اور منظومات دلچسپ سفر نامے اور حیرت انگیز روایتیں
 علماء طلباء، خطباء، عامۃ المسلمین، ارباب علم و قلم اور مطالعاتی ذوق رکھنے والے احباب کے لئے ایک نادر علمی سوغات مولانا عبدالقیوم حقانی کا شاندار پیش لفظ اس پر مستزاد۔



القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ



نغمہ ساز کہیں ' تالہ پُرسوز کہیں
دل ترپنے کا ہر انداز نیا ہوتا ہے



ایک انداز نظر کے ہیں فسانے لاکھوں
جو نظر اٹھتی ہے مفہوم نیا ہوتا ہے



فہرست عناوین



۱۵	پیش لفظ مولانا عبدالقیوم حقانی
۱۹	عرض مرتب حافظ محمد طیب
	قصیدہ مولانا عبدالہادی مدظلہ
۲۵	باب : ۱ خطبات
۲۵	جہاد قیامت تک جاری رہے گا
۳۱	طالبان تحریک نظام ختم نبوت کا نقد ثمرہ ہے
۳۹	دینی مدارس کا تحفظ
۵۴	جامعہ ابو ہریرہ میں اجتماع سے خطاب
۵۷	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحی کا نفرنس سے خطاب
۵۷	ایک عبقری شخصیت
۵۸	دارالعلوم حقانیہ کا آغاز
۵۸	تفریح و چہل قدمی

۵۹	حضرت مدنیؒ کی نگاہ انتخاب
۵۹	۱۲ء میں وطن واپسی
۵۹	مدرسہ تعلیم القرآن اور قاضی حبیب الرحمن
۶۰	جب حضرت ہمیں کافیہ پڑھاتے تھے
۶۱	تقسیم ہند کا فیصلہ
۶۱	حضرت شیخ الحدیثؒ رونے لگے
۶۱	طلبہ کا اصرار اور تدریسی خدمات
۶۲	حضرتؒ کی اولین تدریسی ٹیم
۶۲	طلبہ کا مشورہ اور حقانیہ کے لئے چندہ
۶۲	دس دن میں چالیس روپے کا چندہ
۶۳	دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی ہے
۶۳	مولانا عبد القیوم حقانی
۶۳	اضا خیل کے باچا صاحبان
۶۵	بعض دیگر مدارس کا تذکرہ
۶۵	حضرت شیخ الحدیثؒ کی تضرع و عبدیت
۶۶	ایک تمنا
۶۷	فضیلت ذکر
۶۷	وعا عبادت کا مغز ہے
۶۷	سحری کے وقت کی فضیلت
۶۸	طلب علم بھی ذکر ہے

۶۹	دین سارے کا سارا ادب ہے
۶۹	استاد اور کتاب کا ادب
۷۰	امام اعظمؒ اور احترامِ استاد
۷۱	دو جدیدہ کے بعض طلبہ سے مباحثہ
۷۳	اصول شعائر اللہ چار ہیں
۷۳	کتاب کا احترام
۷۵	طالب علم با وضو ہے
۷۶	والدین کے لئے تشکر و امتنان
۷۷	فتح طالبان کا نفرنس
۷۷	دارالعلوم حقانیہ میں تقریب سے خطاب
۷۷	مولانا عبد الحقؒ کے جہادی درسوں کا نتیجہ

باب دوم مقالات و مضامین

۷۹	اکابر کا تذکرہ
۷۹	حکایات و واقعات اور مشاہدات
۸۰	حضرت امیر شریعتؒ سے پہلی ملاقات
۸۱	حکمت و تدبیر اور وسعتِ ظرف
۸۲	امیر شریعتؒ کا استقبال
۸۳	بے مثال خطاب
۸۳	جب علم غلام ہو جائے

- ۸۴ مجھے عطر اور آپ لوگوں کو بھیجتے
- ۸۵ علماء حق کا کردار
- ۸۵ دشمن کے مقابلہ میں تیار رہنے کا حکم
- ۸۶ لائے نفی جنس کا مسئلہ
- ۸۷ امیر شریعت کا عربی خطبہ و تقریر
- ۸۹ حضرت امیر شریعت کا خطاب
- ۹۰ حضرت محمد ﷺ آخری نبی اور امت آخری امت ہے
- ۹۰ مسئلہ ختم نبوت کی ترجیح کیوں ؟
- ۹۱ علماء صوفیاء اور مشائخ کو انتخاب
- ۹۱ قادیانیت کے ایمان سوز جرائم
- ۹۲ امیر شریعت ایک نادرہ روزگار خطیب
- ۹۳ سلف صالحین کا جہاد مسلسل
- ۹۳ ختم نبوت کا صدقہ
- ۹۳ دینی تعلیم کو ترجیح دینی چاہئے
- ۹۵ اکابر احرار کا علمی و عملی مقام
- ۹۶ فقہ مرزائیت کی یلغار
- ۹۷ نوجوان علماء کی ضرورت
- ۹۷ مرزائیوں کی سازشیں اور غدارانہ کارردائیاں
- ۹۸ خاتم الانبیاء

- ۹۹ قسرت نبوت کی تکمیل
- ۹۹ غلام احمد کا دعویٰ نبوت
- ۱۰۰ اتمام حجت
- ۱۰۰ اکٹھ بھارت
- ۱۰۱ علمی و روحانی تربیت
- ۱۰۲ لعنت بر پدر فرنگ
- ۱۰۲ اغوا کا نام تبلیغ
- ۱۰۳ اصول کے پکے
- ۱۰۵ حضرت ابراہیم علیہ السلام پیکر صبر و تسلیم
- ۱۰۵ ایثار و قربانی اور رضا و تسلیم کے تابندہ نقوش
- ۱۱۷ اسلام کا نظام عدل و اخوت اور ورک مساوات
- ۱۲۸ مولانا عبدالرزاق سنگین
- ۱۳۳ حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخوشتی
- ۱۳۳ بارش کے لئے دعا فوراً قبول ہوئی
- ۱۳۴ چاولوں کی دیگ میں برکت
- ۱۳۵ خانہ کعبہ اور گنبد خضراء پر نظر
- ۱۳۶ مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ اور حضرت کی دعا
- ۱۳۷ امام لاہوری کے جنازہ میں شرکت
- ۱۳۸ فقیر کا جنازہ
- ۱۳۸ امام اعظم ابوحنیفہ سے محبت

۱۳۹	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا اور حضرت درخواستی
۱۴۰	تحریک اسلامی "طالبان" کا اجمالی تعارف
۱۴۹	باب سوم مکتوبات و منظومات
	سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے لئے پر مولانا عبد القیوم حقانی
۱۴۹	کے نام مکتوب تبریک و تهنیت
۱۵۲	طالبان افغانستان کی تاسید پر خراج تحسین
۱۵۳	ابو ہریرہ ہسپتال میں تقرری کے لئے سفارش
۱۵۳	توضیح السنن خزینہ دلائل اور گنجینہ مسائل
۱۵۶	جامعہ ابو ہریرہ میں داخلہ کے لئے ایک طالب علم کی سفارش
	سوانح مولانا مفتی محمود عجیب دکنش ترتیب روح پرور تبویب شستہ و شگفتہ و
۱۵۶	سلیس و فصیح پیرایہ کا مرقع
۱۵۹	تفسیر حسن بصری کا عطیہ
۱۶۰	تحرک دناثر
۱۶۰	مولانا عبد القیوم حقانی کے نام مکتوب اور عربی قصیدہ
۱۶۷	قصیدہ
۱۷۱	قصیدۃ الترحیب
۱۷۵	باب چہارم سفر نامے
۱۷۵	سفرنامہ بغداد

۲۰۲	چند دن مسجد اقصیٰ کی فضاؤں میں
۲۰۷	مسجد اقصیٰ
۲۱۱	مسجد محرقہ
۲۱۴	حرم قدس
۲۱۵	صرف دو مذہبی مدرسے
۲۱۸	المتحف الاسلامی للحرم
۲۲۲	سلیمان علیہ السلام کا روضہ
۲۲۳	جبل زیتون
۲۲۳	رفع مسج کی جگہ
۲۲۷	جامع عمر کنیستہ القیامة
۲۲۹	آپ سکھ ہیں یا مسلمان ؟
۲۳۰	چشمہ ایوب علیہ السلام
۲۳۲	ارد گرد کی بستیاں
۲۳۶	جنگ سے چند دن قبل کے مشاہدات
۲۳۶	عزیزیہ
۲۳۸	بیت اللحم
۲۳۸	کنیستہ الہمد
۲۳۹	جامع عمر
۲۴۰	قبر راحیل

۲۳۰	قریہ خلیل
۲۳۶	اہل خلیل کی پیاری باتیں
۲۵۲	اریحا
۲۵۵	اریحا اور زرعی پیداوار
۲۵۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار
۲۵۷	بحیرہ مردار
۲۵۸	دار الخلافہ اردون عمان میں
۲۵۹	حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار
۲۵۹	اصحاب کھف کی غار
۲۶۱	تبلیغی جماعت
۲۶۵	مسجد حرام کی فضاؤں میں
۲۶۵	اردون سے سعودی عرب تک
۲۶۶	بندر گاہ عقبہ میں
۲۶۷	ایلہ
۲۶۸	بعض پاکستانیوں کی ناشائستہ حرکات
۲۷۰	دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر کے تذکرے
۲۷۱	عرب بھائیوں کا خلوص
۲۷۲	جہاز کے لئے کمپنی والوں کا ٹال مٹول
۲۷۵	حجاج کے معاملہ میں شاہ حسین کی دلچسپی

۱۳	مختصہ علم و عرفان
۲۷۹	جہاز کی روانگی
۲۸۲	تبلیغہ
۲۸۳	احرام
۲۸۴	جدہ کے ساحل پر
۲۸۷	مکہ مکرمہ کے آثار
۲۸۸	حرم میں داخلہ
۲۸۹	حدود حرم کی دعائیں
۲۸۹	حج کی باتیں
۲۹۳	حجر اسود
۲۹۶	طواف
۲۹۷	حطیم رکن یمنی
۲۹۸	مقام ابراہیم علیہ السلام
۳۰۶	مسجد حرام کی فضاؤں میں
۳۰۶	منی
۳۰۷	جبل رحمت
۳۱۲	مزدلفہ
۳۱۳	جرۃ العقبہ
۳۱۴	قربان گاہ
۳۱۶	قربانی



اظہارِ تشکر و امتنان

ارشاد نبوی ہے : ”من لم يشكر الناس لم يشكر الله“ (جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے وہ اللہ کا شکر گزار بندہ نہیں بن سکتا) یہ مقتضائے حدیث میں حقیر و فقیر طالب بھی ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے اس عظیم کام میں میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا ہے۔ بالخصوص برادر عزیز مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی (رکن القاسم اکیڈمی و مدرس جامعہ ابو ہریرہ) جس نے ترتیب و تہیہ اور تصحیح میں میرا دست و بازو بن کر ذاتی کام سے بھی بڑھ کر معاونت فرمائی۔

کیوزنگ کے سلسلہ میں برادر م جان محمد جان اور پریس و طباعت کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید محمد حقانی مدظلہ (مدرس جامعہ ابو ہریرہ و بانی مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خشک) کا شکریہ ادا کرنا بھی لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور اپنی عظمتِ شان ہی کے شایانِ شان اجرِ عظیم سے نوازے۔

حافظ محمد طیب حقانی



پیش لفظ

الحمد للہ للجلالة والصلوة والسلام علی خاتم الرسالۃ۔
حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا حضرت ! اگر کوئی شخص مختلف عوارض و اعذار اور دنیاوی و کاروباری مشغولیات و مصروفیات کی بنیاد پر اہل اللہ علماء اولیاء صلحاء اور اتقیا کی خدمت اور صحبت میں حاضر نہ ہو سکے، زیارت و ملاقات کا شرف بھی حاصل نہ کر سکے، افادہ و استفادہ کی بھی بظاہر کوئی صورت ممکن نہ ہو تو ایسے شخص کو کیا کرنا چاہئے کہ وہ نورِ علم اور فیضِ علم سے بھی محروم نہ رہے؟

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا : ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ ان اہل اللہ اہل علم اور بلند پایہ علمی و دینی شخصیات کے مبارک احوال و تذکار اور مواعظ و نصائح پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کرے۔ یہ علم ایسا ہی ہے جیسے بہ نفسِ نفس ان مبارک ہستیوں کی پُر نور مجالس و محافل میں شریک ہے۔

اکابر کے تذکرے احوال و سوانح، تصنیف و تالیف کردہ کتب، مواعظ و ارشادات اور اقوال و ملفوظات پر مشتمل گراں قدر تحریری ذخیرے اگرچہ ان حضرات

کی صحبت کا مکمل نہیں تو کسی نہ کسی درجے میں ضرور فہم الہدیل ثابت ہو سکتے ہیں۔

عریانی و فحاشی الحاد و زندقہ اور ہر طرف سے کفر کی یلغار کے اس دور میں اسلاف و اکابر کے مبارک احوال و تذکار و حکایات و واقعات اور مواعظ و ارشادات کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔ آج جب کہ اسلام اور اہل اسلام کو بہت سے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ مغربی مشنریاں اس حوالے سے سرگرم عمل ہیں کہ مسلمان مغربی افکار و اقدار کو اپنانے میں ہی اپنی نجات سمجھیں۔ جبکہ بات صرف اتنی ہے کہ کلمہ طیبہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق گزرے۔ خلق خدا کی خدمت ہمارا نصب العین ہو، ایمان و یقین ہمارا شعار ہو، سیرت و کردار کی سچائی ہماری پہچان ہو، معاشرت، معیشت، سیاست، تعلیم، تہذیب اور تمدن سب میں اسلامی رنگ آ جائے۔ معاشرے کو اسلامی رنگ میں رنگنے اور معاشرے کی اصلاح و فلاح اور کردار سازی میں علماء و بائین کا ہر دور میں ایک مسلم کردار رہا ہے۔

پیش نظر کتاب بھی ایک عالم ربانی جسے دنیا محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کے نام سے جانتی ہے کے اصلاً معاشرہ کی جدوجہد کی آئینہ دار ہے۔ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کا نام زبان پر آتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ کسی ایک شخص کا تذکرہ نہیں ہو رہا ہے بلکہ بیک وقت کئی اشخاص زیر بحث ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و فضل کی بے شمار دولتوں اور فکر و نظر کی بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ بھر عالم دین ہیں، تفسیر حدیث اور فقہ میں وسیع نظر رکھتے ہیں انہیں علم کلام، منطق اور ادب میں عبور حاصل ہے۔ تاریخ عالم کے ایک ایک گوشے اور ایک ایک پہلو پر ان کی نظر ہے۔ وہ اردو، پشتو اور عربی زبان کے بے مثال ادیب ہیں، بے مثل خطیب بھی ہیں،

وہ جب بات کرنے پہ آتے ہیں تو ان کے علم و مطالعہ کی وسعت، حریت انگیز قوت حافظہ اور بے نظیر قوت استحضار کا اعتراف کرتے ہی بن پڑتا ہے۔ تفسیر حسن المصری پانچ جلد اور تفسیر سورہ کہف مولانا کے علم و فضل کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ علم و فضل کے بعد ان کی سیرت کا پہلو آتا ہے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان کے علمی فضائل و محاسن کا پہلو عظیم الشان ہے یا اخلاق، تواضع، عہدیت، زہد و تقویٰ اور فقر و درویشی کے لحاظ سے وہ بڑے ہیں۔ چھوٹوں کے لئے ان کا وجود سر تا پا شفقت و رحمت، دوستوں کے ہمدرد و غم گسار، نیاز مندوں اور عقیدت کیشوں کے لئے ہمہ تن دعا و سلامتی، لیکن فرائض وقت کے مقابلے میں ان کی کج کلاعی قائم و دائم ہے۔ روس اور امریکہ سے نکلنے والے مجاہدین کے استاذ بھی ہیں، اور شیخ بھی۔ ڈکے کی چوٹ امریکہ و روس کی مخالفت اور مجاہدین کی حمایت کرتے ہیں، جس بات کو غلط سمجھا، غلط کہا، جس بات کو صحیح جانتے ہیں، بجا گلہ و ذلیل صحیح کہتے ہیں، ان کے نزدیک حق کے معاملے میں عوام کا اشتغال اور دوستوں کی ناراضی وقتی چیزیں ہیں۔ مخالفتوں کے طوفان میں کبھی بھی اپنی موقف سے ذرہ بھر بھی جنبش نہیں کی۔ ان کی شخصیت پر قلم اٹھانے کے لئے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہے، بلاشبہ وہ مجھ میں موجود نہیں ہیں، میں نے تو محض اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے، آئندہ اہل علم اور باصلاحیت لوگ ان کی شخصیت کو اپنا موضوع بنا کر اعلیٰ معیار اور علمی ذوق کے مطابق کام کریں گے۔

پیش نظر کتاب ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کی باکمال اور ہمہ جہت شخصیت کے چند پہلو سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں مولانا کے چند مضامین، کچھ مواعظ و خطبات، بعض سفر نامے اور بزرگان دین کے واقعات و حالات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب کی جمع و ترتیب کی سعادت میرے فرزند حافظ محمد طیب کے حصے میں آئی ہے۔ حافظ محمد طیب جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں درجہ مشکوٰۃ کے طالب علم بھی ہیں اور جامعہ ابو ہریرہ کے ناظم دفتر بھی۔

کتاب کی ترتیب سے مرتب کے حسن ذوق اور کافی محنت کا پتہ چلتا ہے۔ قلم و قریطاس کے دامن پر پھیلے ہوئے یہ نقوش لختِ دل ہیں ان پر مالی تجارت کا دھوکہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ علم باعمل نصیب فرمائے اور مزید ان کو اپنے اکابر کے علوم و معارف کی ترتیب و اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائے۔

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ

خالق آباد نوشہرہ



عرض مرتب

بسم اللہ و نصلی علی رسولہ الکریم

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی مدظلہم علمی اور دینی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ موصوف بہترین مدرس، مفسر، محدث، فقیہ اور مجاہدین کے پشتیبان ہیں۔ عرصہ دراز سے مرکز علم جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تعلیم و تعلم کے شعبہ میں مصروفِ عمل ہیں۔ ان کی شخصیت آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مصداق ہے۔ آپ کے علم و فضل اور فقر و وریشی کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ آپ بجا طور پر سلف صالحین کی روایتوں کے محافظ اور ان کے علوم و معارف کے امین و وارث ہیں۔ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کی دینی، ملی اور علمی خدمات کا احصاء کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے۔

چشمِ نظر کتاب اُن کے مواعظ و نصائح، ارشادات و افادات، حکایات و واقعات اور حالات و مقالات پر مشتمل ہے۔ جب موصوف کے مؤثر، روح پرور اور ایمان افروز مجموعے کو دیکھ کر آنکھیں منور ہوئیں، دل و دماغ معطر ہوئے، تب سے

تَرْتَبِي مِنَ الْأَسَدِ أَسْلَافِ قَرْنِهِ
مُعَلِّمُهُ عَبْدُ حَقِّ عَقِيلٍ
آپ اپنے وقت کے شیر و لیر، اسلاف کے تربیت یافتہ ہیں اور کامل العقل مولانا عبدالحق آپ کے استاذ ہیں۔

تَلَقَى التَّقَى مِنْ حِضَابِ الْمَدِينَةِ
لَهُ حَسَنُ الْجَبَانِ حَبِيبُ زَمِيلٍ
آپ نے (جامعہ اسلامیہ) مدینہ منورہ کے (علی و روحانی) تالابوں سے تقویٰ کی دولت حاصل کی ہے مولانا حسن جان شہید آپ کے بے حد محبوب ساتھی تھے۔

وَقَدْ سَنَّ عِلْمُ الرَّسُولِ الْأَوْفَى
وَكَمْ يُنْدُو لِلشَّهِيدِ شَخْصٌ بَدِيلٍ
آپ نے حضرت رسول امین علیہ السلام کی احادیث مبارکہ کی خوب تدوین فرمائی اس وقت دنیا میں آنجناب کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

وَجَاءَهُ دَعْوَى اللَّهِ حَقَّ الْجَهَامِ
مَقَالُ الْكَرِيمِ لِكُنْ وَلِيْلٍ
آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کا حق ادا کیا اس سخاوت کے پیکر کا ہر قول ہم سب کیلئے وزنی دلیل ہے۔

وَتَلَمَّهْهُ فَضْلُ رَحْمَنٍ قَائِدٍ
سَرِي السُّرَى عُبَيْرِي عَسُولٍ
قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن آپ کے شاگرد ہیں جو معزز سرداروں کے بڑے آقا نا بھروسہ و گزار اور بڑے نیک نام ہیں۔

نُحَيِّ زَعِمَهُ الشُّعْبُ الْعِظَامُ
جُفُونُ الْجَمِيعِ لِقَرْمِ سَبِيلٍ
ہم سب عظیم شیوخ کے قائد (ڈاکٹر صاحب) کو سلام کرتے ہیں، سب کی پلکیں سردار عظیم کے لئے فرش کے راہ ہیں۔

فَرَشْنَا قُلُوبًا لِالْحَدَامِ ضَمِيمٍ
وَفَرَشْنَا بِرُوحِ الْجَبَانِ ذَوِيلٍ
ہم نے اپنے دل ایک عظیم مہمان کے لئے بچھا دیے ہیں، وہ ہمارے دلوں کی درگاہ اقامت گاہ میں قیام فرما ہیں۔

أَتَى الشَّاهُ شَمْرُ الْعَلَى الشَّرِيفِ
سَمِيدٌ قَوْمٌ وَسَيْفٌ سَلِيمٌ
مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب تشریف لائے جو قوم کے فیاض سردار اور (باطل کیلئے) تیغ بے نیام ہیں۔

وَأَرْضُ الْأَكْوَارِ زَهَتْ وَالْهَزَارَا
أَهْءَاءُ الدُّجَى وَهُوَ بَنْدُ يَجُولُ
(آنجناب کی برکت سے) سرزمین اکوڑہ و ہزارہ سرسبز و شاداب ہو گئے (شرک و بدعت کی) تاریکیاں (توحید و سنت کی) روشنی سے ختم کی ہیں آپ وہ ماہ و تمام ہیں جو (نور نکھرنے کے لئے) ہمیشہ چکر لگا رہے گا۔

فَاهْلًا وَسَهْلًا بِقَمَقَامِ دَهْرٍ
فَيَوْمُنَ الْيَلِيبُ لَنَا سَلَسِيلُ
وقت کے بڑے فیض رساں خوش آمدید، اس عظیم و انشاندہ کے فیوض ہمارے لئے جنت کا پرنا ہے۔

وَرَتَّمَنَ فَرَحًا هُنَاكَ الْبَلَاهِلُ
فَرَحْنَا كَثِيرًا وَسَرَتْ عُقُولُ
آپ کی تشریف آوری پر مارے خوشی کے بلبلیں نغمہ سرا ہیں اور ہم بھی بہت شادماں اور ہمارے دل بہت سرور ہیں۔

يَحْبِبُكُمْ فَضْلُ مَا وَهَبَ لَكَ
مَرْيَمُ شَهْرُ الْحَدِيثِ الْخَلِيلِ
آنجناب کے قدم مبارک پر نسل الہادی آپ کو سلام کرتا ہے، مریٰ اس کے شیخ الحدیث مولانا ظلیل الرحمن صاحب ہیں۔

كَذَا عَبْدُ قَدُوسٍ الْأَلَمَعِي
وَكُلُّ الْمَشَائِعِ شَهْمُ جَمِيلِ
ایسی طرح مولانا عبد القدوس صاحب بھی جو نہایت خوش طبع ہیں، بلکہ میرے تمام استاذ بڑے روشن ضمیر و انتہائی حسین ہیں۔

وَصَلَّى الْإِلَهِ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ
لَسَدَهُمْ مِنْهُ أَجْرُ جَزِيلِ
اللہ تعالیٰ تمام انبیاء پر رحمتیں برسا دیں اور ان کے سردار حضرت محمد ﷺ کے لئے اللہ کی طرف سے شایان شان بدلہ عطا ہو۔

در کثرت بی صدها مسرتان و نسلالات همانک بجای ، اکنون غایب از سر عظیم الشان و وسیع عینیت هر خلق کلمات گفته که لا بد نشانی از آن به
صفت مشرب به طبیعت لازم به . که چه شایسته در اندر وجه انصاف عمل کرد چه به طایفه خاصه و آنچه به شایسته دیگر ، نتیجتاً قابل
مبتوری شود و هر یک به شخصیت و پانزده حیات دیگر و هر یک از رانسان ، و اسکن غفلت و غرضیت ، و شایسته ، و مستطیل ، و محاکم و درجه های ، و جزایات شایسته
شایسته عینیت علم و تربیت و کار و بهایط و کانون پانزده حیات و این درست بی شک و اندر دایره شایسته و در دایره شایسته و کانون پانزده حیات و این درست بی شک و
بجایگاه . تا به رسیده کرد و ذهنی و ادراک ایکی می نشاند بی شک با هوای از کار و بهایط و سلسله . آنچه به طبیعت و دست پرور . و کار و بهایط و کانون پانزده حیات و این درست بی شک و

۱۰۰

— ۲۲ —

خطبات

جہاد قیامت تک جاری رہے گا

۵ جولائی ۱۹۹۸ء کو کرکے انصار کے تربیتی اور جہادی مرکز "دورِ شاہ اسماعیل شہید" بڑھئی ضلع اسمہہ میں علماء کونفرنس منعقد ہوا، صوبہ سرحد سے حضرت مولانا سید شیر علی شاہ اور مولانا عبدالقیوم حقانی بطور مہمان خصوصی مدعو تھے اس موقع پر مولانا سید شیر علی شاہ نے جو خطاب فرمایا نایاب ریکارڈ سے سن و شنِ نذرِ قارئین ہے۔ (ادارۃ القاسم)

خطبہ مسنونہ کے بعد

قابلِ صدا احترام علماء کرام اور حرکتِ المجاہدین کے شاہینِ صفت مجاہد و بہادر
 اللہ فی حیاتکم وقواتکم وایدکم فی جمیع المہامین الجہادہ۔
 حضرت مخدومنا و فخر العلماء مفتی نظام الدین شامزئی مدظلہ حضرت مولانا
 شاہ صاحب اور حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، حرکتِ المجاہدین کے علمائے دین
 حضرت مولانا فضل الرحمن خلیل صاحب، حضرت مولانا فاروق کشمیری صاحب اور

حضرت مولانا عبدالحیاد صاحب، حضرت مولانا قاری سعید الرحمن صاحب۔

ہم بارگاہ الہی میں سرسجود ہیں اور اے رب العالمین! ہم کروڑوں مرتبہ آپ کا شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے فضل و کرم سے ہم خدام اور ہم سیاہ کاروں ان مجاہدین کے سائے تلے جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ سر حرکت المجاہدین کا مہم قلب سے شکر گزار ہوں۔ بچپن ہی سے جہاد کی طرف رغبت لیکن حرکت المجاہدین کی ترغیب ہی پر رب العالمین نے مجھے جہاد افغانستان میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائی اس طرح جہاد کشمیر میں اس مبارک جماعت کی برکت سے ہمیں کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوا۔

آج دنیائے کفر لرز رہی ہے وہ لرزہ کی حالت میں ہے کہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد بیدار ہوا ہے۔ ہم طالب علمی میں حدیث پڑھتے تھے کہ اسلام کے لیے جو ایسا ہے جس طرح کہ اونٹ کے لیے کوہان کی حیثیت۔ میں نے اس کے بارے میں کتابیں مطالعہ کیں تو کتابوں نے یہ بات اور یہ راز بتا دیا کہ اونٹ صحرا نور ہے اور اگر سات آٹھ دن تک پانی نہ پیئے تو اس کے ساتھ پانی کی ایک ٹینکی موجود ہے اور صبار علی الجوع والعطش (بھوک اور پیاس پر زبردست صبر کرنے والا) ہے۔ کئی دن بھوکا رہتا ہے لیکن جب اس کے جسم میں کمزوری آجاتی ہے تو کوہان کی چو پکھل کر اس کے مختلف اعضاء کو طاقت دیتی ہے اور ہم نے دیکھا کہ واقعی جب اسلامی شعائر ماند پڑ گئے، لوگ اسلامی اقدار سے غافل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اچانک جہاد کا مقدس موضوع امت کے سامنے کر دیا اور جہاد کی بدولت اسلام کے تمام شعائر زندہ ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ میں طالب علم تھا جب ہم فقہ کی کتابوں میں جہاد یا غز

سے وابستہ مسائل پڑھتے تھے، اساتذہ فرماتے تھے کہ بھائی چلو: "مروا علی هذه المسائل مورد الکرامہ" بھائی! چلتے جاؤ اب جہاد نہیں ہے، آج غنائم نہیں ہیں، آج عبد اور غلام کا مسئلہ نہیں ہے لیکن حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "الجهاد ماضی الی یومہ القیامہ" قیامت تک جہاد کا یہ سلسلہ قائم رہے گا، افغانستان کے جہاد نے، کشمیر کے جہاد نے دنیا کے خطوں میں تمام اسلامی شعائر کو زندہ کر دیا۔ میں مدینہ منورہ میں تھا، جب افغانستان میں جہاد شروع ہوا اس وقت جامعہ اسلامیہ مدینہ کا طالب علم تھا، ہمارے بڑے بڑے مشائخ حیران تھے اور ہمارے شیخ ابو بکر جزائری نے مجھ سے پوچھا اور کہا کہ یہ افغانی دیوانے تو نہیں ہیں کہ ایک بڑی سپر پاور سے ٹکر لے رہے ہیں؟ بتل خواہ کتنا طاقتور کیوں نہ ہو لیکن جب اپنے سینک کسی پہاڑ اور چٹان سے ٹکراتا ہے تو اپنے سر کو ہی پھوڑ دیتا ہے، ہم بھی حیران تھے کہ کلہاڑی، دراتی، تلوار اور ٹخمرے دار ہندوؤں اور معمولی پستول سے جہاد شروع ہوا۔ ہمارے محترم مخدوم مولانا جلال الدین حقانی نے وہ تمام اسلحہ ایک مرکز میں رکھا ہے جن سے مجاہدین افغانستان نے جہاد کی ابتداء کی لیکن آج تمام دنیا سمجھ رہی ہے کہ جہاد کے لیے چار حروف جیم، ہاء، الف، وال میں اتنی عظیم پاور ہے کہ دس جیسے سپر پاور کو ان حروف نے زیر و بر کر کے صفر بنا دیا ہے، یہ جہاد کی برکت ہے جس سے مردہ تو میں زندہ ہوتی ہیں۔ آج ہمارے سائنسدان بھی قابل فخر ہیں کہ انہوں نے ایٹمی دھماکہ کر کے ہندوؤں کو اور تمام غیر مسلم اقوام پر یہ بات ثابت کر دی ہے کہ مسلمانوں میں وہی جذبہ جہاد اب بھی موجود ہے۔ ہمارے بعض سیاستدان کشمیر کے جہاد کو جہاد نہیں کہتے اور بعض ہندوؤں کے پٹو پاکستان کے ایٹمی دھماکوں سے بڑے پریشان ہیں لیکن ہم نواز شریف کو مبارک باد

دیتے ہیں اور ان پر آفرین کہتے ہیں کہ انہوں نے دھاکے کر کے "أَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ" (الانفال: ۶۰) (اور تیاری کرو واسطے ان کے جو کچھ کر سکو تم قوت سے) پر عمل کیا اور اس کی برکت اتنی ہے کہ آج تمام کفری طاقتیں مرعوب ہیں، امریکہ منت سماجت کرتا رہا کہ خدا را! اٹھی دھاکہ نہ کرو لیکن الحمد للہ پاکستان کے مسلمان بھی قائل مد مبارک باد ہیں۔ تمام علمائین بھی کہتے رہے کہ بھائی! تجربہ کرلو، تجربہ کرلو، چنانچہ تجربہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے کامیابی بھی نصیب فرمائی۔ تو اس آیت پر عمل کرنے سے اسلام دنیا میں سر بلند ہوگا، مسلمان معزز ہوں گے۔ جب تک مسلمان سلاطین اس آیت پر عمل کرتے رہے اسلام دنیا میں ایک معزز مذہب تھا، مجاہدین جس میدان میں بھی جاتے فتح پائی اور کامیابی ان کے قدموں کو پوشیدہ دیتی جب ہم نے "أَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ" والا مسئلہ چھوڑ دیا تو ہر جگہ ہم ذلیل ہوئے۔

حرکت الانصار ایک ایسی مقدس جماعت ہے جس کے نام سے بھی لوگ ڈر ڈر کر کہنے لگے کہ یہ نام تبدیل کرلو، ہم اس نام سے ڈرتے ہیں، بہر حال نام جو بھی ہو اصل چیز کام ہے، ہم ہزار مرتبہ نام تبدیل کرنے کی رٹ لگاتے رہو انشاء اللہ یہ کام زعمہ و تابعدہ رہے گا۔ میرے دوستو اور بھائیو! حرکت الانصار کو اللہ تعالیٰ نے حرید قوت دی، جس میدان میں بھی ضرورت پڑتی ہے اب حرکت المجاہدین کے اپنے ساتھیوں کو میدان میں اتار لیتے ہیں۔ آج کابل میں حرکت المجاہدین کے نوجوان صف اول میں جہادی سرگرمیوں میں مصروف ہیں، وہاں ان کا مایہ ناز کمانڈر مولانا عبدالجبار صاحب ناظم امور حزب زن کے حکم پر باقاعدہ وہاں کمان دے رہے ہیں میں مختلف جگہوں پر گیا چار آسیاب، کابل، چاریکار، فاریاب ان علاقوں میں الحمد للہ حرکت المجاہدین کے

نوجوان صف اول میں ہوتے ہیں بلکہ ایک صاحب نے مجھے کہا کہ میری سفارش مولانا عبدالجبار سے کر دیں تاکہ میں صف اول میں لڑ سکوں کیونکہ میں کئی دنوں سے اس کا منتظر ہوں، میں وزیر اکبر خان ٹاؤن کابل میں تھا کہ نوجوان صف اول میں جا رہے تھے، جاتے وقت انہوں نے باقاعدہ وصیتیں لکھیں کہ ہمیں فلاں جگہ دفن کرو، ہمیں صحابہ کرام کے قبروں کے قریب دفن کیا جائے، اس سے زیادہ برکت کیا ہوگی، کہ آج ان نوجوانوں نے ان صحابہ کرام کی قربانیوں کو دوبارہ زندہ کر لیا۔ میں علماء کرام کی خدمت میں بھی عرض کرتا ہوں کہ آپ سب بھی جہاد کے موضوع پر جس طرح مخدومنا مکرم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے جہاد کا جذبہ اور ولولہ نوجوانوں کے دلوں میں ابھارا، بخاریہ کریں، اور مجاہدین کی مکمل حمایت کریں، حقیقت میں جس کے دل میں جہاد کا جذبہ نہیں جس کے خون میں جہاد کی گرمی نہیں وہ اگر مر گیا تو وہ نفاق کی موت مر گیا۔ معمولی بات نہیں۔ اس لیے جہاد کی تیاری یہ ایمان کی نشانی ہے، بن لو اے نوجوانو! تم مجاہد ہو، تم موئین ہو اور تم مسلمین کا ملین ہو کیونکہ مسلمان کی نشانی یہ ہے:

"وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَأَعْرَبِينَ مِنْ دُونِهِمْ أَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ تَجَفَّوْا مِنْ شَيْءٍ يَنْفِي سَبِيلَ اللَّهِ يَوْمَ إِلَهِكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظَلَمُونَ" (الانفال: ۶۰)

(اور) (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں ان سے مقابلے کے لئے تیار کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے موجودہ دشمن پر بھی بیت طاری کر سکو اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنہیں ابھی تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتے ہیں اور جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ اُسے

تمہیں پورا پورا دے دے گا اور تمہاری لئے (ذرا بھی) کمی نہ ہوگی)

اور جو جہاد کی تیاری نہیں کرتا بلکہ ان کے کانوں پر جہاد کی باتیں اچھی نہیں لگتی تو وہ منافق ہیں اگرچہ جوک کی لڑائی میں منافقین جہاد کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے تیاری کرتے۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْفَاعِلِينَ"۔ (توبہ: ۳۶)

(اگر ان کا ارادہ نکلنے کا ہوتا تو اس کے لئے انہوں نے کچھ نہ کچھ تیاری کی ہوتی لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا پسند ہی نہیں کیا اس لئے انہیں سست پڑا رہنے دیا اور کہہ دیا گیا کہ جو (اپنا بیج ہونے کی وجہ سے) بیٹھے ہیں ان کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو)

تم عورتوں کے ساتھ دوپٹہ پہن کر بیٹھ جاؤ جوڑیاں پہن کر عورتوں کے ساتھ گھروں میں رہو، علماء کرام وہ علماء کرام جن کے زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں اور اب تک انہوں نے جہاد کے بارے میں کوئی کلمہ تک نہیں کہا: "لیس ذلک ہو عالمہ بل هو اجهل من الجاهلین" عالم وہ ہے جو جہاد کا پیغام اٹھا کر لوگوں کے دلوں میں جہاد کا جذبہ بیدار کرے۔ میں ان کلمات پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

(امامہ القاسم اگست ۱۹۸۸ء)

☆

ختم نبوت دین اسلام کا بنیادی عقیدہ طالبان تحریک نظام ختم نبوت کا نقدِ ثمرہ ہے

۱۸ ستمبر ۱۹۹۸ء، مرکزی جامع مسجد اہل بیت آباد میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ، مولانا عبدالقیوم حقانی سرپرست اعلیٰ جامعہ ابو ہریرہ اور حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ مہمان خصوصی تھے۔ خلیف ہزارہ مولانا شفیق الرحمن داعی تھے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ کندیوں کی صدارت تھی۔ شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ مدظلہ نے نماز جمعہ سے قبل مسئلہ ختم نبوت پر جامع علمی اور تقابلی خطاب فرمایا جسے ٹیپ ریکارڈر سے من و عنان نقل کر کے نشر و تارکین کیا جا رہا ہے۔ (ادارۃ القاسم)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابْنًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (احزاب: ۴۰)

(مسلمانو! محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے پاب نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے)

قال النبی ﷺ: انا خاتم النبیین لابی بعدی ولا رسول بعدی ولا ائمة بعدکم او کمنا قال النبی ﷺ:

میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ میرے بعد کوئی رسول

ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی امت ہے)

جاء النبیون بالآیات فالنصرمت وجئنا بکتاب غفر منصرم
(تمام پیغمبر معجزات و آیات کے ساتھ آئے پس ان کے معجزے ختم ہو گئے)
اور آپ ﷺ ہمارے پاس ایسی کتاب کے ساتھ تشریف لائے جو منقطع ہونے والی
نہیں)

محمد سید الکونین والخلین والفریقین من عرب ومن عجم
(سودہ کون محمد ﷺ دنیا اور آخرت کے سردار اور جن و انسان کے سردار اور
دونوں فریقوں عرب و عجم کے سردار)

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
(اے میرے مالک! درود اور سلام بھیج ہمیشہ ہمیشہ تک اپنے دوست پر جو
بہتر ہیں ساری مخلوق سے)

واجب الاحرام علماء کرام اور میرے معزز بزرگوار مسلمان بھائیو!

میں حضرت مولانا شفیق الرحمن صاحب دامت برکاتہم کا سپاس گزار ہوں کہ
انہوں نے اس ناخیز کو یہاں آپ حضرات کے سامنے لب کشائی کی اجازت دی۔ ختم
نبوت مسلمانوں کا عظیم بنیادی عقیدہ ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اجل ترین
کائنات، احسن ترین موجودات ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس عظیم شخصیت کو متعدد مناقب
اور امتیازی اوصاف سے نوازا ہے، جس خاتم النبیین کے بارے میں رب العالمین نے
اپنی ازلی ابدی کتاب میں ”وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِيْمٌ“ (اہم ۳) (یقیناً آپ اخلاق
کے اعلیٰ درجے پر ہو) فرمایا ہے، اس کی عظمتوں کا کیا حال ہوگا حالانکہ خالق کون

و مکان اور خلاق العظیم نے تمام کائنات ارضی اور سماوی کو قلیل کہا ہے۔ رب العالمین کا
ارشاد گرامی ہے ”قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ“ آپ ان کو فرما دیجئے کہ یہ تمام، از و سامان
دنیا، یہ آسمان اور یہ زمین اور اس کے درمیان یہ شرق و غرب شمال و جنوب، رب
العالمین نے تمام کو قلیل کہا، حالانکہ عربی شاعر کہتا ہے.....

قليل منك يكفيني ولاكن قلمك لا يعال له قليل

(اے میرے محبوب! آپ کی طرف سے تھوڑا سا بھی میرے لئے کافی ہے
اس لئے کہ آپ کے قلیل کو قلیل نہیں کہا جاتا)

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کو قلیل فرماتے ہیں لیکن رحمت کون و مکان، رحمت
دو جہان حضرت محمد ﷺ کے بارے میں رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے: ”وَ اِنَّكَ
لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِيْمٌ“ اور جس کے بارے میں رب العالمین خود ارشاد فرماتے ہیں: ”وَ
دفعنا لك ذكرك“ (اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارے تذکرے کو اونچا مقام عطا کر دیا)
اس کا ذکر کتاب بلند ہوگا، جہاں کہیں بھی توحید کا مسئلہ ہے اسی کے ساتھ خاتم الانبیاء ﷺ
کی نبوت و رسالت کا مسئلہ بھی ہے۔ مؤذن اگر پانچوں وقت اذان میں ”اشهد ان لا
اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ“ کی شہادت دیتا ہے تو اس کے ساتھ ”اشهد ان محمد رسول اللّٰه“ کی
شہادت بھی دیتا ہے، رب العالمین نے نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین کے اعزاز سے
نوازا اور اس کی کتاب خاتم الکتب اور اس کی امت خاتم الامم اور اس کا قبلہ خانہ کعبہ
جو کہ خاتم القبلات ہے اور نبی کریم ﷺ خاتم النبوات ہیں۔ نبی کریم ﷺ جامع
القبلیں ہیں، نبی کریم ﷺ نے سولہ مہینے مسجد اقصیٰ اور مسجد حرامہ کی طرف نمازیں پڑھی
ہیں، پھر رب العالمین نے حکم دیا ”فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ“ (بقرہ ۱۴۴)

(اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف کر دو) نبی کریم ﷺ صاحب المعجزات الکثیرہ ہیں۔ دیگر انبیاء کے معجزات محدودے چند ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کے معجزات بعض علماء نے بارہ سو، بعض نے دو ہزار اور کسی نے چار ہزار گنے ہیں۔ اور مختلف کتابیں اس پر لکھی گئی ہیں اور کئی کئی جلدات میں نبی کریم ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے۔ سب سے بڑا معجزہ اس عظیم شخصیت کا قرآن مجید ہے، توراۃ یقیناً آسمانی کتاب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوہ طور پر نازل ہوئی ہے اور انجیل رب العالمین کی وہ مقدس کتاب ہے جو جبل زیتون پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر جبل ثین میں نازل ہوئی اور قرآن مجید بلدا میں اور مدینہ منورہ میں نازل ہوا "وَالْقُرْآنُ وَالزَّبُورُ" وَطُورِ سِينِينَ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ"۔ (اتین: ۲۱) علماء اس سورہ کے بارے میں مختلف تفاسیر لکھتے ہیں، بعض علماء نے لکھا ہے کہ "والثمین" سے مراد وہ پہاڑی ہے جس پر زبور نازل ہوئی ہے اور زیتون سے مراد وہ پہاڑی ہے بیت المقدس میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی ہے اور "طور سینین" پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ کی کتاب نازل ہوئی ہے۔ بلدا میں قرآن مجید کا آغاز ہوا ہے اور بعض علماء لکھتے ہیں کہ نہیں "ثمین" سے مراد انجیر کا پھل ہے اور "زیتون" سے مراد بھی زیتون ہے۔ "ثمین" میں عجیب عجیب خاصائش اور کمالات ہیں سب سے بڑی چیز جو رب العالمین کو محبوب ہے "ثمین" میں معصومیت ہے، انجیر کا یہ پھل پھول ہوتے ہی پھل ہو جاتا ہے۔ انجیر کے پھل کو کسی حشرات نے مس نہیں کیا، یہ جتنے پھل ہم کھاتے ہیں سب سے پہلے ان پر پھر اور مختلف قسم کی کھیاں وغیرہ بیٹھ جاتی ہیں، اس کے بعد یہ پھل بنتے ہیں تو یہ تمام استعمال شدہ فروٹ ہیں جس کو گویا سیکڑ ہینڈ فروٹ

بولا جاتا ہے لیکن انجیر کا پھل ایسا پھل ہے کہ اس کے پھول کو کسی نے نہیں دیکھا تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ رب العالمین کو معصومیت حد درجہ پسند ہے حوروں کی تعریف یہی ہے کہ حوروں نے اپنی آنکھوں سے اپنے خاوند کے علاوہ کسی اجنبی کو نہیں دیکھا "فَصِرَاتُ الطَّيْرِ ۝ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْبُحَيْرِ ۝" (الرحمن: ۱۰) (بندر لکھتے والیاں نظر کی ۝ گوریاں ہیں بھلائی ہوئی سچ خیوں) ان کی نگاہیں نیچے۔ عورت تو وہی عورت ہے کہ اس نے اپنے آنکھوں سے صرف والدین یا بھائیوں یا بہنوں کو دیکھا ہو یا اپنے خاوند کو دیکھا ہو، حکم ہے: "قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ مِمَّنْ يَفْقَهُوْنَ مِن اَهْبَارِهِمْ" (النور: ۳۰) آپ ﷺ مومنوں کو حکم دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اسی طرح مومنات کو بھی یہی حکم ہے۔ تو بعض نے یہ عجیب تفسیر بیان کیا ہے۔ اور زیتون میں بھی عجیب خاصائش ہیں۔ زیتون کئی بیماریوں کیلئے علاج ہے اس کی لکڑی تمام لکڑیوں میں مضبوط ہے اور زیتون کے بعض درخت بارہ سے پندرہ سو سال کے ہوتے ہیں۔ میں بیت المقدس گیا تو وہاں کے بعض علماء نے کہا کہ یہاں مسجد اقصیٰ کے ارد گرد بعض زیتون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے ہیں۔ کھجور کو اور زیتون کے درخت کو رب العالمین نے طویل زندگی بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: "وَالْبَلَدِ الْأَمِينِ" قرآن کو بلدا میں میں نازل فرمایا، جس طرح خانہ کعبہ خاتم النبیین ہے اور رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں تو اس کی کتاب بھی خاتم الکتاب السماویہ ہے۔ توراۃ یقیناً رب العالمین کی کتاب ہے لیکن معجزہ نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین نے دیگر معجزات سے نوازا تھا۔ اپنے دائیں ہاتھ کو بغل میں رکھتے تو یوں لگتا جیسے سورج ان کے بغل سے طلوع ہو رہا ہے اور لاشی

اس مقدار کی تھی ہماری لاشیاں ہیں، جب دریا پر مارتے تو اس میں بارہ راستے خشک بن جاتے تھے، کسی پتھر پر مارتے تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑتے تھے، میدان میں ڈال دیتے تھے تو اس سے ایک عظیم اڑوہا بن جاتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین نے ان معجزات سے نوازا تھا جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس عظیم معجزے کو دیکھا تو اعلان کیا کہ تمام جادوگر جمع ہو جائیں۔ مفسرین لکھتے ہیں ستر ہزار جادوگر جمع ہو گئے اور مصر کے ایک عظیم میدان کو منتخب کیا گیا کہ نویسے یا دس بجے کے وقت جو یوم الزیلعہ اور ان کے حید کا دن تھا کہ آس پاس اور قرب وجوار اور دور و دراز سے تمام لوگ دس بجے پہنچیں گے، ایک بہت بڑا معرکہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اولو العزم پیغمبر اور فرعون نے ان کے مقابلے میں ساحر اور جادوگر جمع کئے، مفسرین لکھتے ہیں ستر ہزار جادوگر جمع ہوئے کیونکہ بہت بڑا انعام مقرر کیا گیا تھا بلکہ فرعون نے کہا ”إِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ“ (الاعراف: ۱۳۳) آپ کو گویا میری مہمری ملے گی، میرے مقربین اور مشیر اور وزیر بنو گے، ہر ایک جادوگر اپنے جادو کو لے کر میدان میں آیا ہے اور بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ اسی ہزار ساحر جمع ہوئے تھے، ساحرین کو پتہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عظیم معجزہ لاشی ہے، ہر ایک جادوگر ہاتھ میں ایک لاشی اور کندھے پر ایک رسی لایا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ پہلے آپ اپنا معجزہ دکھلاتے ہیں یا ہم؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پہلے آپ اپنا کام دکھائیں تاکہ تمہارے دلوں میں حسرت نہ رہے چنانچہ انہوں نے اپنا سحر پڑھ کر لاشیوں اور رسیوں کو میدان میں پھینکا تو ان سے بڑے بڑے اڑوہا بن گئے تو ایک لاکھ اسی ہزار بڑے بڑے سانپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے آ رہے

ہیں تو ایسے حال میں رب العالمین کا حکم ملتا ہے ”أَلْقِ عَصَاكَ“ ۳۷ میرے پیغمبر موسیٰ! آپ بھی لاشی کو میدان میں پھینک دیں ”فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ“، علماء کرام ”تلقف“ کے معنی لکھتے ہیں کہ ”تلقف“ کے معنی ہضم کرنا، اس کی مثال یوں سمجھ لیں انسان جب گوشت کھاتا ہے تو بغیر دانوں کے چبائے نیچے نہیں اترتا، اسے دانوں سے چبانا پڑتا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں نرم قسم کا حلوا آسانی سے بغیر دانوں کے چبائے طاق سے نیچے اتر جاتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے لاشی کو میدان میں پھینکا تو اس نے ایک لاکھ اسی ہزار سانپوں کو ہضم کر دیا، سب کے سب جادوگر رب العالمین کے سامنے سجدے میں پڑ گئے اور انہوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے پروردگار پر ہم بھی ایمان لے آئے ہیں ”ولی راوی سے شامد“ جادوگر سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰ جادوگر اور ساحر نہیں ہیں بلکہ ان کے پاس معجزہ ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین نے اس قسم کے معجزے دیئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب کے اولو العزم پیغمبر، ان کی انجیل کوئی معجزہ نہیں ہے بلکہ انجیل ایک قانون اور دستور حیات ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین نے اور معجزوں سے نوازا تھا وہ جب مردے پر اسم اعظم پڑھتے تھے تو مردہ زندہ ہو جاتا تھا، نابینا پر اسم اعظم پڑھ لیتے تو بینا بن جاتا تھا، برص اور ابرص کا کوئی علاج نہیں ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسم اعظم پڑھنے سے شفا اور تندرستی مل جاتی تھی، کچھ اور مٹی سے کبوتر یا اور قسم کا پرندہ بنا کر اس پر اسم اعظم پڑھتے تو پرندہ اڑ جاتا تھا، تو یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں، لیکن حضرت محمد ﷺ کو قرآن عظیم کا معجزہ دیا گیا جو دستور العمل اور دستور حیات بھی ہے، ہر پیغمبر کو وہ معجزہ دیا جاتا

ہے کہ اس کی قوم اس فن میں مہارت رکھتی ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سحر و ساحری کا وور و زور تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سرجری اور علاج کا وور و زور تھا، حضرت محمد ﷺ کا زمانہ آتا ہے تو شعر و شاعری کا زمانہ ہے، فصاحت اور بلاغت کا زمانہ ہے، ایک شاعر ایک مجلس میں آکر بغیر فکر اور تدبر، بغیر سوچ و سمجھ کے ایک ایک مجلس میں دو دو سو اشعار پڑھ لیتا تھا، سب لوگ حیران ہو جاتے تھے، امرء القیس نبی علیہ السلام کے زمانے سے پہلے بہت بڑے شاعر گزرے ہیں ایک دفعہ وہ قصیدہ پڑھ رہے تھے اور ان کے ہاتھ میں نیزہ ہے، ان کو دھیان نہیں تھا اور بجائے اس کے کہ نیزے کا تیز سر اچنیچے ہو اس نے اوپر کر دیا اور دو سو اشعار پڑھے۔ جب فارغ ہوا تو نیزہ اس کے اٹھیلی سے آ رہا لکھا ہوا تھا، اس کا ایک ایک شعر اب بھی آپ پڑھیں تو آپ حیران ہوں گے، بڑے بڑے شعراء فصاحت و بلاغت والے شعراء اور بڑے بڑے خطباء اس زمانے میں موجود تھے، ایسے دور میں نبی کریم ﷺ کو عرب العالمین کی طرف سے مبعوث ہوئے اور نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم کے معجزے سے نواز دیا۔ قرآن پاک کی آیات جب ان شعراء نے سنیں تو انہوں نے اپنی شعر و شاعری اور قصیدے چھوڑ دیئے جس جس کے کانوں کو قرآنی آیات نے چھوا انہیں اپنی شاعری سے دور کر دیا، حضرت خنساء اب عربی میں سب سے اونچی شاعرہ ہیں اور قرنِ مرثیہ میں خنساء سے روئے زمین پر کوئی بڑا شاعر نہیں گزرا، وہ جب کافر تھیں اور اس کے دو بھائی مر جاتے ہیں تو اس نے ان کی تعریفوں میں ایسے ایسے اشعار لکھے ہیں جسے دنیا دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے لیکن ایک لڑائی میں جب یہ اسلام لائی ہے اور جب خنساء کے چار بیٹے شہید ہوئے ہیں اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا، خنساء نے ایک لفظ

شعر کا نہیں کہا اور کہا کہ قرآن مجید کے ہوتے ہوئے ایک شاعر جب شاعری کرتا ہے تو اپنے نفس کی ذلت پیش کرتا ہے حالانکہ خنساء وہ شاعرہ ہیں کہ ایک دفعہ ”حسان“ نے ایک شعر کہا تو خنساء نے کہا کہ اے حسان آپ کے شعر میں یہ لفظ ایسا ہونا چاہیے، یہ لفظ ایسا ہونا چاہیے، ایک شعر میں اس نے دس خامیاں نکال دیں۔ حسانؓ بھی غضب کے شاعر اور من کبار الصحابہؓ تھے لیکن خنساء نے اسلام لانے کے بعد ایک شعر نہیں کہا۔ میں ایک دفعہ مدینہ منورہ میں جبل احد سے کافی دور گیا ہوا تھا اور سوچا کہ یہاں بھی نبی کریم ﷺ کے مبارک قدم پہنچے ہوں گے تو وہاں احد کے پہاڑی سے تقریباً تین میل آگے ایک نوے پچانوے برس کا بوڑھا میں نے دیکھا تو میں نے کہا السلام علیکم، اس نے کہا وعلیکم السلام، پھر اس نے مجھ سے پوچھا ”من انتی بلی انت“ (آپ کون سے ملک سے ہیں) میں نے کہا: ”انا من پاکستان“ (میں پاکستانی ہوں) کہا ”هل يعرف الباکستانیون اللغة العربیہ؟“ میں نے کہا ”بحمد اللہ فی پاکستان مدارس دینیہ و طلاب فی هذه المدارس يتعلمون القرآن الكريم و احادیث الرسول ﷺ و علم الصرف والدحو و کذا الغنون والعلوم میں نے تفصیل سے کہا۔ اس نے مجھ سے پوچھا ”هل تحفظ انت سورۃ من القرآن الکرم“ (آپ کو قرآن مجید کی کوئی سورہ یاد ہے؟) میں نے کہا ”بحمد اللہ انا احفظ سورۃ یسین و سورۃ الرحمن و کذا من السور القرآنیہ“ اس نے کہا چند آیات پڑھ کر سناؤ، وہ حیران رہ گیا، اس کا خیال تھا کہ کوئی عجمی قرآن کریم کی کوئی سورت حفظ نہیں کر سکتا یا کوئی عربی کلمات نہیں پڑھ سکتا۔ میں نے کہا: ”بحمد اللہ جامعۃ دیوبند فی الہند من الجامعات الشہیرۃ و لہذا الجامعہ فروع کثیرہ فی

ہا کستان و سامن ہلوی الآ و فیہا مدارس والمعاهد العلمیہ“ میں نے اس سے کہا کہ ہمارے ملک میں تو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی قرآن مجید کی حافظہ ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے قرآن پاک کے حافظ ہیں پھر میں نے ویسے معلوم کرنا چاہا کہ اس بوڑھے پرامرہ القیس کے اشعار کا کتنا اثر ہے میں نے کہا یا شیخ ا ”هل انت تحفظ قصیدۃ من الشعراء الجاهلیین“؟ آپ کو جاہلی شعراء میں سے کسی کی شاعری یاد ہے؟ حضور ﷺ کے زمانے سے پہلے جاہلیت کا زمانہ ہے اور ان شعراء کو شعراء الجاہلیین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور شعراء جاہلیین کے اشعار یہ عربی ادب میں ہمارے لیے حجت ہیں۔ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے: ”علیکم بدواہین العرب“ (عرب کے دو لوگوں یاد کیا کرو) کیونکہ جو لوگ قرآنی زمانے سے پہلے شاعر گزرے ہیں ان کے اشعار میں جو لغات ہیں، پھر قرآن مجید میں جو لغات ہیں تو ہم استدلال میں ان کو پیش کر سکتے ہیں تو بوڑھے نے کہا: ”أنا لست بعارف لقصیدۃ امرء القیس“ پھر میں نے کہا: ”أما سمعت قصیدۃ امرء القیس“۔

قِفَا نَسَبُکَ مِنْ دُکْرَی حَبِیْبٍ وَ مَفْزَلٍ
بِسُقُطِ اللَّوْیِ بَيْنَ الدَّخُولِ قَعْوَمَلٍ

(اے دونوں دوستو! ذرا ٹھہرو تا کہ ہم محبوبہ اور اس کے اس گھر کی یاد کر کے روئیں جو ریت کے ٹیلہ کے آخر پر مقاماتہ دخول اور حوئل کے درمیان ہے) خدا کی قسم اس بوڑھے نے کہا: ”ہیہ“ عربی میں ”ہیہ“ آگے پڑھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو بوڑھے کو اس سے بہت مزا آیا اور کہا آگے پڑھو، میں نے آگے شعر سنایا۔

فَتَوَضَّعَ فَأَلْمَقَرَاةُ لَمْ يَعْفُ رَسْمُهَا

لَمَّا تَسَجَّنَتْهَا مِنْ جُنُوبٍ وَ شَمَالٍ

(اور توضیح و مقررۃ کے درمیان واقع ہے جس کے نشانات اس وجہ سے نہیں مٹے کہ اس پر جنوبی اور شمالی ہوا کیں برابر چلتی رہیں)

میں نے اندازہ لگایا اللہ اکبر! اس زمانے میں جبکہ اکثر عربوں نے فصیح عربی کو نسیا منسیا کر دیا ہے کیونکہ آج کل عرب لوگ فصیح عربی نہیں بول سکتے لا العلماء یا جو مدارس سے فارغ ہوں۔ عام عرب جو عربی بولتے ہیں آپ سن کر حیران ہوں گے کہ کیا بولتے ہیں۔ یہودیوں کی ایک سازش یہ ہے کہ عربوں کو لغت فصیحی سے اجنبی بنادو اور عام لغت کو داخل کر دو، تو میں نے اندازہ لگایا کہ اس دور میں ایک بوڑھے پرامرہ القیس کے قصیدے کا یہ اثر پڑتا ہے تو جس زمانے میں امرہ القیس تھا اور سب فصحاء باغاء تھے اس کے قصیدے کا اثر سننے والوں پر کیا ہوگا؟ لیکن حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی مبارک زبان پر قرآنی آیات ہیں اور پھر مختلف طریقوں سے مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کی مبارک آواز کو دہانا چاہتے ہیں، کبھی اسے شاعر، کبھی اسے مجنون، کبھی اسے کاہن، کبھی اسے کذاب، کبھی اسے کاذب، ان چیزوں سے آپ کی دعوت کو دہانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن حضور ﷺ کے ہاتھوں میں ایک ہی اسلحہ ہے جو قرآن مجید کی مقدس آیات اور مقدس کلمات ہیں۔ پیغمبران عظام آئے اور معجزات نے کرائے ”فانصرمت“ لیکن ان کے معجزات منقطع ہو گئے۔

جاء النبیون بالآیات فانصرمت وجئتہا بکتاب غرہ منصرم

(انبیاء علیہم السلام معجزات کے ساتھ آئے پس ان کے معجزات ختم ہو گئے)

اور آپ ایک ایسی کتاب کے ساتھ تشریف لائے جو منقطع ہونے والی نہیں)

آپ ایسی کتاب لے کر آئے ہیں جو ابداً لا بد تک زندہ تابندہ رہے گی۔ بعد یوم القیامہ بھی یہی کتاب مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوگی۔ (ماہنامہ اقسام اکتوبر ۱۹۸۷ء)

رب العالمین نے ختم نبوت کا عقیدہ ان کلمات سے ظاہر فرمایا: "مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ"۔ (احزاب: ۴۰)

رب العالمین کے علم ازلی ابدی میں یہ بات تھی کہ ایسے لوگ بھی آئیں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے حضور ﷺ نے فرمایا: میرے بعد "ثلاثون دجالون کذابون" تیس

دجال کذاب جھوٹے آئیں گے اور ہر ایک نبوت کا دعویٰ کریگا، رب العالمین نے خاتم النبیین کا عظیم لقب اپنی ازلی اور ابدی کتاب میں فرمایا کہ جس کے ایک حرف ایک زیر

دزیر کو دنیا کی تمام طاقتیں نہیں بدل سکتیں، یہ شیعہ تو بدقسمت لوگ ہیں کہ جن کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید محرف اور مبدل ہے اور صحابہؓ نے اس سے کافی آیات چھپا دی

ہیں، اصل قرآن مجید مہدی منتظر کے پاس ہوگا جو سامرا کے تہہ خانوں سے نکلے گا اور اس کے بغل میں قرآن مجید ہوگا، اکثر شیعہوں کا یہی عقیدہ ہے کہ "القرآن محرف و مبدل زید فیہ و نقص منہ" لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ قرآن مجید جو الحمد سے لے

کر والناس تک ہم پڑھتے ہیں یہ وہی قرآن مجید ہے جو حضرت محمد ﷺ پر مکہ مکرمہ کے مقدس راستوں میں اور مدینہ منورہ کی نفاذوں میں نازل ہوا۔ دنیا کی کوئی طاقت اس

کتاب کے ایک زیر، زیر میں، ایک شہدہ میں نہ کوئی زیادتی کر سکتی ہے اور نہ کوئی ترمیم کر سکتی ہے کیونکہ یہ نبی خاتم النبیین ہیں، ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں، توراۃ،

زبور، انجیل اس میں لوگوں نے یقیناً کئی اور زیادتی کی ہے۔ آج اگر یزیدوں کے پاس

چار انجیل ہیں، انجیل برناباس، انجیل لوقا، انجیل متی، انجیل یوحنا۔ ایک زمانے میں تو انجیلیں اتنی زیادہ ہو گئی تھیں کہ یوحنا ایک رومی عیسائی بادشاہ تک آگیا ہر ایک کے

پاس جدا انجیل اور ہر ایک اپنی طرف سے انجیل لکھتا ہے، وہ بڑا غصہ ہوا اور عیسائی علماء کو حکم دیا کہ میری مملکت میں جتنے انجیل ہیں سب کو جمع کریں اور اس نے ایک

بہت بڑا میز بنایا اور تمام انجیل اس پر رکھ دیئے اور قسین اور رہبانوں سے کہا کہ اس میز کو حرکت دو، اس طرح انجیل گرتے گئے اور صرف چار انجیل رہ گئے، سب نے

بادشاہ سے منت سماجت کی کہ خدارا! اب اور حرکت نہ دیں ورنہ یہ چار بھی گر جائیں گے، لہذا بادشاہ نے ان کو چھوڑ دیا۔ ہر انجیل دوسری انجیل سے جدا ہے، اگر

ایک انجیل لندن میں، دوسری پشاور میں، تیسری کراچی میں اور چوتھی کسی اور جگہ طبع ہو تو ہر طباعت دوسری طباعت سے مختلف اور چاروں میں فرق ہوگا لیکن قرآن مجید کا اگر

ایک نسخہ مدینہ منورہ میں، دوسرا مسقط، تیسرا لاہور اور چوتھا پشاور میں چھپتا ہے تو چاروں کے چاروں میں ایک زیر و زبر کا فرق نہیں ہوگا، اگر ہوگا بھی تو لکھنے والے کی غلطی

ہوگی۔ "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَنَافِظُونَ" (حجر: ۹) ہم نے ہی نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ علماء کرام تشریف رکھتے ہیں۔

"اب" تاکید اور عظمت کا صیغہ ہے اور جب رب العالمین کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کی عظمت اور ہوتی ہے۔ "ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت

کریں گے"، جملہ اسمیہ ہے اور "لہ" جار مجرور کو مقدم کیا "لَنَافِظُونَ" میں لام تاکید کے لیے ہیں "ہم ہی اس قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں" اور توراۃ، انجیل

کے بارے میں رب العالمین کا یہ وعدہ نہیں ہے۔ آج بحمد اللہ قرآن مجید ایسی شکل

میں موجود ہے کہ جس شکل میں نبی کریم ﷺ نے خلفائے راشدین کے حوالہ کیا۔ کوئی طاقت اس کے زیرِ دہر میں تغیر اور تبدل نہیں کر سکتی۔ علیٰ کل حال ختم نبوت کا عقیدہ وہ عظیم اور اساسی عقیدہ ہے کہ اگر کسی کا اس عقیدہ میں معمولی بھی شک ہو تو چاہے وہ تمام رات نوافل میں لگا رہے اور تمام عمر روزے رکھے اور ہزار تصبیح اس کے ہاتھ میں ہوں اور خانہ کعبہ کی آغوش میں مرے یا روضۃ من ریاض البقیۃ میں مرے، وہ جہنمی ہے جہنمی ہے، جہنمی ہے، کیونکہ قرآن مجید کی صریح عقیدہ کی مخالفت کر رہا ہے۔ تو اس عقیدے کے لیے جو مسلمان قربانی دیتا ہے صحابہ کرامؓ کے ناموں پر جو مسلمان قربان ہو رہے ہیں، قرآن کی عظمت کیلئے جو لوگ قربان ہو رہے ہیں وہ حقیقت میں مسلمان ہیں، مسلمان وہ نہیں ہے کہ جب قربانی کا وقت آتا ہے وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے، وہ مسلمان نہیں منافق ہے۔ ہمارے والدین کو اگر کوئی برا بھلا کہے، ہمارے والدین کو کوئی گالی دے تو ہم آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور ہر قربانی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں تو رب العالمین جل جلالہ حضرت محمد ﷺ اور تمام انبیاء کرام اور ملائکہ اور تمام وہ مومن جن پر ہمیں ایمان لانا ضروری ہے، اس کے خلاف اگر آپ نے کسی مرزائی سے کوئی بات سنی اور آپ نے اس کے دانت نہ توڑے اور اس کے جسم کو نہ کچل ڈالا تو آپ کی مسلمانی میں شک ہے۔

ایک مرتبہ میں لاہور میں تھا، مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے ہاں پڑھتے تھے تو دھرم پورہ جا رہے تھے تو میرے سامنے ایک قادیانی بیٹھا ہوا تھا اور وہ غلام احمد قادیانی کے اشعار پڑھ رہا تھا، اور مجھے سنار ہاتھ میں نے کہا خاموش ہو جاؤ، پھر میں نے اس کو مارا تو کچھ لوگ میرے ساتھ لڑنے جھگڑنے لگے۔ میں نے ان سے کہا کہ

تحفہ علم و عرفان ————— ﴿ ۳۵ ﴾

ایک قادیانی میرے سامنے کڑا اب غلام احمد قادیانی کے اشعار پڑھ رہا ہے اور میری غیرت کہاں گئی ہے کہ میں اسے کچھ نہ کہوں۔ تو اس بات پر اور لوگوں کی بھی غیرت جاگی اور اس قادیانی کو خوب مارا، اور دوسرے شاپ پر اس کو تھپتھپ کر باہر پھینک دیا۔ مسلمانوں میں یہ جذب ہونا چاہیے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

افسوس آج ہمارے حکام میں وہ ایمانی غیرت نہیں رہی ورنہ تو تین رسالت، تو تین نبوت ایک عظیم مقدمہ ہے، پیغمبر کے بارے میں جو بھی گستاخانہ کلمہ کہے اس کو برسرِ وار قتل کر دینا چاہیے۔ تو ختم نبوت کا عقیدہ اساسی عقیدہ ہے۔ اسی عقیدہ کی حفاظت کے لیے تو ابو بکر صدیقؓ نے خالد بن ولیدؓ کی نگرانی میں عظیم لشکر بنی ضیفہ کے مقابلے میں بھیجا اور اس کو قتل کر دیا گیا میرے بزرگ تشریف رکھتے ہیں اور بزرگ اپنے تلامذہ کی اصلاح فرماتے رہتے ہیں۔ میں آپ لوگوں کا بہت شکر گزار اور سپاس گزار ہوں۔

دوستو اور بزرگو! آج ہماری حکومت نے بھی اعلان کیا ہے، نواز شریف نے اس ملک میں اسلامی نظام کا اعلان کیا ہے، اللہ کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حکام سے یہ کام لے لیں، اور وہ ان وعدوں میں سچے نکلیں۔ اور اگر انہوں نے یہ وعدے سچے نہیں کئے پھر قرآن کے ساتھ اور نظام مصطفیٰ کے ساتھ جو منافقت کی چال چلتا ہے اس کے لیے پھر اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی مفر نہیں ہے، ہم دعا کرتے ہیں کہ رب العالمین اس ملک میں اسلامی نظام کو قائم کر دے۔ طالبان افغانستان میں

آئے ہیں۔ اس وقت طالبان چاروں طرف سے جنگوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ لیکن تقریباً ۲۹ صوبوں میں خالص اسلامی نظام ہے۔ طالبان جہاں گئے ہیں انہوں نے اعلان کیا ہے کہ یہاں اسلامی نظام ہوگا، مجال ہے کوئی عورت بغیر پردے کے گھر سے نکلے، مجال ہے کہیں گانے کی آواز آجائے، مجال ہے کوئی چور چوری کا تصور کرے۔ چند چوروں کے ہاتھ انہوں نے کاٹ دیئے، چند راہزنوں کو انہوں نے اسلامی سزائیں دیں، چند قاتلوں کو قصاص کیا گیا، آج وہاں خالص اسلامی نظام نافذ ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ آج اس آسمان کے نیچے اور کرۂ ارضی پر افغانستان کی زمین کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ جہاں اسلام سو فیصد نافذ ہے تو اس میں حادثہ نہیں ہوں گا۔ ہمارے ملک میں پولیس ہے، فوج ہے اور کیا کیا چیز ہے جو نہیں ہے لیکن امن نہیں ہے، یہاں دن دھاڑے ٹینکوں کو لوٹا جاتا ہے، بسوں کو راستے میں روک کر مسافروں سے سب چیزیں لوٹی جاتی ہیں۔ اسلام جس ملک میں آتا ہے اس ملک میں امن، عدل، انصاف، غیرت، حیا اور تمام اسلامی امتیازات خود بخود آ جاتے ہیں۔ ایک بہت بڑا کارخانہ دار قندھار گیا اور اپنی گاڑی کو بند کر کے کسی ہوٹل میں دو تین دن رہا، جب واپس آیا تو ایک طالب علم اس کی پجارو گاڑی کے پاس کھڑا تھا، اس نے کہا کہ یہ میری گاڑی ہے، طالب علم نے کہا ہم دو تین دن سے اس کا دھیان رکھ رہے ہیں اور حیران ہیں کہ یہ کس کی گاڑی ہے، کیا اس کا مالک مر گیا ہے یا پتہ نہیں کیا وجہ ہے، اس کے بعد اس طالب علم نے اس کارخانہ دار سے کہا کہ یہ تو آپ نے اپنی گاڑی بند کر کے چھوڑی تھی، آپ اگر اس کے دروازے کھلے چھوڑ کے چلے جاتے اور واپس آتے تو انشاء اللہ گاڑی میں پڑی ہوئی آپ کی امانتیں اسی طرح محفوظ رہتیں جس طرح آپ چھوڑ کے چلے گئے تھے۔ کارخانہ دار نے کہا کہ اپنے ملک پاکستان میں جب ہم جمعہ کی نماز کے

لیے مسجد کے سامنے گاڑی لا کر کے نماز کے لیے جاتے ہیں اور جب واپس آتے ہیں تو گاڑی اندر۔ کامل ابھی فتح نہیں ہوا تھا اور میں مولانا جلال الدین حقانی کے مدرسہ بیچ العلوم میران شاہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہا تھا، ہم اپنے طالب علموں کو چار آسیاب لے گئے تو وہاں کے کمانڈر صدر عبدالرحمن نے مجھ سے کہا مولانا دو طالب علم شہید ہوئے ہیں اور آپ میرے ساتھ ان کے جنازے میں شریک ہوں گے تو ہم چار آسیاب سے لوگر اور لوگر سے آگے ایک جگہ ہے سرخ، جہاں بدخشانی شہداء کی قبور ہیں۔ ہم شہداء کے جنازے سے فارغ ہوئے اور واپس لوگر آئے تو ایک طالب علم نے اشارہ کر کے ہماری گاڑی کو روک دیا اور کہنے لگا کہ قندھار سے کلاشکوفیں آئی ہیں ہم نے دو گاڑیاں بھری ہیں لیکن اب بھی کچھ باقی ہیں، آپ کی گاڑی میں پیچھے جگہ ہے، اگر آپ کی اجازت ہو تو انہیں پیچھے ڈال دیں۔ کماندان نے کہا ٹھیک ہے، تقریباً ایک سو تیس کلاشکوفیں انہوں نے ہماری گاڑی میں ڈال دیں، راستہ میں نماز ظہر کا وقت ہوا تو میں نے کماندان سے کہا کہ نماز ظہر بھی تو پڑھنی ہے، ہم ایک چشمہ کے پاس رکے اور وضو کر کے ایک فرلانگ دور مسجد میں گئے، جاتے وقت میں نے کماندان سے کہا کہ گاڑی کے پاس ایک طالب علم کو چھوڑ دو۔ کماندان نے کہا کہ مولانا گاڑی کو کچھ نہیں ہوگا اور نہ اس کے پاس کسی کو چھوڑنے کی ضرورت ہے، ہم نے نماز پڑھی اور وہاں کے لوگوں نے چائے کے لیے ٹھہرایا جب واپس آئے تو گاڑی اسی طرح محفوظ تھی۔ کماندان نے کہا کہ میں یہ یقینی بات آپ سے کہہ سکتا ہوں کہ راستے پر گزرنے والوں نے گاڑی کی طرف دیکھا بھی نہیں ہوگا یہ ہے اسلامی نظام۔ طالبان دور سے قبل کا بل ہم کئی بار گئے تھے، وہاں عورت بالکل برہنہ تھی، جتنی بے حیائی کا بل میں تھی اتنی لندن میں بھی نہیں ہے۔ آج کیا مجال کہ کوئی عورت بغیر

برقعہ کے گھر سے باہر نکلے دنیا والے طالبان کے خلاف کیا کیا پروپیگنڈے کر رہے ہیں۔ اور اب ایران کیا کیا داویلا کر رہا ہے ہم اپنے حکام سے کہتے ہیں کیوں بڑولی دکھاتے ہو۔ ایرانی حکومت پاکستانی حکومت پر الزام لگاتی ہے کہ طالبان کے ساتھ پاکستانی حکومت برابر کی شریک ہے، حالانکہ پاکستان نے ایک کارٹوس بھی نہیں دیا، ایک فوجی بھی نہیں بھیجا سارے کے سارے مدارس کے طلباء ہیں جو اپنے جذبہ شہادت کے تحت جا رہے ہیں۔ ہزاروں سٹنگر، ہزاروں گولہ بارود اور ہزاروں گرنیڈ طالبان نے ایران کے پکڑے ہوئے ہیں اور ہزاروں طالبان ایران کے عقوبت خانوں میں بند ہیں، ہماری حکومت ان کو یہ نہیں کہہ سکتی کہ تم ہمیں کہتے ہو کہ ہم طالبان کے ساتھ برابر کی شریک ہیں حالانکہ تم تو بالکل ننگے ہو گئے ہو۔ اور افغانستان میں تمہاری مداخلت ثابت ہو گئی ہے، خدا نہ کرے اگر ایران نے افغانستان کا رخ کیا تو یہ ہمارا فریضہ بھی ہے کہ ہم اپنے ان بہادر اور چستان محمدی کے ان عشاق کے شانہ بشانہ جہاد میں شریک ہو جائیں، تب ہم مومن ہوں گے۔ شیعہ جو قرآن کو نہیں مانتا، صحابہ کرام کو نہیں مانتا، جو ازدواج مطہرات پر لعن طعن کرتا ہے، آج وہ بالکل مجنون ہو گیا ہے، کہ طالبان نے اتنی عظیم کامیابیاں کیوں حاصل کر لی ہیں۔ طالبان نے شریعت کی عظمت کو، قرآن کی عظمت کو، علماء کی عظمت کو تمام دنیا میں آسمان تک پہنچا دیا ہے۔ مسلمان کا فریضہ ہے کہ طالبان کی ہر ممکن اعانت کریں، ان کے لیے دُعائیں کریں۔ میں ان ہی کلمات پر اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ ختم کرتا ہوں، وَاَعُوْذُ

(ماہنامہ القاسم، اکتوبر نومبر ۱۹۹۸ء)



دینی مدارس کا تحفظ و استحکام

۶ مئی ۱۹۹۹ء جناب پارک پشاور میں جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام تحفظ دینی مدارس کانفرنس منعقد ہوئی، یہ ایک عظیم تاریخی اور انقلابی اجتماع تھا۔ صوبہ سرحد کی تاریخ میں علماء، مشائخ اور دینی مدارس کے حوالے سے شاید یہ پہلا عظیم کانفرنس تھی۔ اس موقع پر محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کا خطاب من و من ناسپ ریکارڈ سے نقل کر کے اقاہ عام کے لیے تذکرہ کارمین ہے۔ (ادارہ القاسم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اِنَّ اَوَّلَ بُیُوتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِسَکَّتِہٖ مُّبَارَکًا وَهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (آل عمران: ۹۶)

جناب صدر جلسہ، معزز علماء کرام، محترم طلباء اور مجاہد مسلمان بھائیو! یہ عظیم اجتماع مسلمانوں کی دین اسلام کے ساتھ وابستگی اور محبت کا ثبوت ہے۔ میرے بھائیو! اپنی اپنی جگہوں پر خاموشی سے بیٹھ جائیے تاکہ دوردور سے تشریف لانے والے علماء، مشائخ اور طلباء کرام کی تقاریر سے خوب خوب لطف اندوز ہوں اور فرزند الہی تو حید اس عظیم جلسہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کر سکیں۔

میرے بھائیو! آج یہ عظیم اور ممتاز اجلاس مدارس اسلامیہ کے تحفظ کے

سلسلہ میں منعقد کیا گیا ہے۔ روئے زمین پر سب سے اولین مدرسہ رب العالمین جل جلالہ نے مسجد الحرام میں قائم فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں اس کے متعلق ارشاد فرمایا گیا:

”إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ“

(ال عمران: ۹۶)

(حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا، یقینی طور پر وہ ہے جو مکہ میں واقع ہے اور بنانے کے وقت ہی سے برکتوں والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان ہے)

اس مدرسہ میں تعلیم کے سلسلہ میں رب العالمین نے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے اور پیغمبرانِ خدا لوگوں تک آسانی ہدایات پہنچایا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر خاتم النبیین رحمت کون و مکان، زینت و جہاں حضرت محمد ﷺ اس عظیم مرکزی درس گاہ کے معلم بنے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا“ (مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی۔ مساجد اسلامی علوم کی درس گاہیں ہیں اور دینی مراکز ہیں اور یہ سلسلہ صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ سے جاری و ساری ہے یہاں تک کہ برصغیر میں دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ایک عظیم علمی درس گاہ کا قیام عمل میں آتا ہے۔ دینی مدارس تمام مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کو دینی مدارس کی خدمت سے انکار ہو اور اگر کوئی کرے بھی تو درحقیقت وہ مسلمان نہیں ہے۔ اسلامی مدارس قرآن پاک اور احادیث مصطفیٰ ﷺ کی خدمت کرنے والے ادارے ہیں۔ میرے

بھائیو! دینی مدارس کی خدمت اور دینی مدارس کا تحفظ ہر مسلمان کے لیے فرض اول ہے۔ بد قسمتی سے ہماری نئی نسل اور خاص کر انگریزی علوم سے متاثر لوگ جو انگریزوں کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، ان کو دینی مدارس کی اہمیت کا کوئی اندازہ نہیں۔ اس وجہ سے جمیعت علماء اسلام نے دینی مدارس کے تحفظ کے لیے یہ ایک عالمی امتیازی اجتماع منعقد کیا ہے۔ دینی مدرسہ اسلامی تشخص اور دینی شعائر، قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک تعلیمات کی شانیں ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا جب برطانوی استعمار نے ہمارے اکابر کو کیا کیا اذیتیں دیں، انہیں کس کس طریقے سے ظلم و جبر کا نشانہ بنایا۔ اکابرین دیوبند جن کا سر قافلہ شاہ دلی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی ہیں، شیخ الہند مولانا محمود الحسن ہیں، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی ہیں۔ میرے بھائیو! برطانوی استعمار نے اکابرین اور اساتذہ علوم نبوت کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں لیکن الحمد للہ یہ قافلہ رکنا نہیں چلا رہا اور سلسلہ در سلسلہ ملک و وطن بڑھتا گیا۔ انگریز کی تعلیم سے متاثر لوگوں نے عالم دین کو مسجد کا مینڈک اور نہ جانے کیا کیا عجیب و غریب القابات سے نوازا لیکن الحمد للہ ہمارے اکابر عزم و استقلال میں کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ مضبوط تھے۔ اس عظیم استقلال کا نتیجہ ہے کہ آج آپ لوگ اپنی آنکھوں سے سے ہزاروں علماء کرام اور علوم نبوت کے شاگردوں کے اس عظیم اجتماع کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے اکابر کی قربانیوں کے ثمرات ہیں، اگر ہمارے اکابر نے قربانیاں نہ دی ہوتیں تو اللہ کو معلوم آج ہم کن کن درختوں اور کن کن بتوں کو سجدہ کر رہے ہوتے، اور کس کس خدا سے منتیں اور حاجتیں اور دُعائیں کرتے پھرتے۔ مدارس دینیہ کی خدمت تمام مسلمانوں پر فرض

ہو۔ مسلمان، مسلمان نہیں جو عالم دین اور طالب دین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے۔

آج کا یہ عظیم اجلاس اس بات کا ترجمان ہے کہ ملک بھر کے مسلمان بالخصوص صوبہ سرحد کے غیور مسلمان علماء کرام اور طالبان اسلام کے ساتھ بے حد محبت رکھتے ہیں اور دینی مدارس کے تحفظ کی خاطر ہر قسم کی قربانی کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔ افسوس کہ ہمارے ملک میں آج بھی انگریز کے غلام وافر تعداد میں موجود ہیں۔ انگریز چلا گیا لیکن لارڈ میکالے کی تعلیم کے پروردہ آج تک انگریز کے فکری غلام ہیں۔ کتنی افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے کچھ مسلمان بھائی اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلوانے میں عافیت سمجھتے ہیں اور انہیں انگریز کی نظام تعلیم پر فخر ہے کہ جس تعلیم کی بدولت ان کی اولاد کو اتنا بھی معلوم نہیں ہو پاتا کہ پیشاب کھڑے ہو کر کرنا چاہیے یا بیٹھ کر؟ میرے بھائیو! جب تک اس ملک میں انگریز کے پروردہ لوگ اور انگریز کے پالے ہوئے بچے موجود ہیں گے اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ کبھی بھی عمل میں نہیں آسکتا۔ ہمارے خندوم اور رہنما استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے راولپنڈی کے ایک بڑے جلسے میں فرمایا تھا کہ ان لوگوں سے یہ امید رکھنا کہ یہ لوگ اسلامی نظام لائیں گے اس خیال است و محال است جنون۔ مولانا مفتی محمودؒ نے فرمایا تھا کہ اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ایک طالب علم کے ہاتھوں سے ہوگا وہ طالب علم جس نے مسجد میں خلاصہ اور منیہ سے لیکر بخاری اور ترمذی شریف تک کتابیں پڑھی ہوں گی۔ مولانا مفتی محمودؒ کی کہی ہوئی بات آج سچ ثابت ہوئی اور الحمد للہ افغانستان کی سرزمین پر اسلامی نظام کا نفاذ طالب علموں کے ہاتھوں سے ہوا ہے۔ دینی مدارس کے طلباء، علوم نبوت کے وارثین اور گلشن نبوتی کے پھول ہیں۔ انشاء اللہ دینی مدارس با قیامت قائم و

دائم رہیں گے، اور دنیا کی کوئی طاقت ان کی طرف ہیلی آکھ سے نہیں دیکھ سکتی۔ جس نے دینی مدارس کو ختم کرنے کا سوچا اس کا انجام انشاء اللہ ابواب سے بھی برا ہوگا۔ ابواب جو رسول اللہ ﷺ کے قائم کردہ مدرسہ کی مخالفت کر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کی بربادی اور ہلاکت کا تذکرہ فرمایا تاریخ گواہ ہے جس نے قرآنی احکامات اور احادیث نبویؐ کا مقابلہ کیا وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے نیست و نابود ہو گیا۔

میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا کیونکہ ابھی مشائخ، علماء کرام اور مجاہدین کی تقاریر سے آپ لوگوں کو استفادہ کرتا ہے، دینی مدارس کے تحفظ کے سلسلے میں منعقد کیا گیا یہ عظیم اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ دینی مدارس کا پورا پورا احترام کیا جائے اگر آپ نے دینی مدارس کا احترام کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو بقا، استحکام اور ترقی عطا فرما دے گا، اور اگر آپ فکری طاقتوں امریکی اور یورپی اشاروں پر توحید و ملت کے ان اداروں کے لیے دل میں ان کو نقصان پہنچانے کا کوئی غلط ارادہ رکھتے ہیں تو نیست و نابود ہو جاؤ گے۔

تو خدا ہے کفر کی حرکت پہ ختمہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجایا نہ جائے گا

(اہمارا نظام، جون ۱۹۹۹ء)



تقریب ختم القرآن و تقسیم انعامات

جامعہ ابو ہریرہ کی جامع مسجد عمار میں اجتماع سے خطاب

جامعہ ابو ہریرہ، علوم نبوت کا شاندار گلشن ہے :

۲۰ اگست بروز منگل جامعہ ابو ہرہ کی جامع مسجد عمار میں ختم القرآن کی بابرکت پروکار اور شاندار تقریب منعقد ہوئی۔ مقامی لوگوں کے علاوہ قرب و جوار سے احباب کو مدعو کیا گیا تھا۔ صبح نو بجے سے تقریب کا آغاز ہوا، جامعہ ابو ہریرہ کے مہتمم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے تقریب کے شرکاء کو خوش آمدید کہتے ہوئے آج کی مجلس کے انعقاد پر مختصر خطاب فرمایا۔

مہمان خصوصی شیخ الحدیث مجاہد کبیر حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے عظمت قرآن پر مفصل روشنی ڈالی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کاش لوگوں کو آسمانی کتاب کے معجزے کا پتہ چل جائے، آج مادی علوم پر توجہ ہے، خان ہو یا نواب، وڈیرا ہو یا عام آدمی سبھی انگلش اور انگریزی تعلیم کے پیچھے پڑے ہیں۔ شب و روز انگریزی تعلیم پر توجہ ہے، بچوں کو سارا دن انگریزی سکولوں میں مصروف رکھا جاتا ہے، پھر گھر میں ان کے لیے ٹیوشن رکھ کر بے تحاشہ دولت لوٹائی جاتی ہے کہ بچے صحیح معنوں میں انگریز کا جانشین بن سکے۔ مسلمان گھرانوں میں قرآن کو بھلایا

جا چکا ہے، دینی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے حالانکہ یہی قرآن قوموں کے عروج کا سبب بھی بنا ہے اور اسی قرآن کی وجہ سے قومیں تباہ بھی ہو چکی ہیں۔ جو قرآن سے وابستہ ہو گیا اسے ترقی اور کمال نصیب ہوا اور جس نے قرآن کو چھوڑا دنیا میں بھی ذلیل ہوا اور آخرت میں بھی اس کی بربادی ہے۔ آج کے پُر فتن دور میں بچوں کو قرآن کی تعلیم دلانا اور دینی اسلامی تربیت کے لیے چھوڑنا والدین کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے، علماء دین، قراء و حفاظ کا کردار قابل صد تحسین ہے کہ فتنہ کے اس دور میں قرآن پڑھاتے اور پڑھتے ہیں، یہی گروہ اور ان سے وابستہ لوگ نجات پانے والے اور کامیاب ہیں، پیغمبر اسلام حضور پُر نور ﷺ نے چودہ سو سال قبل صحابہ کرام سے فرمایا تھا کہ: نیک اعمال کرو اور ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ، فتنے آرہے ہیں ایسا زمانہ آئے گا کہ فتنوں کا تاریک اندھیرا چھا جائے گا، انسانوں کا یہ حال ہوگا کہ صبح کو مسلم، شام کو کافر، شام کو مسلمان اور صبح کو کافر ہو جائیں گے۔

آج انسان اپنا دین و ایمان پیسوں کے عوض بیچ رہے ہیں ایسے دور میں ایک بچہ کو مدرسہ میں قرآن کی تعلیم کے لیے بٹھانا بہت بڑا کارنامہ اور دین کی عظیم خدمت ہے جس کا اجر و بدلہ آخرت میں نظر آئے گا، حافظ القرآن اپنے قوم کے دس افراد کی شفاعت کریگا وہ افراد جو جہنم کے مستحق ہوں گے، قبر کی تاریکی میں قرآن ساتھ ہوگا، اور حافظ قرآن سے کہے گا کہ میری وجہ سے تم نے بھوک، پیاس برداشت کی، شب و روز جاگ کر گزارے، اندھیری قبر میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔

آج کے دور میں قرآن وحدیث کی روشنی پھیلانا علماء کی بہت بڑی خدمات ہیں، بعض شر پسند لوگ مدارس کی بیخ کنی کے درپے ہیں، پوری تیاریوں کے ساتھ

مدارس کے خلاف کاروائیاں شروع ہو چکی ہیں۔ آج مدارس کا تحفظ اور اہتمام ہر مسلمان کا اولین فریضہ ہے، اگرچہ یہ ایک مشکل ترین کام ہے۔ بہر حال جامعہ ابوہریرہ کی یہ نہ وقار اور بابرکت تقریب باعث مسرت ہے۔ آج خوشی کا دن ہے کہ ہم حفظ القرآن کی تکمیل کے پروگرام میں شریک ہیں۔ لوگ انجینئر اور ڈاکٹر بننے پر کتنی خوشیاں مناتے ہیں، اصل خوشی تو قرآن کی تعلیم مکمل ہونے پر ہونی چاہیے۔ جامعہ ابوہریرہ اور حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کو اللہ نے خدمت دین کے لیے جن لیا ہے۔ تصنیفات، تالیفات، تبلیغ اور دعوتی خدمات اس کے علاوہ ہیں۔ مولانا حقانی کی قلمی اور تحریری خدمات علاقائی اور ملکی نہیں بلکہ عالمی سطح پر مسلم ہیں۔

جامعہ ابوہریرہ علوم نبوت کا حسین گلشن ہے۔ خدا گواہ ہے یہی دینی مدارس ہیں جو بغیر سرکاری مدد کے بڑی بڑی جامعات کا کام کر رہے ہیں آپ جامعہ ابوہریرہ میں دیکھیں، درس نظامی، القاسم اکیڈمی، مطبوعات کا شاعر تسلسل، بحث و تحقیق کے ادارے ہسپتالوں کا قیام حفظ القرآن سکول کا اجراء سب قابل رشک ہیں اللہ کریم اسے قائم و دائم رکھے۔ اور حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی اور جامعہ کے اساتذہ کرام کی دینی خدمات کو قبول فرمادیں۔ (آمین)

خطاب سے قبل حضرت ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہ نے حفظ القرآن مکمل کرنے والے طلباء کو آخری سورتیں پڑھائیں، تقریب کے اختتام پر ششماہی امتحان میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کو انعامات دیئے گئے۔ مہمان خصوصی نے خود اپنے دست مبارک سے انعامات تقسیم کئے۔

(ماہنامہ القاسم تبصرہ ۲۰۰۲ء)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ

اضائل بالانوشہرہ میں مولانا عبدالحقؒ کانفرنس (۱۶ اپریل) سے خطاب

الحمد لله وكفى وسلام على عبادة الذين اصطفى اما بعد
فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم ۝ بسم الله الرحمن الرحيم ۝
هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: أَعْلَمَاءُ وَرُكَّةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَنُيُودُونَ وَمَنَّا أَوْلَىٰ دِرْعَمًا بَلْ وَرَكُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَغْنَاهُ أَخَذَ بِحِفْظٍ وَأَقْبَرِ۔

ایک عبقری شخصیت :

قابل صدا احترام علماء کرام و مشائخ عظام اور علوم اسلامیہ عربیہ کے طلباء کرام اور دین اسلام سے وابستہ بزرگوں اور بھائیو ایک جلیل القدر ہر شے ضللت، مقدس عبقری شخصیت، زینۃ المحدثین، اسوۃ الفقہاء والمفسرین، فخر الأکابر والأماثل حضرت العلامة مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعةً وقُدس سرہ العزیز وجعل جنۃ الفردوس مأواه ومثواه وورقه صحبۃ المسن والصدوقین والشهداء والصلحین وحسن أولئک رفیعاً کی یاد میں یہ عظیم الشان، بابرکت اور نورانی اجتماع منعقد ہوا ہے۔

یقیناً ہمارے شیخ و مربی نور اللہ مرقدہ و ہر معضجہ کے فیوض و برکات

سے پاکستان اور ملحقہ قبائل میں ہزار ہا فرزندانِ توحید فیضیاب ہوئے ہیں، مجھ حقیر اور ناچیز پر حضرت شیخؒ کے احساناتِ حد و حساب سے باہر ہیں۔ ”من لم يشكر الله“ (جو لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا، وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں بن سکتا) یہ درس و تدریس کی نعمتیں جو رب العالمین جل جلالہ نے نصیب فرمائی ہیں، حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی الطاف و عنایات کے بدولت ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ کا آغاز :

مجھے خوب یاد ہے کہ جب حضرت الشیخؒ اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے تو اپنی مسجد واقع محلہ سکے زئی میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں طلبہ کو پڑھانے لگے۔ تقریباً دس بارہ طلبہ ان کے درس میں ہوتے تھے۔ ان طلبہ میں میرے بڑے بھائی مولانا حافظ سید محسن شاہ مرحوم اور میرے ماموں مولانا سید مبارک شاہ مرحوم بھی حضرت رحمۃ اللہ سے تفسیر و حدیث کی کتابیں پڑھ رہے تھے۔ کبھی کبھی مجھے میری والدہ مکرمہ کسی کام کے سلسلہ میں اپنے بڑے بھائی کے پاس بھیجا کرتی تھیں تو حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ارد گرد بڑے بڑے معلم طلبہ بیٹھے ہوتے تھے، اور حضرت کاواز بلند درس دیا کرتے تھے۔

تفریح و چہل قدمی :

میرے والد بزرگوار حضرت مولانا سید قدرت شاہ مرحوم حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت مولانا معروف گلؒ کے رفقاء میں سے تھے اور حضرت کے ساتھ ذلہانِ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت الشیخؒ روزانہ نماز عصر اپنی مسجد میں پڑھا کر مسجد اعظم گڑھ تشریف لاتے، جہاں میرے والد مرحوم پیش امام تھے

پھر دونوں حضرات وہاں سے اکوڑہ ٹیشن تک چہل قدمی کرتے واپسی حضرت الشیخ مسجد اعظم گڑھ میں مغرب کی نماز پڑھا کر اپنے دولت کدہ واپس تشریف لے جاتے۔

حضرت مدنیؒ کی نگاہ امتخاب :

دارالعلوم دیوبند میں دورانِ طالب علمی بعض طلباء کو کتابیں پڑھاتے تھے۔ اساتذہ مشائخ کرام کی حد درجہ توجیر و تکریم فرماتے تھے، شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کے نگاہ امتخاب نے ہمارے شیخ حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ کو اپنے مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں منصب تدریس کے اعزاز و اکرام سے نوازا، اپنی شیخ درشد کی دعوت پر لیبیک کہتے ہوئے حضرت دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ ادنیٰ درجے کی کتابیں پڑھانے لگے، بہت جلد حضرت کی قابلیت، افہام و تفہیم کی بے مثال صلاحیت، فصاحت و بلاغت کی شہرت ہوئی۔

۷۴ء میں وطن واپسی :

جولائی ۱۹۴۷ء میں حضرت تعطیلات موسم گرما میں اپنے وطن مالوہ تشریف لائے۔ میں ان دنوں حضرت مولانا قاضی حبیب الرحمنؒ سے مکلفیہ، کبیر الدقائق، نقحۃ الیمن پڑھ رہا تھا، جن کو حضرت نے مدرسہ تعلیم القرآن اکوڑہ خشک میں دینی کتب پڑھانے کے لیے بطور مدرس مقرر فرمایا تھا۔

مدرسہ تعلیم القرآن اور قاضی حبیب الرحمنؒ :

مدرسہ تعلیم القرآن جس میں پرائمری تک تعلیم دی جاتی تھی اور ساتھ ساتھ طلبہ دینیات بھی لازمی مضمون کے طور پر پڑھتے تھے۔ اسی مدرسہ کی بنیاد شیخ الاسلام

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے رکھی تھی، حضرت شیخ الحدیث ان کے سرپرست تھے اور اکوڑہ خٹک کے بعض مخلص حضرات اس مدرسہ کے اراکین تھے۔ حضرت نے مولانا قاضی حبیب الرحمنؒ کو اس مدرسہ میں مقرر فرمایا تاکہ جو طلبہ پر انگریزی سکول سے فارغ ہو جائیں اور وہ عربی علوم پڑھنے کے مشتاق ہوں، ان کو دینی کتابیں پڑھائیں، اس کو عربی شعبہ کے نام سے ایک مستقل شعبہ بنادیا۔ یہ ناچیز اور علاقہ خٹک کے موجودہ قاضی حضرت مولانا قاضی انوار الدین صاحب اس عربی شعبہ کے اولین طلبہ تھے۔ اکوڑہ خٹک کے چار دیگر طلبہ بھی اس شعبہ عربی میں داخل ہوئے مگر انہوں نے ایک سال پڑھنے کے بعد انگریزی سکول میں داخلہ لے لیا۔

جب حضرت ہمیں کافیہ پڑھاتے تھے :

جولائی ۱۹۳۲ء میں جب حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعطیلات میں اکوڑہ خٹک تشریف لائے تو میرے والد بزرگوار نے حضرت شیخ الحدیث کو فرمایا کہ اس دفعہ شیر علی شاہ اور انوار الدین دونوں کو اپنے ساتھ دارالعلوم دیوبند لے جائیں، یہ دونوں وہاں آپ کی خدمت کریں گے اور آپ سے علمی استفادہ کریں گے۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ ان تعطیلات میں آپ دونوں روزانہ آیا کریں اور کافیہ شروع کریں تاکہ علم نحو میں استعداد پیدا ہو، ہم دونوں علی الصباح حضرت کے دربار میں حاضر ہو جاتے اور ان کے مہمان خانہ میں ان سے کافیہ پڑھتے تھے۔ حضرت کے مبارک ہاتھوں میں تحریر سنہٹ کی کتاب ہوتی تھی اور عجیب انداز میں ہمیں کافیہ پڑھاتے تھے، دن بدن ہمارا علمی شوق و ذوق میں اضافہ ہوتا رہا اور دارالعلوم دیوبند کے درو دیواروں کو دیکھنے کے تصورات سے دل و دماغ میں سرور و انبساط محسوس کرتے۔

۱۴ اگست کو جب تقسیم ہند کا فیصلہ کیا گیا، غالباً ۲۷ رمضان کی رات
 تھی، اکوڑہ خٹک کے باشندوں ہندو، سکھ کی کثیر تعداد کو پولیس ونوج کی نگرانی میں ٹرین
 کے ذریعہ ہندوستان بھیجا گیا۔ شوال کا مہینہ تھا میں حضرت سے کافیہ پڑھ
 رہا تھا، مہمان خانہ کی کھڑکیوں سے لوگ نظر آ رہے تھے جو ہندوؤں کے گھروں اور
 دوکانوں سے سامان لوٹ کر اپنے گھروں کو لے جا رہے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث رونی لکے :

حضرتؑ نے جب دیکھا تو رونے لگے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے لگے، فرمانے لگے، کیا ظلم ہو رہا ہے، میں حیران تھا کہ حضرتؑ کیوں رورہے ہیں، حضرتؑ کی دور رس نگاہیں مسلمانانِ ہند کی طرف متوجہ تھیں، اپنے مشائخِ کرام اور اسلافِ عظام کی جدیٰ ان کو ذرا رعایت تھی۔ اکوڑہ خٹک کی وسیع عید گاہ میں عید الفطر کی نماز کے موقع پر تقسیم ہند پاکستان کے سلسلہ میں سوز و گداز سے بھرپور تقریر فرمائی اور لاکھوں مسلمانوں کی خونریزی، فسادات اور اکابرینِ دیوبند کی جدائی پر حسرت انگیز کلمات ارشاد فرمائے، سب لوگ رورہے تھے۔

طلبہ کا اصرار اور تدریسی خدمات :

ماہوشوال کے وسط میں ضلع پشاور اور ضلع مردان کے وہ طلبہ حضرت کے پاس آئے جو دارالعلوم دیوبند میں حضرت سے پڑھ رہے تھے۔ سب مغموم و پریشانی کے عالم میں تھے کہ اب کیا ہوگا ہم کہاں سے اپنی علمی تعلیمی پوری کریں گے، حضرت نے اپنے رفیق اور شیخ ذوالکرم سے کہا کہ یہاں سے اپنی علمی تعلیمی پوری کریں گے۔

رکنے کی خاطر اپنی مسجد میں حدیث، تفسیر اور کتابوں کی خوشخبری سنائی کہ جب تک دارالعلوم دیوبند جانے کے لیے راستے ہموار نہیں ہوتے تو یہاں آپ لوگ پڑھتے رہیں تاکہ تمہارے اوقات ضائع نہ ہوں۔

حضرت کی اولین تدریسی ٹیم :

پہلے سال دورہ حدیث شریف میں آٹھ طلبہ تھے دوسرے سال تعداد بڑھ گئی حضرت نے اپنے ساتھ اپنے تلامذہ کو بھی تدریسی خدمات سرانجام دینے پر مامور فرمایا جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو چکے تھے مرحوم قاضی حبیب الرحمن تو پہلے ہی سے مدرس تھے، حضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ، حضرت مولانا میاں محمد فیاض اور حضرت مولانا ڈاکٹر اسرار الحق تدریسی خدمات سرانجام دینے میں مصروف ہوئے۔ حضرت کی مسجد میں یہ پانچ علماء کرام مختلف کتابیں پڑھانے لگے۔

طلبہ کا مشورہ اور حقانیہ کے لیے چندہ :

طلبہ نے باہمی مشورہ کر کے حضرت سے اجازت مانگی کہ حضرت ہمارا خواہش ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں ہمیں دس دن کی تعطیلات دی جائیں، تاکہ طلبہ اپنے اپنے علاقوں کے اہل خیر حضرات سے دارالعلوم حقانیہ کے لیے چندہ جمع کر سکیں۔ حضرت نے اساتذہ اور اراکین سے مشورہ کر کے اجازت دیدی۔ ہم بھی ساتھ، بخشنالی، سحرات، رستم وغیرہ کی طرف نکلے۔

دس دن میں چالیس (۴۰) روپے کا چندہ :

ہمارے ساتھیوں میں محترم قاضی انوار الدین صاحب مرحوم، عبدالرزاق

نعین مرحوم اور مولانا محمد شریف آف مصری ہانڈہ تھے۔ ہم نے دس دن میں صرف چالیس (۴۰) روپیہ چندہ جمع کر لیا۔ ان دنوں لوگ چندہ سے نا آشنا تھے، بشکل دوا آنے چار آنے چندہ وصول ہوتا تھا۔ ہم مسجدوں میں نمازوں کے بعد لوگوں سے دارالعلوم حقانیہ کا تعارف کراتے تھے کہ تقسیم پاک و ہند کی وجہ سے طلبہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم اور دہلی کے مدارس سے محروم ہو گئے ہیں، اب اکوڑہ خٹک میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سابق استاد دارالعلوم دیوبند نے دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اس میں اس وقت اتنے طلبہ اتنے اساتذہ سے قرآن وحدیث پڑھ رہے ہیں، ان کی امداد ہر مسلمان کا فریضہ ہے تو مسجد والے لوگ دودوا آنے چندہ دیتے۔ سب چندہ دو ڈھائی روپیہ بن جاتا تھا۔ ہم پیش امام کے نام رسید لکھ دیتے تھے۔ متفرق حضرات، بمعرفت مولانا صاحب پیش امام مسجد میاں گان وغیرہ۔

دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی ہے :

آج رب العالمین جل جلالہ کے عنایات بے غایات اور لائق احسانات کے مناظر آپ کے سامنے ہیں کہ دارالعلوم حقانیہ کو شان کریگی نے وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ خود دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر، عظیم المرتبت، سلطان العلماء، حضرت مولانا قاری محمد طیب طیب اللہ شاہ جب دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ اجلاس دستار بندی میں تشریف لائے اور دارالعلوم حقانیہ کے علمی خدمات کا مشاہدہ فرمایا تو بے اختیار فرمانے لگے دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی ہے۔

آج تمام عالم اسلام میں دارالعلوم حقانیہ کے مستفیدین اور فضلاء پھیلے ہوئے ہیں اور اطراف و کناف عالم میں دین کے اہم شعبوں میں مصروف عمل ہیں۔

خطباء و اعظمین مدرسین، مولفین، قضاة، مفتیین، اصحاب اہتمام و انصرام بڑے بڑے عہدوں پر فائز و متمکن ہیں۔ آج دارالعلوم حقانیہ اقامہا اللہ و ادامہا عتق کے شرع کا صدق ہے۔

مشرق حتی لمن للشرق مشرق وغرب حتی لمن للغرب مغرب
دارالعلوم حقانیہ کا فیض مشرق و مغرب تک پہنچ گیا ہے۔ بہر زمین کہ رسید آسمان پیام ست۔ جہاں بھی جائیں، آپ کو اس عظیم علمی مرکز کے فیض یافتہ ملیں گے۔ کیف ما تلقى علماء نہیں ایسے ویسے فضلاء نہیں بلکہ نامور، محقق، مدق، علماء، شیعہ التفسیر، شیوخ الحدیث، عبقری فقہاء اور اصولیین آپ کو نظر آئیں گے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی :

یہ ہمارے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی جو آپ کے سامنے جلوہ افروز ہو بہت اہم، نمایاں مناصب پر فائز ہیں۔ ایک معیاری امتیاز علمی مرکز جامعہ ابو حریہ کے مہتمم ہیں۔ صاحب تحریر و تقریر ہیں، بے شمار علمی، دینی، مذہبی کتابوں کے مصنف مسلم الثبوت خطیب، مجاہد، تصوف اور خلافت جیسی مقدس صفات کے حامل ہیں۔

ع قیاس کن دہگستان من بہار مرا !

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی جو یہاں موجود ہیں ان پر دارالعلوم حقانیہ ہزاروں فضلاء قیاس فرمادیں۔

اضاخیل کے باچا صاحبان :

یہ اضاخیل بالا کے صاحبزادگان کرام، صاحبزادہ حضرت مولانا رحیم باچہ صاحب اور صاحبزادہ حضرت مولانا ثار اللہ باچہ صاحب اور ان کے صاحبزاد

مولانا انوار اللہ باچا صاحب یہ سب دارالعلوم حقانیہ ہی کے فضلاء ہیں، اسی چشمہ علم و عرفان سے سیراب شدہ حضرات ہیں۔ اضاخیل میں یہ عظیم علمی و انشادہ جامعہ اسلامیہ جس میں سینکڑوں طلبہ اور طالبات قرآن و حدیث کے علوم و معارف پڑھ رہے ہیں، یہ دارالعلوم حقانیہ کی شاخیں اور فروع ہیں۔ آج دارالعلوم حقانیہ کشمیر طوبیہ اصلہا قایت و فرعہا فی السماء (براہیدہ ۲۳) (مانند درخت پاکیزہ کی جڑ اس کی تنکم ہے اور ڈالیاں اس کی شیع آسمان کے) اس کی جڑیں تحت الارضی تک پہنچی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان کو بوسہ دے رہی ہیں۔

بعض دیگر مدارس کا تذکرہ :

یہ محترم قاری عمر علی صاحب اور ان کا عظیم الشان مدرسہ جامعہ تحسین القرآن اور حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب اور ان کا ممتاز جامعہ عثمانیہ اور حضرت مولانا نصیب علی شاہ کا عظیم مرکز علمی، مولانا محمد حسن صاحب کا عظیم جامعہ حلیمیہ پیر و سینکڑوں مدارس ہیں، سینکڑوں فضلاء ہیں جو دارالعلوم حقانیہ کے آغوش تربیت سے فیض یافتہ ہیں۔ درحقیقت یہ ہمارے مخدوم و موقر، مرشد و مربی حضرت شیخ الحدیث کے سراپا اخلاص و اللہیت اعمال صالحہ کی برکات و ثمرات ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث کی تضرع و عبدیت :

ان کے تضرع و الخاح سے معمور دعوات مستجاب کا اثر ہے۔ میں نے حضرت کی معیت میں کئی اسفار کئے ہیں۔ کئی بار ملتان کے مدارس، خیر المدارس اور قاسم العلوم کے اجلاسوں، جامعہ اشرفیہ لاہور کے جلسوں، راولپنڈی کے مدارس کے جلسوں اسی طرح بنوں کے مختلف مدارس کرک، کوہاٹ، پشاور، مردان، چارسدہ وغیرہ جہاں

کہیں بھی حضرت کا پروگرام ہوتا تھا تو حضرت اس خادم کو شرف خدمت سے نوازا کرتے تھے۔ آدمی رات کے بعد حضرت مصلے پر بیٹھ کر نوافل اور ادائے وظائف پر مشغول ہو جاتے تھے اور زار و قطار روتے تھے، ان کے ان دعواتِ نیم شبی کے برکار ہیں کہ جہاں جائیں دارالعلوم حقانیہ کا فاضل موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت میں اعلیٰ منصب پر فائز کیا ہے۔

دلا بسوز کہ سوز تو کارہا بکند

دعائے نیم شبیت دفعِ صد بلا کند

کاش! اس عظیم اجتماع کو دارالعلوم حقانیہ میں ہی رکھتے، بہر حال الجبال اضافیل بالا قابلِ صداد و تحسین ہیں کہ انہوں نے سبقت کا تمغہ حاصل کیا اور السابقون السابقون اولئک ہم المفلحون میں شامل ہو گئے۔

ایک تمنا :

میری تمنا ہے کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے حوالے سے ایک عالمی اور مثالی کانفرنس ہو جس میں عرب و عجم کے نامور مشائخ علماء بلائے جائیں، دارالعلوم دیوبند کے تمام اکابر، ندوۃ العلماء اور مظاہر العلوم کے اکابر کو دعوت دی جائے اور دارالعلوم حقانیہ کے تمام فضلاء کو دعوت دی جائے۔

میں انہی کلمات پر اپنی تقریر ختم کر رہا ہوں۔ میں بیمار ہوں، اب بھی ہے مگر اپنے محسنِ عظیم، مربی و مرشد کی یاد میں منعقدہ اجلاس میں شرکت اپنے سعادت سمجھ رہا ہوں بمشکل یہ چند کلمات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں۔ مع خراشی پر معذرت خواہ ہوں۔ (ماہنامہ القامی، جون ۲۰۰۶ء)

فضیلت علم و ذکر

جامعہ ابو ہریرہ میں منعقدہ مجلس ذکر کے موقع پر دولہ انگیز خطاب

بعد از خطبہ مسنونہ! یہ وقت بہت مبارک ہے۔

دلا بسوز کہ سوزے تو کارہا بکند

دعائے نیم شبیت دفعِ ہر بلا بکند

دُعا عبادت کا مغز ہے :

”الدُّعَاءُ مَغْزُ الْعِبَادَةِ“ (دُعا عبادت کا مغز ہے) اور پھر خاص کر آدمی

رات کے وقت میں دُعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

علی الصباح کہ مرؤم بسوئے کار روند

بلا کشانِ محبت بکوئے یار روند

ہر کہ اور رنجِ دم و ریاد حق بیدار نیست

اور محبتِ راچہ داند لائقِ دیدار نیست

سحری کے وقت کی فضیلت :

بندہ صبح کی نماز کیلئے ضرور اٹھتا ہے لیکن چندرہ میں منٹ پہلے اٹھ جائے تب

پڑھ لے تو یقیناً قلب میں نورانیت پیدا ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انکے لیے علم کے

راستے کو آسان کر دے گا۔ ذکر اور یادِ الہی سے دل کا شیشہ بالکل صاف ستھرا ہوتا

ہے۔ اس سے طالبِ علم کا حافظہ حد سے زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جب پتہ چلا کہ یہ تو ہمارا بھائی حضرت یوسف علیہ ہے اور پھر تخت پر والدین بھی بیٹھے ہیں، انہوں نے اقرار جرم کیا کہ ہم نے بہت زیادتی کی ہے (یوسف کو کنویں میں ڈالا، والد صاحب کے سامنے جھوٹ بولا کہ ہم آگے جا رہے تھے اور حضرت یوسف سامان کے پاس بیٹھے تھے، بھیڑیا آیا اور یوسف کو کھا گیا، لبا قصہ ہے، کبھی کچھ کہہ رہے تھے اور کبھی کچھ، پھر اللہ تعالیٰ نے آپس میں جمع کر دیئے) تو والد صاحب کو کہتے ہیں۔ "يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا" اے ابا جان! ہمارے لیے بخشش طلب کرنا، ہم بہت گنہگار ہیں، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: "سَوْفَ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي" قریب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے بخشش طلب کروں مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ سحری کا وقت بتا رہے تھے، سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اپنی خاص رحمت کا نزول فرماتے ہیں اور اپنی مخلوق کو بارگاہِ بلند پکارتے ہیں کہ ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا کہ ان کے گناہوں کو بخش دوں؟ ہے کوئی رزق طلب کرے والا کہ رزق کے دروازے ان پر کھول دوں؟ ہے کوئی سائل کہ اس کے سوال کو قبول کروں؟

طلب علم بھی ذکر ہے :

میرے طالب علم بھائیو! سحری کے وقت اٹھنا اور چند رکعات نماز پڑھ کر پھر ذکر اور یاد الہی کرنا اور بعد میں دعا میں مشغول ہونا۔ یہ بہت مبارک وقت ہے اس مبارک وقت میں اللہ دعا قبول فرماتے ہیں۔ آپ کا یہ نفس طلب علم بھی ذکر ہے اگر ایک طالب علم نحو میر پڑھتا ہے، ہدایت الخ پڑھتا ہے، میزان الصرف پڑھتا، یا علم الصیغہ پڑھتا ہے تو وہ بھی ذکر الہی میں ہے، علم کی راہ میں ہے، ہمارا مقصود قرآن

پاک اور رسول اللہ ﷺ کے احادیث ہیں اور علم فقہ قرآن پاک اور حدیث مصطفیٰ ﷺ سے مستنبط ہے لیکن یہ صرف دُخو اور علم معانی اور دیگر علوم اسلامیہ قرآن و حدیث کے خادم ہیں۔

دین سارے کا سارا ادب ہے :

ایک طالب علم نے صرف دُخو نہیں پڑھی، تو وہ صیغہ کس طرح پہچان سکے گا، صیغہ کا جاننا ضروری ہے، باب کا جاننا ضروری ہے، فعل، فاعل اور مضاف الیہ کا جاننا ضروری ہے، ورنہ معنی میں غلطی ہوگی، اسی وجہ سے اگر کوئی علم صرف حاصل کرتا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے، اگر ایک طالب علم نحو کے مسائل سیکھتا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے، پختہ علم حاصل کرنا، ہر علم پختگی سے حاصل کرو اور مسجد کا ادب و احترام کرنا، کتاب کا ادب و احترام کرنا، استاد کا ادب و احترام کرنا اور والدین کا ادب و احترام کرنا، الدین کلہ ادب۔ دین مکمل ادب ہے.....

ادب تاجِ است از لطف الہی بندہ بر سر بردہ ہر جا کہ خواہی

استاد اور کتاب کا ادب :

جنہوں نے ادب کو اپنایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت کام لیا ہے، آپ جن مدرسین کو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کام لیا ہے، انہوں نے اساتذہ کی جوتیاں سیدھی کی ہیں، اساتذہ کا ادب و احترام کیا ہے، ہر چیز میں باقاعدہ ادب و احترام کا خیال رکھنا، کتاب کا ادب تو سب سے زیادہ کرنا چاہیے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید تمام کتب کے اوپر رکھنا ہے۔ حدیث کی کتابیں تمام کتابوں کے اوپر رکھنی ہیں، فقہ

کی کتابیں نحو کی کتابوں کے اوپر رکھنی ہیں، اسی طرح استاد کا ادب و احترام کرنا ہے، استاد سے آگے مت جانا، بلکہ استاد سے اگر کوئی سوال پوچھنا ہے تو وہ بھی اس نیت سے پوچھنا چاہیے کہ میں سمجھ جاؤں، اگر اس نیت سے سوال کرتے ہو کہ استاد کو طلبہ کے سامنے خاموش کروں اور طلبہ کو پتہ چلے کہ میرا علم استاد کے علم سے زیادہ ہے تو ایک حرف بھی نہیں سمجھ سکو گے۔

میرا ایک ساتھی تھا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے، بہت بڑا ذہین تھا، اکثر کتب اس کو یاد تھیں لیکن استاد کا ادب نہیں کرتا تھا، پھر آخر میں کبھی شیعوں کے جلسوں میں تقریر کرتا تھا، کبھی غیر مقلدین کے جلسوں میں تقریر کیا کرتا تھا، کبھی ادھر کبھی اُدھر، ایک دفعہ مولانا عبدالحلیم زربوٹی کی مجلس میں بیٹھا تھا، ایک بات کہی اس نے ڈانٹا اور کہا کہ خاموش ہو جاؤ، مگر وہ خاموش نہ ہوا تو حضرت مولاناؒ نے اس کو دو تین تھپڑ لگائے، استاد کا احترام کر دے تو اللہ تعالیٰ علم کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے گا، استاد اگر کمزور ہو، تب بھی شاگرد پر احترام لازم ہے۔

امام اعظمؒ اور احترام استاد :

بعض کتابوں میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس ایک جام آتے تو آپ اس کا بھی احترام کرتے، باقاعدہ اٹھتے تھے، لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو حجام ہے، آپ فرماتے کہ ایک مسئلہ میں یہ میرا استاد ہے، مجھ سے کسی نے پوچھا تھا کہ کتے کے بلوغ کا پتہ کس طرح لگتا ہے (دیکھو امام اعظمؒ ایسے مسائل بھی حل کرتے تھے، اگر ہم سے کوئی پوچھتا تو ہم کہتے کہ چلے جاؤ، ڈانٹ دیتے یہ بھی کوئی سوال ہے) کسی نے سوال کیا تھا، شاید اس کو اس مسئلہ کی ضرورت ہوگی، کتابوں کا مطالعہ کیا لیکن یہ مسئلہ نہ مل سکا، اس حجام

نے آپ کو دیکھا تو کہا کہ کیوں آپ پریشان نظر آ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کے متعلق کسی نے سوال کیا ہے، تو حجام نے کہا کہ یہ تو آسان مسئلہ ہے کتاب پیشاب کرتے وقت جب پاؤں اٹھائے تو یہ اس کے بلوغ کی نشانی ہے۔ نابالغ کتاب پیشاب کرتے وقت پاؤں نہیں اٹھاتا، امام صاحب بہت خوش ہوئے۔ بعض مسائل کا تعلق حرج بہ سے ہوتا ہے، امام صاحب نے کبھی بھی اپنے پاؤں استاد کے گھر کی طرف نہیں پھیلائے، جس طرف استاد کا گھر ہوتا، اسی طرف پاؤں نہیں پھیلاتے تھے۔

دور جدید کے بعض طلبہ سے مباحثہ :

آج کل بعض طلبہ بڑے ب ادب ہوتے ہیں، میں حزدلفہ میں تھا، مدینہ منورہ کے جامعہ کی جانب سے بعض طلبہ "التوعية الإسلامية" میں حج کے دنوں میں لوگوں کو حج کے احکام و مسائل بتاتے تھے، مختلف زبانوں میں، پشتو میں، فارسی میں، اردو میں، اور دیگر مختلف زبانوں میں۔ ہمارے ساتھ جامعہ کے اساتذہ کرام بھی تھے، ہمارے استاد محترم شیخ عرفلانیؒ نے مجھے واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے میرے والد محترم بچپن میں شیخ الاسلام، شیخ العرب والعم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بھائی کے زیر اہتمام مدرسہ علوم شرعیہ میں لے گئے جو بالکل مسجد نبویؐ کے احاطہ میں تھا، حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب دامت برکاتہم (جو بیان کے دوران تشریف فرما تھے) کے شیخ حضرت العلامة زبیر المحدثین حضرت مولانا محمد زکریاؒ اس مدرسہ کے نچلے حصہ میں مقیم تھے۔ اوپر بہت عظیم کتب خانہ تھا، تو عرفلانیؒ نے کہا کہ والد مجھے لے گیا اس مدرسہ میں داخل کرنے کے لیے تو مولانا مدنیؒ کے بھائی نے مجھے ایک ریال عطا کیا۔ میں نے دوڑتے ہوئے وہ ریال اپنے والد کو دیدیا، تو مولانا مدنیؒ

کے بھائی بہت خوش ہوئے تو اس نے ایک اور ریاں دیدیا کہ یہ تو بہت عجیب پچ ہے، وہ ریاں بھی میں نے والد کو دیدیا، میں پورا دن مدرسہ میں رہا، جب شام کو گھر آ گیا تو گھر سامان سے بھرا تھا، دور ریاں سے میرے والد نے بہت سارا سامان خرید لیا تھا، اتنی برکت تھی، وہ علماء دیوبند کا بہت احترام کرتے تھے تو مولانا عرفان اور دوسرے علماء کے ہمراہ ہم عرفات سے مزدلفہ آ گئے، یہاں رات گزارنی تھی۔

ایک مسئلے پر بحث چھیڑ گئی۔ بات لمبی ہوئی تو ساتھیوں نے کہا کہ سونا چاہیے، تو میں نے عرفان کو کہا آپ کا بسترہ بچھا دوں، اس نے کہا ٹھیک ہے جب میں نے بسترہ بچھا دیا تو ایک عرب طالب علم تھا، اس نے کہا اس طرف بچھاؤ۔ میں نے کہا کہ قبلہ کی طرف پاؤں آتے ہیں تو کہا کہ اس میں کیا حرج ہے اگر قبلہ کی طرف پاؤں پھیل جائیں، میں نے کہا خدا کے بندے یہ کیا کہتے ہو، قبلہ کی طرف پاؤں پھیلاتا بے ادبی ہے تو اس نے کہا کہ ”ما الدلیل علیٰ ذلک“ اس پر دلیل کیا ہے میں نے کہا دلائل تو بہت ہیں لیکن وجدان کا بھی یہ تقاضا ہے کہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلاتا درست نہیں ہے، تو کہا وجدان کیا ہوتا ہے، تو میں نے کہا کہ شیخ عبدالعزیز بن باز (یہ بہت بڑی شخصیت تھی یہ میرے اساتذہ میں سے تھے، شیخ الجامعہ تھے، بعد میں دارالافتاء کے رئیس مقرر ہوئے تھے) میں نے کہا وہ اندھے ہیں، اس کے سامنے آپ پاؤں پھیلا کے سو جاؤ گے؟ وہاں اور عرب طلبہ بھی تھے، انہوں نے کہا: ”حاشا و سکتا“ ہرگز نہیں میں نے کہا شیخ بن باز اندھے ہیں، پھر بھی ان کی طرف پاؤں پھیلاتا بے ادبی ہے، لوگ کہیں گے کہ بے ادب یہ تم کیا کرتے ہو۔ اور دلائل تو بہت زیادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَىٰ

الْقُلُوبِ“ (ج: ۳۲) (جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے) خانہ کعبہ شعائر اللہ میں سے ہے جو اس کی تعظیم کرے گا تو یہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی بات ہے۔

اصول شعائر اللہ چار ہیں :

شاہ دلی اللہ محدث دہلوی ”حجۃ اللہ الباقیہ“ میں لکھتے ہیں کہ ”اصول شعائر اللہ چار ہیں: (۱) بیت اللہ (۲) کتاب اللہ (۳) رسول اللہ ﷺ (۴) نماز۔ یہ چار اصول شعائر ہیں شعائر شعائر کی جمع ہے شعائر نشانی کو کہتے ہیں، ہر قوم کی الگ نشانی ہے۔ پٹھان اس سے پہچانا جاتا ہے کہ واسکٹ پہنی ہو، اور کندھے پر چادر ہو۔ اگر تہجد پہنا ہو تو لوگ کہتے ہیں پنجاب کا باشندہ ہے، اسی طرح فوج کی وردی الگ ہے، پولیس کی وردی الگ ہے، ہر قوم کا الگ الگ نشان ہے تو شعائر کا معنی نشانی ہے، جس چیز کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے، یہ شعائر اللہ ہے، قرآن اٹھایا جائے تو فوراً ذہن میں آتا ہے کہ یہ کتاب اللہ ہے۔ پیغمبر کا مبارک نام آجائے تو یہ رسول اللہ ﷺ ہے، اگر مسجد پر گزرتے ہو تو ذہن میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مرکز ہے۔ روایات میں ہے کہ: ”عباد اللہ اذروا ذکر اللہ“ ”بندگان خدا کو یاد دلاؤ کہ اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے، علماء لکھتے ہیں کہ علمائے دین رہائشیں بھی شعائر اللہ ہیں۔ تو میں نے اس عرب طالب علم کو کہا کہ اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَىٰ الْقُلُوبِ“ (ج: ۳۲) (جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے)۔ روایات میں قبلہ کی طرف قضاے حاجات سے منع آتا ہے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے: ”لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِسُوءِ وَلا

ہے، جن کی تعداد ہزاروں سے تجاوز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دارالعلوم حقانیہ کے بانی مولانا عبدالحق کے جہاد کی دوسروں کا نتیجہ ہے جو طالب علم یہاں سے فارغ ہوتا تو بعد میں جہاد میں سرگرم عمل ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم شیخ الحدیث کی قبر پر لافتنائی، انوار و برکات نازل فرمائیں۔ اس جہاد میں پاکستان کے علماء، دینی مدارس اور ان مہمانوں کی طرح بہت سے غیور لوگ حصہ لیتے رہے ہیں، آج امریکہ اس وجہ سے لرزہ بر اندام ہے کہ میں ایک پر طاقت ہوں لیکن میرے ہاں امن و امان نہیں، امریکہ میں ہر طرف ڈاکہ زنی، چوری اور بد امنی ہے لیکن طالبان کا جہاد میں مصروفیت کے باوجود جن صوبوں پر کنٹرول ہے وہاں پر مکمل امن و امان ہے کوئی چوری کا تصور نہیں کر سکتا۔ اسلامی نظام عدلی و انصافی اور رواداری کا ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دست بردار ہوں کہ ہمیں شریعت اور اسلامی نظام کی بہادریوں سے نوازے۔ حصول پاکستان کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہاں پر خدائی قانون کی بالادستی ہوگی اور نظام مصطفیٰ کا دور دورہ ہوگا، لیکن نا اہل حکمرانوں اور بنیاد پرست سیاست دانوں کی وجہ سے آج تک اس نعمت عظمیٰ سے ہم محروم ہیں۔

(ماہنامہ الحق جون ۱۹۹۷ء)

☆

باب : دوم

مقالات و مضامین

اکابر کا تذکرہ

حکایات، واقعات اور مشاہدات

محدث کبیر، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کا تین "القاسم" کے لیے کسی تعارف کے محتاج نہیں، دارالعلوم دیوبند کے بابر مشیر میں دوسری آزاد اسلامی یونیورسٹی، دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث ہیں۔ عظیم سکار، لائق ترین مدرس، محقق عالم اور کلمس داعی و مبلغ ہیں۔ علمی، تبلیغی اور تعلیمی میدان میں تفسیر حسن بھری، تفسیر سورۃ الکہف، زاد المسکن، مسکن السحرة فی الاسلام اور ذیل القرآن آپ کی شہرہ آفاق تصانیف ہیں۔

انہیں اس بات کا اعتراف ہے کہ ان کو یہ عظمتیں اور فہمیں اپنے اکابر و اساتذہ کی خدمت، برقاات اور ان کی جوتیاں سیدی کرنے کی برکت سے ملی ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق "شیخ القرآن" حضرت مولانا غلام اللہ خان، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمود، حافظ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ درخشاہی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے اساطین

علم سے انہیں تلمذ نسبت اور خدمت پر فخر ہے۔ ان حضرات کی صحبت و معیت اور ان کی خدمت و رفاقت کی وجہ سے بہت سے مشاہدات، علمی و عملی واقعات اور سیرت و سوانح کے مختلف ابواب حضرت کے پاس امانت ہیں۔ ادارہ "القاسم" کے اصرار اور کلمہ ساندہ درخواست پر حضرت نے خود اپنی قلم سے انہیں تحریر کرنا شروع کر دیا ہے۔ "جو القاسم میں قسط وار شائع ہو رہے ہیں، یقیناً قارئین بھی اس کی قدر کریں گے۔" (الذکر والمعاہد، موقائعہ (الحدیث) (ادارۃ القاسم)

حضرت امیر شریعتؒ سے پہلی ملاقات :

خطیب العصر سالار احرار امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے چہرہ انور کے دیدار کی پہلی مرتبہ عہدہ الحارفین الحاج سید مہربان شاہ بخاریؒ کے سالانہ اجتماع میں سعادت نصیب ہوئی جو سالانہ عرس کے نام سے خاتماں قادریہ مہربانیہ اکوڑہ خٹک میں منعقد کرتے ہیں۔ حضرت امیر شریعتؒ نے تین کھنٹے مسلسل ختم نبوت کے موضوع پر آیات و احادیث کی روشنی میں مادۂ روزگار خطاب سے عظیم الشان اجتماع کو مسحور کر دیا تھا، جس میں صوبہ سرحد کے جید، ممتاز اکابر، مشائخ علماء اور دانشور حضرات موجود تھے۔

میں نے اپنے استاد حضرت مولانا سید بادشاہ گل صاحب شیخ الجامعہ سے استفسار کیا کہ آپ نے کیسے امیر شریعت کو عرس کی تقریب میں شرکت خطاب کی دعوت دی ہے جبکہ وہ عرس کے شدید مخالف تھے۔ حضرت شیخ الجامعہ مولانا سید گل بادشاہ صاحب نے فرمایا کہ میں خود تقسیم ہند سے قبل امرتسرا جا کر حضرت امیر شریعتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو عرس میں شرکت کی دعوت پیش کی۔

حکمت و تدبیر اور وسعت ظرفی :

حضرت شاہ صاحبؒ ہنس پڑے اور فرمانے لگے :

"کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ میں عرس کے موقع پر منکرات و

بدعات اور خرافات کا شدید مخالف ہوں؟"

میں نے عرض کیا : حضرت! میں تو آنحرم کو اس لیے دعوت دے

رہا ہوں کہ آپ وہاں تشریف آوری فرما کر ختم نبوت کے مقدس اور اہم موضوع پر اہلایان سرحد کو محفوظ فرمادیں اور آپ کو وہاں جو جو منکرات و خرافات نظر آئیں ان کی پوری حرمت فکر اور شرح صدر کے ساتھ تردید فرما کر بھی عن العنکھو کافر یقینہ زندہ فرمادیں۔

میں خود فاضل دیوبند ہوں اور شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا ایک ادنیٰ تلمذ اور خوشہ چین ہوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے چہرہ انور پر بتاشت و انبساط کے آثار چمکنے لگے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ حضرت شاہ صاحبؒ اب میری دعوت کو شرف قبولیت سے نوازیں گے۔ کافی ایہ تک مراقبہ کی صورت میں منتظر رہے۔ پھر سر مبارک اٹھا کر فرمانے لگے : کوئی تاریخ نہیں یہ اجتماع منعقد ہوگا؟ میں نے تاریخیں بتادیں۔ حضرت شاہ جیؒ نے انشراح صدر کے ساتھ وعدہ فرمایا، مجھے اپنے اسلاف و اکابر کی وسیع ظرفی، جذبہ دعوت و تبلیغ، اسطلاح امت اور رد منکرات کے پاکیزہ احساسات و جذبات کا اندازہ ہوا۔ یہ مانوق العادۃ اخلاق و شاکل سے متصف بزرگان دین، بے جا تعصب اور نامناسب شدت و تعصب سے منزہ و پاک ہوتے ہیں۔ ان کے پیش نظر، اشاعت دین، اظہار حق، غلبہ اسلام

کے اہم مقاصد و اہداف ہوتے ہیں۔

امیر شریعتؒ کا استقبال :

حضرت شاہ جیؒ نے مقررہ تاریخ پر اپنے قدم میمنت لزوم سے الہیاں سرحد کو نوازا۔ اشتہارات اور اخبارات کے ذریعہ حضرت شاہ صاحب کی تشریف آوری کی خوشخبریاں پہلے سے شائع ہو گئی تھیں، مقررہ اجتماع میں لاکھوں فرزندانِ توحید نے شرکت فرمائی۔ بندہ بھی اکوڑہ خٹک ریلوے سٹیشن پر اپنے بڑوں کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کے استقبال کیلئے حاضر ہوا تھا۔ ریلوے سٹیشن پر بے پناہ ہجوم تھا۔ مجلس احرار اسلام کے کافی رضا کار اپنے مخصوص لباس میں پورے نظم و ضبط کے ساتھ کواٹلار تھے۔ میرے والد بزرگوار حضرت مولانا سید قدرت شاہ بھی مجلس احرار اسلام کے سرگرم رکن تھے۔ ایک عجیب منظر تھا، دور سے ٹرین نے وصل دیا، کچھ علماء کرام اور معتقدین حضرت شاہ جی کے استقبال کیلئے راولپنڈی چلے گئے تھے۔ وہ دور سے دروازہ میں اپنے رومال ہلا رہے تھے۔ پتہ چلا کہ شاہ صاحب اس یوگی میں ہیں۔ اکوڑہ کے ایک لوجوان عالم مولانا فضل بن اللہ صاحب، جب شاہ صاحب سے بغل گیر ہوئے تو حضرت شاہ جیؒ نے فرمایا: آؤ واہمی تبدیل کریں، آپ کا وقار بن جائے گا، میرا رعب بن جائے گا۔ پھر سٹیشن سے لے کر جلسہ گاہ تک حضرت شاہ صاحب کو ایک فقید المثال جلوں میں لایا گیا، تمام راستے میں نعرے بکسیر، مجلس احرار اسلام زندہ باد، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری زندہ باد، تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد اور قادیانیت، مرزائیت مردہ باد کے فلک شکاف نعروں سے اکوڑہ خٹک کے راستے اور درود یوار گونج رہے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کی تقریر رات ۱۲ بجے شروع ہوئی اور ٹھیک تین بجے سحری کے وقت پایہ تکمیل

تک پہنچی۔ اللہ اکبر! سامعین پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔

حضرت شاہ صاحبؒ جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے یوں محسوس ہوتا تھا کہ ابھی عرش معلیٰ سے یہ آیتیں نازل ہو رہی ہیں اکوڑہ خٹک کی خواتین اپنے گھروں کے چھتوں پر بیٹھ کر حضرت شاہ جیؒ کے ایمان پرور اور روح افزا خطاب سن رہی تھیں۔

بے مثال خطاب :

دوسرے سال جب دوبارہ حضرت شاہ جیؒ کی تشریف آوری کی بشارتیں نشر ہوئیں، تو سرحد کے دور دراز علاقوں سے شیدائیاں اسلام پروانوں کی طرح اجتماع کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ جیؒ جب سٹیج پر رونق افروز ہوئے، تو اس وقت سرحد کے ایک نادارہ روزگار خطیب پروفیسر مولانا محمد ادریس صاحب تصوف اور سلوک کے موضوع پر پشتو زبان میں پوری فصاحت، بلاغت اور سلاست کے ساتھ تقریر فرما رہے تھے، جو اپنے دور کے عظیم محقق اوستم الثبوت سکالر تھے۔ حضرت شاہ جیؒ ان کی تقریر کو پورے ذور و خوض سے سن رہے تھے، ان کی تقریر کے بعد حضرت شاہ صاحب کی تقریر کا اعلان کیا گیا، حضرت شاہ صاحب پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ حد درجہ بشارت و انشراح صدر کیساتھ خطبہ شروع فرمایا۔ خطبہ میں پورے دس منٹ صرف ہوئے، سب لوگ رو رہے تھے۔ میری کانوں نے آج تک کسی بڑے سے بڑے خطیب کا ایسا دلکش، جاذبِ قلب و جگر خطبہ نہیں سنا ہے۔

جب علم غلام ہو جائے :

خطبہ کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کی تعریف فرمائی، فرمایا:

اور میں صاحب کی سلاست زبان، فصیحانہ، بلیغانہ انداز بیان نے مجھے پشتو زبان پر عاشق کر دیا ہے، تہ و نف کے موضوع پر ان کی محققانہ تقریر کو میں موفیہ سمجھ چکا ہوں۔ میں نے ساتھیوں سے پوچھا: مولانا اولیس صاحب کا مشغلہ کیا ہے تو مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک کالج میں پروفیسر ہیں میں نے پوچھا تنخواہ کتنی ہے، بتایا گیا تین سو روپیہ ماہانہ تنخواہ ہے۔ مجھے حد درجہ صدمہ ہوا کہ ایسے محقق عالم دین اور کالج میں ملازمت، علم جب غلام ہو جائے تو علوم اسلامیہ کی آزادانہ خدمت کیسے ہو سکے گی۔

مولانا اولیس صاحب! آپ کسی دارالعلوم اور دینی مدرسہ میں اپنے محققانہ علوم و معارف سے تشنگانِ علوم کو سیراب فرمایا کریں۔ یہ تین سو روپیہ میں آپ کو کہیں سے بھی مہیا کر کے ادا کرتا ہوں گا، میں تو اتنا کم نہیں ہوں کہیں موزن بن کر بھی یہ رقم جمع کر سکوں گا۔ موزن کے ساتھ تو روٹیوں کی کمی نہیں ہوتی۔ علماء دین اور خدام قرآن وحدیث کو اللہ تعالیٰ اتنی فراوانی کے ساتھ رزق عطا فرماتا ہے جو کسی بڑے سے بڑے سرکاری آفیسر کو بھی مہیا نہیں اس کے بعد حضرت مولانا اولیس صاحب نے کسی جلسہ میں تقریر نہیں فرمائی، انکی تفسیر ”کشاف القرآن“ پشتو زبان میں بہترین تفسیر ہے، مولانا اولیس صاحب جہاز کے حادثہ میں شہید ہو گئے تھے جو پاکستان سے مصر جا رہا تھا۔

مجھے عطر اور آپ لوگوں کو نصیحت :

پھر شاہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں اپنی تقریر کا آغاز فرمایا، چند جملوں کے بعد فرمایا کہ یہ بدبو کہاں سے آرہی ہے، جلسہ گاہ کے قریب چڑوں کے چھوٹے چھوٹے کارخانے تھے، جس سے بدبو دار جھوٹے ٹھوس بورے تھے، فرمایا: آپ لوگوں نے ایسے مقدس اجلاس کو عطارخانہ میں منعقد کیا ہے، کہیں کشادہ میدان

میں ایسے منور اجتماع کا انتظام کرتے، ایک صاحب نے فوراً حضرت شاہ جی کو عطر مٹھاپ کی ایک شیشی پیش کی۔ حضرت شاہ صاحب نے عطر کو اپنی مبارک داڑھی پر لگایا فرمانے لگے جلو، مجھے عطر کی شیشی مل گئی اور آپ لوگوں کو نصیحت۔ آئندہ اس عطاری خانے میں ایسے مذہبی اجتماعات منعقد نہ کیا کریں۔

علماء حق کا کردار :

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے بزرگان دین اور علمائے اسلام کی قربانیوں کے واقعات سنائے، اکابرین دیوبند کے مجاہدانہ کارناموں کا تذکرہ فرمایا کہ انہوں نے برطانوی سامراج کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، اپنی جانوں اور زندگیوں کو قربان کیا۔ علماء کرام کا مقام بہت اونچا ہے، ان کو ہنیاء کرام علیہم التسلیات کی دعوت و ارشاد کی میراث سے نوازا گیا ہے، علماء کرام کے لیے اس دارقانی میں آرام و راحت نہیں ہے، ان کو ہر باطل سے ٹکرانے کے لیے علوم نبوت سے نوازا گیا۔

دشمن کے مقابلہ میں تیار رہنے کا حکم :

دوسرے دن عصر کی نماز کے بعد حضرت امیر شریعت دریائے کابل کے کنارے تشریف لے گئے جو اکوڑہ ٹنک کے شمال میں واقع ہے، کافی علماء اور مجلس احرار کے رضا کاروں کا ہجوم تھا۔ حضرت شاہ جی کے سینہ پر پستول کی کاشمی دیکھ کر ایک عالم نے حضرت شاہ جی سے استفسار کیا حضرت آپ اس دفعہ پستول لے آئے ہیں، فرمایا :

”وَأَعِزُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهِ

عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ

(الأنفال: ۲۰)

(اور (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں ان سے مقابلے کے لئے تیار کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے موجودہ دشمن پر بھی بیت طاری کر سکو اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنہیں ابھی تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان دشمنان اسلام کے دھمکانے اور ڈرانے کے لیے ہر قسم کا اسلحہ اور قوت مہیا کریں۔ نبی کریم ﷺ نے قوت کی تفسیر میں فرمایا: ”الآن القوة الرمی“ الرمی کا کلمہ اتنا جامع و مانع ہے کہ اس میں اسلحہ کی تمام اقسام داخل ہیں۔ تیر اندازی سے لے کر پستول، ہندوق، ٹینک، جنگی جہاز کی بمباری اور جدید سے جدید جنگی آلات امیں شامل ہیں۔ ”تدھیون“ ارحاب سے ہے، ارحاب کا معنی ڈرانا، پدکانا، چرکانا، ریککانا ہے، پھر شاہ صاحب نے امیں کافی تفصیل بیان فرمائی۔ ارحاب کے معنی اردو اور پنجابی میں بیان کئے پھر ہم سے پوچھئے لگے کہ ارحاب کے معنی پشتو زبان میں کیسے کریں گے۔ شاہ صاحب کی عادت تھی ایک کلمہ کی تحقیق میں مختلف زبانوں کے ترجمے فرمایا کرتے تھے۔

لَا لِنَفْسِ الْجَنَسِ* کا مسئلہ :

ایک دفعہ ”لابی بعدی“ کی تشریح میں فرمانے لگے، لا نفسی الجنس ہے یہ جب کسی کلمے پر داخل ہو جاتا ہے تو اس کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دیتا ہے۔ لا رجل فی السدار کا معنی ہے گھر میں کوئی آدمی نہیں ہے۔ کاروچ کوئی جھڑا نہیں، درخانہ بیچ مرد

نہیں، پھر پوچھا پشتو میں کیا معنی کریں گے۔ ایک عالم نے جواب دیا۔۔۔ ”سکور کین شوک سرے نشته“۔۔۔ پھر فرمانے لگے ایک دفعہ ایک بھکاری نے ایک گھر کے دروازے میں کھڑے ہو کر آواز دی اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے، میں مسافر ہوکا ہوں، مجھے کچھ دال ہانچی دیدو، تو گھر کے اندر سے اک آدمی نے جواب دیا: سائیں جی گھر میں کوئی آدمی نہیں تو فقیر نے کہا کہ بھائی آپ دو منٹ کے لیے آدمی بن کر مجھے روٹی لادیں۔ کیا آپ خسرے اور بھڑے ہیں؟

فرمایا: اے علمائے کرام! لا کا کلمہ مجھ سے سکھو۔ دیگر مسائل میں آپ حضرات سے سکھوں گا میں نے لا میں تخصیص کیا ہے۔ میں نے مسئلہ ختم نبوت کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ ختم نبوت کے منکر قادیانیوں کو برٹش سامراج کی پشت پناہی حاصل ہے یہ فتنہ پوری قوت کے ساتھ پھیل رہا ہے اگر علماء و مشائخ نے ذرا بھر بھی تامل و تامل سے کام لیا تو لاکھوں فرزندانِ توحید کو یہ قادیانی فتنہ اپنے ارد گردی سیلاب میں بہا لے جائے گا۔ (ماہنامہ انعام ستمبر ۲۰۰۲ء)

امیر شریعتؒ کا عربی خطبہ و تقریر :

دارالعلوم حقانیہ جو پاکستان کے بڑے اہم اسلامی مراکز میں ایک امتیازی دینی اور علمی ادارہ ہے اس کے بانی و مہتمم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر حضرت امیر شریعتؒ کئی بار دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسہ ہائے دستابندی میں تشریف لائے تھے، ایک بار حضرت شیخ النشیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری تقریر فرما رہے تھے اچانک بجلی فیل ہو گئی سٹیج پر بڑے بڑے علماء اور مشائخ جلوہ افروز تھے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ الحدیث مولانا نعیم الدین

غور غمی، بیغم اسلام شیر مرد حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی، حضرت مولانا بہاؤ الحق قاسمی، خطیب ہند حضرت مولانا عبدالنسان ہزاروی اور دیگر بے شمار علماء موجود تھے۔ حضرت مولانا لاہوری نے شاہ جی کو مخاطب کیا اور فرمایا: حضرت شاہ جی تشریف لائیں، حضرت شاہ جی فوراً کھڑے ہوئے، حضرت مولانا لاہوری کرسی سے اترے اور حضرت شاہ جی کو کرسی پر بٹھا دیا۔ شاہ جی نے اپنے خصوصی انداز میں خطبہ شروع کیا (بعض احباب نے راقم الحروف سے مطالبہ کیا ہے کہ حضرت شاہ جی کا خطبہ بھی ماہانہ "القاسم" میں دوسری قسط میں شائع کرائیں کہ اس ماہنامہ کے قارئین کرام حضرت شاہ جی کے خطبہ سے استفادہ کر سکیں۔

یہاں خطبہ کو بھی درج کر رہا ہوں)

شاہ جی کو رب العالمین جل جلالہ نے آواز و آوری سے نوازا تھا وہ ایک عجیب و کش روح پرور اور نرالے انداز میں خطبہ پڑھتے تھے قرآن مجید کی آیات بھی قراءت و تجوید اور خوش آوازی سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

الحمد لله الحمد لله الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل الله فلا هادي له وشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ولا نظير له ولا شبيه له وشهد ان سيدنا وسندنا وشقيعنا ومولانا امام الانبياء وسيد الانبياء امام المعتبرين وسيد المرسلين وخاتم النبيين بالمؤمن محمد عبده ورسوله والابن بعدد

ولارسل بعدد صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه وبارك وسلم۔

يا رب صل وسلم دائماً اهداً على حبیبك خير الخلق کلهم
محمد سيد الكونين و الثقلين
جاءت دعوتہ الأشجار ساجدة
تمشی اليه على ساق بلا قدم

وقال حسن بن ثابت رضي الله عنه في مدح النبي المختار ﷺ:

واحسن منك لم ترقط عيني
واجمل منك لم تلبد النساء

خلقت مهراً من كل عيب
كأنت قد خلقت كما تشاء

اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم ۝ بسم الله الرحمن الرحيم ۝

ما كان محمد اباحدي من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم

النبيين وكان الله بكل شئ عليماً لما نزلت هذه الآية الكريمة قال النبي

ﷺ: أنا خاتم النبيين لا نبي بعدى، ولارسل بعدى ولا أمة بعدكم

صدق الله مولانا العظمه وصدق رسوله النبي الكريم ونحن على ذلك من

الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العالمين۔

خوشا مسجد و مدرسہ خانقا ہے

کہ دروے بود قیل و قال محمد

میر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے

پھر القات دل دوستان رہے نہ رہے

حضرت امیر شریعت کا خطاب :

صدر محترم، بزرگان ملت، برادران عزیز: اعام دستور کے مطابق اب جلسہ

برخواست ہونے کا وقت ہے، پنجاب کے جلسے عموماً رات کو بارہ بجے ختم ہو جاتے ہیں مگر پٹھانوں کے جلسے نرالے ہیں، اب میری تقریر کی ابتداء ہے۔

حضرت محمد ﷺ آخری نبی اور امت آخری امت ہے :

حضرات! میں نے کئی احادیث کے جملوں کو جمع کر کے بیان کر دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت محمد ﷺ نہیں ہیں تمہارے باپ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی خاتم الانبیاء ہیں اللہ تعالیٰ کے علم ازلی وابدی میں تھا کہ آئندہ زمانہ میں جھوٹے مدعیان نبوت آئیں گے، و جالین، کذابین پیدا ہوں گے اس نے اپنے ازلی وابدی کتاب قرآن مجید میں پہلے ہی سے متنبہ فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین ہوں گے۔ آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا اور تم آخری امت ہو تمہارے بعد کوئی امت نہیں آئے گی۔

مسئلہ ختم نبوت کی ترجیح کیوں ؟

حضرات! آج ہماری جماعت مجلس احرار اسلام مسئلہ ختم نبوت میں لگی ہوئی ہے۔ فقہ مرزائیت اور قادیانیت کے وجل و فریب اور دسیسہ کاریوں کی دھجیاں اڑانے کے ورپے ہو گئی ہے۔ بہت دنوں سے مسئلہ ترجیح میں پھنسا ہوا ہوں، اس پر آشوب دور میں ترجیح کے قابل وہ مسئلہ ہے جس پر ہماری جماعت احرار اسلام مصروف عمل ہے۔ میں دینی مدارس و معاہد دارالعلوموں اور مذہبی تبلیغ کی ضرورت و اہمیت کا منکر نہیں مگر ان تمام شعبوں کا بنیادی مسئلہ تحفظ ختم نبوت کا مسئلہ ہے یہ مسئلہ تبلیغ کا پہلا اور سب سے اہم شعبہ ہے جس کا انکار قرآن و حدیث کے انکار اور منکر کے مترادف ہے۔

علماء، صوفیاء اور مشائخ کو انتباہ :

ختم نبوت کے اس اساسی عقیدہ میں اگر ذرہ بھر بھی فرق آجائے تو ایمان ختم ہو جاتا ہے میں دارالعلوم حقانیہ کے اس عظیم الشان، نقید المثال اجتماع میں علماء و مشائخ کے سامنے اپنے رنج و غم اور دکھ و درد کا بھرا ہوا پیغام سنانے آیا ہوں۔ فیضی کا شعر جو بچپن سے یاد ہے بے درغز زبان پر گیا ہے :

یا با خبری از خود دازہر دو جہاں

یا بے خبری از خود دازہر دو جہاں

ان كنت لا تدري فلتك مصيبة

وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

محترم علماء کرام، معزز مشائخ عظام، گدی نشین حضرات! آپ کو کیا خبر یہ قادیانیت و مرزائیت کا خطرناک فتنہ کتنی تیزی اور قوت و اشتعال کیساتھ ہمارے پاکستان میں پھیل رہا ہے، برطانیہ کے اس خود کاشٹہ پودے کے سر پر اب بھی برطانیہ کا ہاتھ ہے، آپ اس فتنہ کو معمولی سمجھتے ہوئے اپنے درس و تدریس میں مصروف ہیں، صوفیائے کرام اور گوشہ نشین حضرات اپنے خلوت خانوں میں بیٹھ کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ دنیا سے قطع تعلق اور کنارہ کشی کو اپنا منتہائے مقصود اور ذریعہ فلاح سمجھ بیٹھے ہیں۔ ارے! ہم نے تو تبلیغ کا شہیکہ نہیں لیا۔ میں تو اکیلا دعوت و ارشاد پر مامور نہیں بلکہ میں بھی دجل منکم ہوں۔

قادیانیت کے ایمان سوز جرائم :

میرے محترم علماء کرام! آپ حضرات کو معلوم نہیں قادیانی مبلغین پوری

جسارت اور دیدہ دلیری سے سادہ لوح، ان پڑھ مسلمانوں کو قادیانی بنا رہے ہیں اگر بزرگان دین اور علماء کرام اس فتنہ کی سرکوبی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تو قادیانیت کے ایمان سوز جراثیم تمام عالم اسلام کو اپنے لپیٹ میں لے لیں گے۔ (دوران تقریر اور سے ایک آدمی نے آواز دی، حضرت! آواز نہیں پہنچ رہی، حضرت شاہ صاحب نے جواب دیا میری آواز ضرور پہنچے گی اس نے دوبارہ کہا کہ آواز نہیں پہنچ رہی، شاہ جی نے فرمایا: آپ مجھے ٹھیک جواب دے رہے ہیں اور حکایت کر رہے ہیں کہ آواز نہیں پہنچتی، فرمایا میں ابھی کراچی میں ایک اجلاس میں بغیر لاؤڈ سپیکر کے خطاب کر کے آیا ہوں جس میں اسی ہزار کے لگ بھگ لوگ موجود تھے۔

آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری آواز کو دور دور تک پہنچائے، فرمانے لگے یہاں خبیث ارواح موجود ہیں یہاں مجھے قادیانیت کے جراثیم محسوس ہو رہے ہیں یہ ان خبیثوں کی خباثت ہے بجلی کے کنکشن کو کاٹ دیا ہے (واقعی، حضرت شاہ جی کی ایمانی فراست درست نکلی ان دنوں اکوڑہ خٹک کے پوسٹ آفس میں جو پوسٹ ماسٹر قادیانی تھا) جوں جوں رات گزرتی جا رہی تھی حضرت امیر شریعت کی آواز میں ایک خاص قسم کا جلال اور گھن گرج بڑھتا جا رہا تھا، ایک عجیب ایمان افزا اور روح پرور منظر تھا، اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہو رہی تھی۔

امیر شریعت ایک نادرہ روزگار خطیب :

حاضرین جلسہ محسوس کر رہے تھے کہ تاجدار مدینہ، رحمت کائنات کا یہ نواسہ، مرد قلندر مسئلہ ختم نبوت میں خفایت کے درجہ میں پورے اخلاص و دلالت کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے یہ کلام نکال رہا ہے، اس لیے لوگوں کے قلوب میں نازل

ہو رہا ہے۔ رد قادیانیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے علماء حق کا ایک ہم غفر پیدا فرمادیا تھا مگر شاہ جی کو اللہ رب العالمین جل جلالہ نے قادیانیت کے شجرہ خبیثہ کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑنے کے لیے جس نادرہ روزگار خطابت سے نوازا تھا وہ انہی کا حق اور انہی کا طرہ امتیاز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شاہ جی کے مواعظ و بیانات کو جس جاذبیت اور مقناطیسی کشش و اثر سے نوازا تھا، وہ کسی اور خطیب کے تقاریر میں نہیں تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے لیے شیخ الاسلام مولانا سید انور شاہ کشمیری، شیخ العرب والعم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، قطب العالم حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، زینت العارفین شیخ الغفر مولانا احمد علی لاہوری، یادگار اسلاف حافظ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی اور سیکڑوں اولیاء، عباد الرحمن دن رات دعائیں کرتے تھے وہ ہر باطل کے لیے ایک سیف مسلول تھے۔ ان کی ایک تقریر دیگر علماء کرام کی کئی تقاریر پر کئی درجہ وزنی ہوتی تھی۔

سلف صالحین کا جہاد مسلسل :

ارے! اتصوف کس کا؟ ابو بکر کون تھے؟ کیا وہ تقویٰ، زہد و قناعت، عزیمت و ایثار کے امام نہ تھے؟ عمر کون؟ عثمان کون؟ اور علی کون؟ عباسؑ اور ابن عباسؑ کون؟ امام اعظم ابو حنیفہؒ کون؟ امام مالکؒ کون؟ امام شافعیؒ کون؟ امام احمد بن حنبلؒ کون؟ کون شیخ عبدالقادر جیلانیؒ؟ کون گنج بخشؒ؟ کون محی الدین چشتیؒ؟ کون شمس تبریزؒ؟ کون حسنؒ کون حسینؒ؟ کون کوئی جس پر رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ کہا جائے۔۔۔ کیوں۔۔۔؟

یہ نفوس قدسیہ عارفین باللہ نہ تھے، رئیس الصوفیاء نہ تھے، یہ سلسلہ سالکین

رشد و ہدایت کے سادات نہ تھے۔ کیا ان صحابہ کرام اور بزرگوں نے فریضہ تبلیغ چھوڑ کر گوشہ نشینی کو اپنا شیوہ بنا رکھا تھا۔

مسئلہ کذاب نے جب نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو اس کی سرکوبی کس نے کی؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس فتنہ کے استحصال کے لیے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھیجی، جنہوں نے مسئلہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو تہ تیغ کر کے دنیا کو اس فتنہ سے نجات دی۔ ابو بکرؓ نے تو ان لوگوں سے بھی جہاد کرنے کا تہیہ کر لیا تھا، جو زکوٰۃ دینے پر تکیہ چاہتے تھے، اب تو مرزائیوں نے اسلام کے بنیادی مسئلہ ختم نبوت پر حملہ کیا۔

ختم نبوت کا صدقہ :

اگر ”ختم المرسلین“ کا مسئلہ محفوظ نہ رہے تو پھر تمہارے یہ دینی، مذہبی مراکز کیسے باقی رہیں گے پھر تو تم بھی مٹ جاؤ گے، تمہاری خانقاہیں اور مدارس و مساجد بھی صفحہ ہستی پر قائم نہ رہ سکیں گے، تمہارا شیرازہ بکھر جائے گا، جب ختم نبوت نہیں تو تم بھی نہیں..... آپ کے سرحد میں مرزائیوں کے حملے ہو رہے ہیں وہ انتہائی خطرناک اور مضر حملے ہیں، ہم پاگل نہیں، بھٹون نہیں، اتنے بے ہنر بھی نہیں ہیں کہ سب سنا باتیں کرتے پھیریں۔ ہاں! میں صرف سب ساتھیوں میں ملتا ہوں۔ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دس بچوں کی تربیت کر رہا ہوں۔

دینی تعلیم کو ترجیح دینی چاہیے :

حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک مسئلہ عقیدہ تہجد نے دورانِ مکاتبت غالباً اپنی اولاد کے دینی اور معاشی مستقبل سے متعلق

حضرت سے استفسار کے طور پر عرض کیا کہ ”بچے کو تعلیم دلانا چاہتا ہوں اور اس فکر سے پریشان ہوں کہ دینی مدرسہ میں پڑھ کر بیشک دین تو کچھ نہ کچھ آجائے گا، لیکن روزی کمانے کے قابل نہ رہے گا اور سکول کی تعلیم میں اور کچھ نہ سہی کم از کم اسے روٹی تو ملتی رہے گی اس لیے لڑکے کو میں نے بجائے دینی مدرسہ کے سکول میں داخلہ کر دیا۔ حضرت سے دعاؤں کی درخواست ہے تو حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں فرمایا: آپ کا خط پڑھ کر سخت افسوس ہوا ان اللہ والنا اللہہ راجعون دینی تعلیم کی وجہ سے روٹی نہ ملے یا اس کی کمی کا خیال ایک شیطانی دوسرہ اور اللہ تعالیٰ پر عدم اعتماد کے مترادف ہے اور حقائق و واقعات کے یکسر خلاف اور بالکل غلط ہے، کیا دنیا میں جن لوگوں نے دین پڑھا وہ بھوکے مر گئے؟ اور اکا دکا واقعہ سے استدلال بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس کے خلاف یہ بھی مشاہدہ ہے کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے والے ہزاروں لوگ بھی بھوکے مر رہے ہیں، اس سے معلوم ہوتا کہ رزق نہ ملنے کی وجہ دینی تعلیم نہیں بلکہ اور کوئی سبب ہے، میں حیران ہوں کہ آپ نے یہ کیسے لکھ دیا، خدا کے بندے! سارا دن تو بہت دور کی بات ہے محلے کی مسجد میں کسی موزن کو دیکھ لو کہ اسے اذان کے چند الفاظ آتے ہوں۔ اس کے پاس روٹیوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔

اکابر احرار کا علمی و عملی مقام :

ہمارا سائیں ”حیات“ ماہر ٹیلر ماسٹر، تعلیم یافتہ اور اعلیٰ درجہ کا شاعر ہے، اس نے حال ہی میں اپنی دوکان نیلام کر کے ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ ماسٹر تاج الدین انصاری صاحب، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مقرر ہیں، جناب شیخ حسام الدین بی اے ہیں، جناب مولانا غلام غوث صاحب جید عالم

بھی ہیں، حکیم اور طبیب بھی، اچھے مناظر اور مقرر ہیں، مولانا محمد علی جالندھری سحر بیان مقرر اور موجودہ ہم کلام کے مایہ ناز منتقم عالم ہیں۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی شعلہ بیان خطیب، ورا یک مجاہد عالم ہیں، مولانا لال حسین اختر صاحب آستان قادیان، ثونا ہوا ستارہ۔ جو وہاں سے اللہ تعالیٰ نے ہماری حمایت کے لیے بھیجا ہے۔ مرزا اشرف الدین محمود نے اس کی تعلیم پر ہزاروں روپے خرچ کئے مگر خدا نے اسکے دل میں حق بنی و صداقت شناسی کا چراغ جلایا اس پر جب مرزا غلام احمد قادیانی کا تمام دجل و فریب آشکارا ہوا تو مرزائیت سے توبہ کر کے صحیح مسلمان ہو گیا۔ بہت بڑے عالم اور مبلغ ہیں، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں، مرزائیوں کے مقابلہ میں بے شمار مناظروں میں نمایاں کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔

مولانا محمد عبدالقیوم صاحب پوپلزنی پشاور کے جید مفتی اور مجاہد عالم ہیں، مولانا محمد حیات صاحب جید عالم اور مناظر ہیں میں نے یہ چند علماء کرام کے نام "مشتہ" ورنہ از خود ار کے طور پر بیان کر دیئے ورنہ ہماری جماعت احرار اسلام کو بہت سے دیگر اکابر علماء اور مخلص کارکنوں کی معیت حاصل ہے۔

فتنہ مرزائیت کی یلغار :

ہم مسئلہ ختم نبوت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے مستعد ہیں۔ اس لیے کہ معاملہ انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ مرزائی تبلیغ منظم طور پر ہر جگہ ہو رہی ہے، یہ فتنہ ارتداد، غربت و افلاس کے ساتھ نہیں بلکہ پوری قوت و طاقت کے ساتھ پھیلا یا جا رہا ہے، اگر فتنہ کی پشت پر ریوں روپے اور ہر قسم کے مادی وسائل ہیں، یہ فتنہ بند قوتوں توپوں اور مشین گنوں سے مدد دیتی اور ہوائی طاقت کا سہارا لیے ہوئے مسلمان کے

ملک میں پھیلا جا رہا ہے۔

نوجوان علماء کی ضرورت :

حضرت علماء کرام! اگر میں غلط کہوں تو میری اصلاح آپ کا فرض اولین ہے ورنہ اگر حق بیان کر رہا ہوں تو اس فتنہ کی بنیاد میں ہمارا ساتھ دیں۔ اب تو نوجوان علماء اور قوی ہمت رضا کاروں کی اشد ضرورت ہے کہ وہ اس اہم فریضہ کو سنبھالیں۔

میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں، عالم شباب قید و بند میں گزرا، نو سال اور جوانی جیوؤں میں بسر ہوئی اب بھی دو دن کا بھوکا ہوں۔ پچیس ۳۵ سال ہو گئے کہ میں تقریر سے پہلے کھانا نہیں کھاتا، اب تقریر ختم کر کے کچھ کھاؤں گا، وہ کیسے ہضم ہوگا۔ آپ تو اپنی ملازمتوں، تجارتوں اور دیگر مشاغل میں پورے آرام و اطمینان کے ساتھ مصروف ہیں۔ مسئلہ تحفظ ختم نبوت، مرزائیت و قادیانیت جیسے خطرناک فتنہ اور دیگر بے شمار فتنوں کے مقابلہ میں ہماری جماعت احرار کو اکیلے چھوڑ بیٹھیے۔

یک تن و خیلے آرزو دل نکجا کجا دھم
تن ہمہ داغ داغ شد پنہ کجا کجا نہم

مرزائیوں کی سازشیں اور غدارانہ کاروائیاں :

آج مرزائی تبلیغ بری، بحری، فضائی فوج میں جاری ہے، بعض سادہ لوح بھائی ان کے مکارانہ جال میں پھنس رہے ہیں۔ مرزائیوں کے ترجمان روزنامہ "الفضل" اخبار کی اشاعت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ مسلمانوں کے گھروں تک

مرزائیوں کے اخبارات اور ہر لیے پمفلٹ، کتابچے پہنچائے جاتے ہیں، حکومت کی طرف سے انہیں کھلم کھلا اجازت ہے، نہ ان کی تبلیغ پر پابندی ہے، نہ ان کی مجالس و محافل پر، بازاروں، سکولوں اور کالجوں میں باغ و بیل ان کا مشن مصروف کار ہے، اسی ہزار مربع گز زمین ان مرزائیوں کو چھ پیسے کنال کے حساب سے حکومت کی طرف سے ملی ہے۔ پانچ سوا یکڑ زمین ربوہ کی ہے اور اس کے گرد و پیش وسیع علاقہ پر ان مرزائیوں نے مفت قبضہ کر لیا ہے، یہ کچی بات نہیں، سلج سے کہہ رہا ہوں ”کراما کاتبین“ (جی، آئی، ڈی والے) اپنی رپورٹ میں درج کر دیں۔ میں پختہ اور قوی بات کہتا ہوں۔ ہاں! ہاں! ایسی ویسی بات نہیں، پورے اعتماد اور وثوق کے ساتھ کہتا ہوں۔

خاتم الانبیاء:

لما نزل ما کان محمد أباً أحی من رجالکم ولكن رسول الله و خاتم النبیین و کان الله بکل شئی علیماً، قال النبی ﷺ انا خاتم النبیین لانی بعدی ولا رسول بعدی ولأمة بعدکم، میں نے چند حدیثوں کو جمع کر کے بیان کر دیا ہے تاکہ آیت کا معنی اور فہم خوب ذہن نشین ہو۔

ماکان محمد اب نہیں ہے محمد، ابنا احی من رجالکم تم میں کسی کا باپ، پنجابی میں ترجمہ ہوگا ”ہوں نہیں محمد کسی داہیو“، ولكن رسول الله، مگر اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔ و خاتم النبیین اور وہ آخری نبی، خاتم الانبیاء ہیں، و کان الله بکل شئی علیماً اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے، جب یہ آیت اتری تو حضور ﷺ نے فرمایا: انا خاتم النبیین، میں ہی خاتم الانبیاء ہوں لانی بعدی ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ولا رسول بعدی میرے بعد کوئی رسول آنے والا نہیں، ولأمة بعدکم

اور آپ کے بعد کوئی امت آنے والی نہیں۔ نبوت خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر ختم اور امت، امت محمدیہ پر ختم۔

قصر نبوت کی تکمیل:

آج ہے کوئی ماں کالا لال، جو کہے کہ میں ظلی اور بروزی نبی ہوں؟ زمیندارو! ”لا“ کی تلواریں اور لڑو، یہی تبلیغ ہے، ارے جس ”لا“ نے ”تمام معبود باطل اللہ“ کو نیست و نابود اور ختم کیا، وہ وجالین، کذابین، نام نہاد نبیوں کی بیخ کنی میں کیا کوتاہی کریگا۔ ارے وہ ماں مرغی جو نبی جنے، حضرت محمد ﷺ کی نبوت اور رسالت کے بعد کسی نبی اور رسول کا احتیاج باقی نہیں رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مثلی ومثل النبیین کمثل رجل بنی داراً قائمها الأئمة واحدة فبجنت أنا فأقمت تلك الأئمة، میری اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے مکان بنایا اور اس کو مکمل کر لیا۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی پس میں قصر نبوت کی وہی اینٹ ہوں، جس نے آ کر اس قصر کی تکمیل کر دی۔

غلام احمد کا دعویٰ نبوت:

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی ایک کتاب میں اس آیت کو نقل کر کے لکھتا ہے: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ (الفتح: ۲۹)

اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔ اسی طرح براہین احمدیہ میں اس عاجز کو رسول والے لفظ سے یاد کیا گیا ہے، مجھے بروزی، ظلی صورت میں نبی بنایا گیا ہے، مگر بروزی صورت میں میرا نفس عریان نہیں۔ مرزا کہتا ہے.....

منم سچ زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد
یعنی میں اپنے زمانے کا عیسیٰ اور میں موسیٰ کلیم اللہ ہوں اور میں محمد و احمد مجتبیٰ
ہوں۔ یہ شعر مرزا قادیانی کی تصنیف تریاق القلوب طبع اول کے صفحہ نمبر ۳ پر درج ہے۔

ام حجت :

حضرات! مرزائی فتنہ سے خود بھی بچنے کی کوشش کریں اور اپنے خویش
رب، اعزاء و احباب کو بھی اس مہلک فتنہ سے بچانے کی جدوجہد کریں۔ اس مسئلہ
پہلے مرزائیوں سے ڈرنا ختم نبوت پر ایمان نہ لانے کے برابر ہے۔ حضرات!
مت، ہم نے اس بات کے متعلق حکومت کو اطلاع دی ہے۔ ہم نے وزیراعظم
خان خواجہ ناظم الدین تک یہ بات پہنچائی ہے، تم سرحد والے بھی بزدل ہو گئے ہو،
تو میں بھی سرحد میں ہوں، میں تو جب بھی سرحد کے حدود میں داخل ہونے لگتا
ہوں تو یہاں تک پہنچتا ہوں۔ یعنی وزیراعلیٰ سرحد
عبدالقیوم خان کے لیے دعا کرتا ہوں، انی اعلمہ سالاً تعلمون، ۸۰ میں وہ کچھ
ہوں، جو تم نہیں جانتے، اس وقت سرحد کا وزیراعلیٰ عبدالقیوم خان تھا، ہمیں تو
بکا بنیادی مسئلہ ارباب حکومت تک پہنچانا ہے تاکہ اتمام حجت ہو۔

بڈ بھارت :

سنو، سنو! اشارۃً کہہ رہا ہوں، مرزائی پاکستان کے دشمن ہیں، تمہیں کیا خبر
پاکستان کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں اور کیسے خیالات رکھتے ہیں، تمہیں تو معلوم ہے
اسلام ہندو پاکستان کے فسادات میں ایک کروڑ مسلمان خانہ بدوش ہو چکے ہیں، دس
مردوزن نہ تیغ ہو چکے ہیں۔ ایک لاکھ مسلمان عورتیں غیر مسلموں کے بیچہ ظلم

واستبداد میں ہندوؤں اور سکھوں کی لوٹریاں بن چکی ہیں۔ ان ایک لاکھ ماؤں، بہنوں
کی عزت و آبروریزی ہوئی ہے۔ پاکستان اتنی عظیم قربانیوں کے بعد معرض وجود میں
آیا ہے۔ کیا ایسے حالات کے باوجود پاکستان اور ہندوستان ایک ہو سکتا ہے؟

اور اس آزادی اور تقسیم کو عارضی سمجھنے والا مملکت پاکستان کا قیادار ہو سکتا ہے
مرزائی کہتے ہیں کہ پاکستان اور ہندوستان کو ایک کرنا چاہیے "اکھنڈ بھارت" بنانا
چاہیے۔ (ANY WHO) "ایہی ہو" جس طرح بھی ہو سکے ان دونوں کو اکٹھا کرنا
چاہیے۔ کیا پاکستان بننے کے بعد یہ کام پاکستان کی بنیاد نہیں ہے تو اور کیا ہے؟
(حضرت شاہ صاحبؒ کا یہ محققانہ، عالمانہ بصیرت افروز تقریر مسلسل تین گھنٹے تک
جاری رہی، جو بندہ نے قلم بند کر کے انہی ایام میں طبع کرایا تھا۔

علمی و روحانی تربیت :

تقریر کے آخر میں حضرت شاہ جیؒ نے فرمایا: میں نے علمی پرورش، حضرت
مولانا انور شاہؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور
مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہؒ سے پائی ہے۔ مجھے حضرت
مولانا محمد علیؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی صحبتیں میسر آئی ہیں۔ میں نے ان بزرگوں کے
چہرے پڑھے ہیں اور ان کا پیارا اور دعائیں حاصل کی ہیں۔ روحانی تربیت جناب پیر
مہر علی شاہ گولڑویؒ سے حاصل کی ہیں۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
شاید کہ تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

لعنت بر پدر فرنگ :

تینتیس (۳۳) سال انگریز کا مقابلہ کیا، اب بھی الان کما کان (انگریز اور اس کے کتوں سے لڑنے مرنے کے لیے تیار ہوں)

لعنت بر پدر فرنگ صد بار لعنت بر پدر فرنگ

اغوا کا نام تبلیغ :

انگریز چلے گئے، مگر اس کی دُم باقی ہے۔ یہ چھپکلی کا قصہ ہے، چھپکلی کو مارا جائے، تو وہ مرجائے گی مگر اس کی دُم دیر تک حرکت کرتی رہے گی، یہ مرزائی برطانیہ کی دُم ہیں، انہوں نے آج اغوا بچا رکھا ہے، مولانا محمد علی جالندھری فرماتے ہیں کہ مرزائیوں نے اغوا کا نام تبلیغ رکھ دیا ہے۔

آخر میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ ”لا“ کی تلوار لو اور میدان میں نکلو، لیے قصے چھوڑ دو، ”دو حرفی گل مکاثری“ بس لا بزن بٹلا بزن، اگر ساری رات اس مسئلہ ختم نبوت پر بولتا رہوں تو اس عظیم الشان اساسی مسئلے کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ یہ لمبی داستان ہے، راتیں ختم ہو جاتی ہیں، مگر مسئلہ ویسا تشدد رہ جاتا ہے۔

شب وصال بہت کم ہے آسمان سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی کھڑا شبِ وجدانی کا
وآخر دعوان الحمد للہ رب العالمین۔

(ماہنامہ القاسم اکتوبر نومبر ۲۰۰۲ء)

اُصول کے پکے

القاسم اکیڈمی کی خصوصی اشاعت تذکرہ و سوانح
حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے لئے لکھی گئی خصوصی تحریر

حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کے ساتھ میں نے زیادہ وقت نہیں گزارا۔ حضرت جب وہاں مدینہ منورہ میں تشریف لاتے تو ہمارے سارے احباب انہیں چائے کی دعوت دیتے، چائے کی دعوت پر جب احباب مطالبہ کرتے کہ ہمیں کچھ نصائح بیان فرمادیں تو حضرت فرماتے نہیں چائے کے لیے بلایا ہے تو صرف چائے پیئیں گے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی بھی وہاں پر اپنی رباط میں اکثر موجود ہوا کرتے تھے اسی رباط میں ہم لوگ چائے کی دعوت دیتے۔ یہ حضرت مولانا خیر محمدؒ کی احتاف کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ سے بہت محبت تھی، بہت زیادہ خاموشی پسند اور خاموش شخصیت تھے۔ جب ڈیڑھ صد سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس پشاور میں منعقد ہوئی تو حضرت مولانا اسعد مدنیؒ خصوصی طور پر مدعو تھے۔ ان کی تقریر کا وقت دوسری شخصیات غالباً حضرت مولانا اجمل خان لاہوریؒ اور حضرت مولانا عبدالعجید ندیم صاحبؒ نے لے لیا۔ جب حضرت مولانا اسعد مدنیؒ صاحب کو تقریر کی دعوت دی گئی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میری تقریر کا جو وقت مقرر تھا وہ دیگر حضرات نے لے لیا، میں صرف خطبہ پر اکتفا کرتا ہوں، حضرت نے خطبہ پڑھا

اور آخر میں واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر اپنا بیان ختم کر دیا۔

اصولوں کی پابند شخصیت تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑے مجاہد اور عظیم لیڈر تھے۔ ہندوستان کے علماء کے سرپرست تھے اور مسلمانان ہند کے بہت زیادہ ہمدرد تھے۔ جہاں بھی فسادات شروع ہو جاتے تو حضرت اسعد مدنی خود موقع پر پہنچ جاتے اور فساد کو ختم کر دیتے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے صحیح جانشین تھے، عظیم قربانیاں دی تھیں، سارا وقت مسلمانان ہند کے لیے وقف کیا تھا۔ تمام ہند کے علماء کی کمران سے مضبوط تھی۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی حیات تھے تو ان کی معیت و رفاقت میں حضرت (اسعد مدنی) بھی بنگلہ دیش جایا کرتے تھے اور وہاں اپنے والد کی سرپرستی و ہدایت میں مسلمانوں اور مریدوں اور متعلقین کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا ارشد مدنی علمی لحاظ سے بہت بڑا مقام رکھتے ہیں، ان کی علمی استعداد بہت مضبوط ہے۔ وہ شیخ مدنی کے علوم و معارف کے امین ہیں۔ آج کل دارالعلوم دیوبند میں احادیث کا درس دیتے ہیں۔ مولانا اسعد مدنی ہمارے ہاں جب بھی تشریف لاتے تو حضرت مولانا عزیز گل صاحب کے ہاں ضرور تشریف لے جاتے۔ مولانا عزیز گل صاحب پر بہت زیادہ فریقہ تھے۔ حضرت اپنے اوقات کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔

(خصوصی نمبر جولائی ۲۰۰۶ء)

☆

حضرت ابراہیم علیہ السلام پیکر صبر و تسلیم

ایثار و قربانی اور رضا و تسلیم کے تابندہ نقوش

ایک مضمون جو حضرت ابراہیم کی بستی "خلیل الرحمن" میں لکھا گیا

بیت المقدس سے ۳۲ کلومیٹر قبلہ کی طرف (جانب جنوب) ایک تاریخی بستی "خلیل الرحمن" میں ۲۱ شوال ۱۳۸۶ھ کو حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، کہتے ہیں کہ یہ بستی سرزمین عرب میں بہت پرانی اور قدیم بستی ہے۔ آج سے تقریباً ساڑھے چار ہزار سال قبل یہاں ایک گھر تھا جس میں ایک عمر رسیدہ انسان اپنی دو بیویوں کے ساتھ زندگی کے لیل دنہار اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گزار رہا تھا، وہ بھیڑ بکریوں کے دودھ اور پہاڑوں کے خورد و نگور و انجیر اور دیگر قدرتی پھل غذائی ضروریات کے لیے کام میں لاتا تھا۔ ایک دن صبح سویرے یہ معمر آدمی اپنے گھر سے کچھ سامان سفر نکال کر باہر اونٹنی پر لادنے لگا، اور ایک بیوی کو اپنے ساتھ سفر کے لیے تیار ہونے کا حکم دینے لگا اور دوسری بیوی کو کہا تم گھربار کا خیال رکھنا۔ میں ایک لمبے سفر پر جا رہا ہوں، ایک عورت کی بغل میں ایک چھوٹا سا بچہ ہے، وہ بچے کو پیار کر رہی ہے اور خون کے آنسو رو رہی ہے، دوسری عورت بھی اٹکلبار آنکھوں کے ساتھ سفر کی تیاری میں ہے اور اپنے شوہر کے ساتھ سامان سفر اونٹنی پر لاد رہی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اونٹنی نہیں تھی خود اپنے کانٹھوں پر اسباب سفر اٹھا کر اس بستی سے روانہ ہوئے۔ ایک سوئیس برس کی یہ

مقدس شخصیت نبیوں کے امام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے۔ اور جو اپنے شوہر کے ساتھ سفر پر جا رہی تھی وہ ام المومنین حضرت ہاجرہ لاڈلے بچے کی ماں ہے جس کی بغل میں بچہ ہے جس کو چومتی ہے، سینہ سے لگاتی ہے وہ ام المومنین حضرت سارہ ہیں اور یہ بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہے، اور یہ بستی ظلیل الرحمن کی بستی ہے جو اب پُر رونق شہر بن گیا ہے یہاں کے پہاڑ انکور، انجیر، آلوچہ، آلو بخارا اور دیگر پھلوں کے درختوں سے سرسبز و شاداب ہیں جہاں اب بھی بہ نسبت دیگر شہروں کے اسلامی شعائر اور احکام دین کی پابندی سے تعمیل کی جاتی ہے یہاں نہ کوئی مسجد رہ سکتا ہے اور نہ یہودی، نہ یہاں سینما ہے اور نہ کلب۔ صرف قدس میں مسیحیوں کے دو سودا گری ہیں جن میں مسلمانوں کے بچے بھی پڑھتے ہیں، اسی طرح بے شمار گرجے، دیر، کلیساں ہیں۔ یہ آرمینیوں کا دیر ہے اور یہ سریانیوں کا اور عبرانیوں کا، اور مسیحی گرجے تو بے شمار ہیں، عزیز یہ جہاں حضرت عزیر علیہ السلام کا روضہ ہے اور چھوٹے سے قصبے میں تھیں مگر بے اور عیسائی مشن کے کئی مدرسے ہیں، اور یہاں سے موٹریں کا روضہ اور قریہ لودا قریب ہیں وہاں بھی متعدد گرجے اور عیسائی مشن کے مدرسے ہیں مگر آپ کو اس تاریخی مقدس بستی میں نہ عیسائی دیکھنے میں آتے ہیں اور نہ عیسائی مشن کا مدرسہ، نہ سینما ہے اور نہ دیگر غیر شرعی امور نظر آئیں گے۔ عرب اگرچہ خوش خلق ہیں مگر بستی ظلیل کے باشندوں کی طرح نیک اور متقی میں نے نہیں دیکھے، تو حضرت سارہ اس لیے رو رہی تھی کہ ان سے اپنی رفیقہ ہاجرہ ہجرت اور سفر پر روانہ ہو رہی تھیں، اور ان کو لاڈلے بچے کی داغ و مفارقت زلزلہ رہی تھی، حضرت ہاجرہ اس لیے اٹھکبار تھیں کہ وہ اپنی مہربان رفیقہ حضرت سارہ سے جدا ہو رہی تھیں۔ یہ بات غلط ہے کہ حضرت سارہ نے اپنے شوہر

حضرت ابراہیم کو حضرت ہاجرہ اور ان کے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر سے نکالنے پر مجبور کیا تھا وہ تو ان دونوں کی جدائی پر اٹھکبار آنکھوں سے رو رہی تھیں، معصوم بچہ تو حضرت سارہ کے لیے سرور و اور اطمینان قلب کا باعث تھا اس گھرانے میں تو صرف یہی بچہ تھا جو ان کو محبوب تھا اس سے پہلے کبھی بھی انہوں نے اس گھرانے میں بچے کی آواز نہ سنی تھی۔ ابراہیم کو اللہ کی طرف سے وطن چھوڑنے کا حکم ہوا تھا اس لیے وہ اس بستی سے جنوب کی طرف روانہ ہوئے، حضرت سارہ محبت و شفقت سے بھری ہوئی آنکھوں کو آنسوؤں سے صاف کر رہی تھی اور اپنے پیارے شوہر کی پرانہ سالی کی حالت میں سفر اور حضرت ہاجرہ اور لاڈلے بچے کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی تھیں وہ ان کو الوداع کرنے کے لیے سامنے پہاڑی تک چلی گئی جس کی چوٹی سے جانب جنوب کا راستہ دور تک نظر آ رہا ہے اور وہاں اس وقت تک کھڑی رہی جب تک وہ جاتے ہوئے دکھائی دیتے رہے، حضرت سارہ انکی سلامتی و حفاظت کے لیے دعائیں مانگ رہی تھیں، وہ پہاڑ کے اس تاریک ماحول میں اکیلی رہ گئی تھی، ان کو اپنا فکر نہیں تھا بلکہ اپنے عمر رسیدہ شوہر، لاڈلے بچے اور اپنی رفیقہ کا فکر و امن گیر تھا کہ اب کہاں پہنچے ہوں گے۔ تمام راستہ پہاڑی ہے، ہزاروں میل تک انسانی آبادی کا نام و نشان نہیں، پہاڑوں میں راستہ معلوم کرنا بہت دشوار کام ہے اور جبکہ اس سے پہلے کوئی انسان اس راستہ پر گیا ہی نہ ہو۔ درندوں کی آوازیں آرہی ہیں۔ راستہ میں زائر اور ختم ہو جائے تو پھر کیا ہوگا؟ یہ تمام تفکرات حضرت سارہ کو تنہائی کے عالم میں مغموم کر رہے تھے۔ معلوم نہیں حضرت ابراہیم اپنی بیوی ہاجرہ اور انکو تے بیٹے حضرت اسماعیل کے ہمراہ پہاڑوں، داوایوں اور لوق دوق بیابانوں میں کتنے دن سفر کرتے رہے۔

ہے اور نہ بچہ ایسے جاگداز وقت میں ابراہیم نے دعا کی۔ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ بِیْرِ
لُدِیْنِیْ بِوَاکُوْغْہِرِ ذِیْ ذُرْعَ عِنْدَ بَیْعَتِ الْمُحَرَّرِ (ابراہیم: ۳) (اے ہمارے
میں نے بسایا ہے اپنی اولاد کو ایک بن کھیتی میدان میں تیرے حرمت والے کے
پاس) یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ شاید ہی کوئی اور دعا قبول ہوئی ہو۔

آج دنیا کے گوشہ گوشہ سے ہر سال لاکھوں کی تعداد میں فرزندانِ ابراہیم
اس بیتِ جلیل کی زیارت کے لیے ووردراز سے آتے ہیں اور یہاں پر دونوں کی فرما
اس بقعہ نور کے ارد گرد طواف کرتے ہیں اور سنینِ ابراہیمی کو تازہ کرتے ہیں۔ ابراہیم
کا بلند پایہ صبر و استقلال اور تسلیم ہی تو ہے جس نے اس عظیم ابتلاء میں انہیں کامیاب
بخشی۔

ادھر حضرت ہاجرہ پر صرف وطن کی بھوری اور تنہائی کا امتحان نہیں تھا بلکہ ایک
ایک دوسرا روح فرسا امتحان ان پر آگیا، پانی کا معمولی ذخیرہ ختم ہوا۔ گرمی کی شدت
اور پیاس کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ خاص کردہ عورت جو مصر کے سرسبز و شاداب
خطہ میں پھلی پھولی ہو اور دریائے نیل کے کنارے نشوونما پا چکی ہو اور پھر قریہ غلہ
مرد اور صحت افزاء مقام میں رہ چکی ہو اور ایک بچہ کیسے پیاس برداشت کرے
انتہائی پیاس اور شدید گرمی کی وجہ سے مایہ بے آب کی طرح ریتلی زمین پر
بدلے لگا، ماما اور شفقت بھری ماں بے بسی اور بے کسی کی حالت میں ادھر
دوڑا نے لگی تاکہ کہیں پانی کا سراغ مل سکے۔ چاروں طرف پہاڑوں کے غبار
نہیں آتا تھا اور یہ کتنی دلخراش بات ہے کہ ایک والدہ اپنے بچے کو پیاس کی
زمین پر کروٹیں بدلتا ہوا دیکھے اور اس کا کوئی علاج اس کے پاس نہ ہو، خوش

کو تو چھوڑ دینے، وہاں بیگانے بھی نہ ہوں اور ایک معصوم بچے کا معصوم جگر پیاس کی وجہ
سے جل رہا ہو، نبوت و رسالت کی آغوشِ تربیت میں پٹی ہوئی حضرت ہاجرہ صبر و
استقلال سے کام لے کر سوچتی ہے کہ سامنے پہاڑی پر چڑھ کر شاید پانی نظر آجائے یا
کوئی انسان دکھائی دے جس سے پانی مانگ لے۔

یہ پہاڑی صفا کی پہاڑی ہے اس پر چڑھ کر جب حضرت ہاجرہ نے ہر طرف
نظر دوڑائی تو نہ کہیں تالاب نظر آیا اور نہ کوئی چشمہ یا کنواں اور نہ وہاں کوئی راہ گزر نظر
آیا جس سے پانی طلب کرے۔ سامنے مردہ کی پہاڑی پر پانی نظر آیا، دوڑ کر وہاں
چلی گئی، دیکھا تو وہاں بھی پانی کا نام و نشان نہیں وہ سراب تھا جو نظر آیا۔ حضرت ہاجرہ
سراب کے تصور سے بھی نا آشنا تھیں، مردہ کی چوٹی سے جب صفا کی چوٹی پر نظر پڑی
تو پانی نظر آیا واپس مردہ سے صفا کی طرف دوڑی مگر پانی کہاں ایہ بھی سراب ہی تھا، اسی
طرح پھر وہاں سے جب مردہ پر نظر پڑی تو پانی نظر آیا ہاجرہ نے سمجھا شاید میں پہلے پانی
کی جگہ تک غلطی کی وجہ سے نہیں پہنچ سکی، اب جا کر پوری تحقیق کر لوں گی۔ چنانچہ سات
دنھا آنا جانا ہوا، ویسے بھی تحلیل اور تصور جب راسخ ہو جائے تو انسان کو خیالی صورت بھی
نظر آنے لگتی ہے، جب باوجود اس تنگ دود کے پانی نہ ملا تو وہاں سے اتریں۔

صبر اور رضا برضائے مولیٰ ایسی نعمت ہے جو دنیوی و اخروی کامرانیوں کا
سبب ہے۔ حضرت ہاجرہ کی تسلیم اور حکم خداوندی پر رضا مندی خداوندی والجلال کو اتنی
پسند آئی کہ قیامت تک حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں پر صفا و مردہ کی سعی کو لازم
قرار دیا گیا: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوْ اعْتَمَرَ فَلَا
جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطُوفَ بِہِمَا (بقرہ: ۱۵۸) (صفا و مردہ خداوند قدس کی نشانیاں ہیں

ہستی ظلیل الرحمن سے مکہ معظمہ دو ہزار کلومیٹر دور ہے، اس وقت ایسی سڑک نہیں تھیں جو آجکل نظر آتی ہیں اور نہ اس قسم کی تیز رفتار بسوں اور کاروں کا انتظام۔
 ورنہ راستے میں موجودہ بستیاں اور شہر آباد تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے دل میں یہ بات قوت تھی، اطاعت و تعمیل حکم کا جذبہ تھا، تسلیم و ایثار اور فرمانبرداری تھی جس کی بدولت پہاڑوں کے سینوں کو چرتے ہوئے وہاں تک پہنچے جہاں خدا کی آخری وحی نازل ہوئی۔
 یٰ اِبْرٰہِیْمُ اَلْقِیْ التَّوْحٰدَہُ لَہٗنَا "ابراہیمؑ کو اس جگہ فروکش ہونے کا حکم ہوا جہاں اللہ ہے" وَ اِذْ یُبٰیِّنُ اِلٰہِہٖمَّ مَکَانَ الْبَیْتِ (الابۃ) اور جب ٹھیک کر دیا تو نے ابراہیمؑ کو جگہ اس گھر کی۔ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے کچھ پتھر جمع کئے، ایک مومن مکان بنایا، جس میں ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ سورج کی تپش سے قحطی چھاگل میں تھوڑا سا پانی جو باقی رہ گیا تھا وہ حضرت ہاجرہؑ کے حوالے کر دیا اور بچہ اپنے تھے وہ بھی دیدیئے جو کچھ وقت تک کام دے سکتے تھے اور اپنے پیارے لخت الوداعی بوسہ دیتے ہوئے حضرت ہاجرہؑ سے رخصت ہوئے۔ کروڑوں درود ہوں ان پر۔

اللہ اللہ اس وقت حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے احساسات، حضرت کے رنج و غم اور قلق و اضطراب کا کیا عالم ہوگا! ہاجرہؑ تو مطمئن تھیں کہ ان کا شوہران ساتھ ہے، عورت کا سہارا عالم اسباب میں شوہر ہی تو ہے، مگر اب شوہران کو چھوڑ چھوڑ چھوڑ کر واپس لوٹ رہا تھا، چھیل بے آب و گیاہ میدان اور سنسان صحرا میں چھوڑ کر واپس لوٹ رہا تھا، انسانی آبادی تو کیا پرند و چاند کا نام و نشان تک بھی نہ تھا۔ پہاڑوں اور ریتیلی زمین ناہید اکنار سلسلوں میں جب سینکڑوں میل تک پانی نہ ہو جائے کیسے زندہ رہ سکتا

ہر ایم علیہ السلام نے جب اپنا رخ شمال کی طرف کیا اور بلا دشام کو جانے والے راستہ پر روانہ ہوئے تو ہاجرہؑ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ مجھے اس معصوم بچے کے ساتھ اس بولناک صحرا میں تنہا چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں؟ کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں، کیا مجھ سے آداب شوہری بجالانے میں کسی قسم کی کوتاہی سرزد ہوئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنی رفتار کو تیز کر دیا۔ حضرت ہاجرہؑ نے اونچی آواز سے پکارا، اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَتَاۡتُکَ فَرٰہُ وَاَتِیْجُکَ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے یا آپ اپنی مرضی سے ہم کو یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور منشاء ایزدی کے تحت یہ کام ہو رہا ہے۔ حضرت ہاجرہؑ نے جواب دیا: اِذَا لَا یُضِلُّعُنَا اللّٰہُ اَکْہِدًا اب تو مجھے اطمینان ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے محافظ و نگہبان ہیں وہ ہمیں یہاں کبھی ضائع نہیں فرمائیں گے۔ کہتے ہیں جب حضرت ابراہیمؑ پہاڑی پر چڑھ کر شام کی طرف اتر رہے تھے تو پہاڑی کی چوٹی پر ظہر کر شفقت پداری کے جذبہ سے اپنے لخت جگر اور اپنی بیوی پر آخری نگاہ ڈالی، جہاں سے وہ ابراہیمؑ علیہ السلام کو کوکھائی دیتے تھے۔ ایسے سنگلاخ بے آب و گیاہ بیابان میں ایک مسافر عورت اور ایک معصوم بچہ کیسے زندگی بسر کریں گے۔ پانی اور کھجور کا معمولی تو شہ کب تک کام دے گا، درندوں اور موذی جانوروں کا اگر اس جگہ سے گزرے تو بچہ کی صورت کیا ہوگی کیا میں دوبارہ اپنی بیوی اور بچے کو زندہ حالت میں دیکھ سکوں گا؟ یہ تمام ایسے کریمانہ تصورات ہیں جو ایک حساس انسان کو بمختصائے رحمت سامنے آتے ہیں اور سب سے زیادہ احساس اس بات کا کہ جب ظلیل الرحمن سے روانہ ہوئے تو بیوی اور بچہ ساتھ، اب جب واپس جا رہے ہیں تو نہ بیوی ساتھ

حاجی اور عمرہ کرنے والے پر ان میں سنی کرنی لازم ہے) اسی آیت سے قبل ارشاد ہے:
وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ (ہمز ۱۵۵: ۱۵۶) اور خوش خبری دے ان صبر کرنے والوں کو جب پہنچے ان کو کہہ
مصیبت تو کہیں، ہم تو اللہ کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

صبر کرنے والوں کا اجر و ثواب ذکر کرنے کے بعد صبر کے مواقع کا ایک سہرہ
بیان کیا کہ حضرت ہاجرہؑ نے وطن سے ہجرت، راستہ کی تکالیف اور تنہائی کی حالت میں
رہنے پر جو صبر کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دوز کو قبول فرما کر قیامت تک کے لیے اسے
مسلمانوں پر لازم کر دیا، تاکہ حضرت ہاجرہؑ کی سنی کی یاد تازہ رہے۔

آہ! سورج کی شعاعوں سے بجتی ہوئی زمین پر دوڑ لگانا حضرت ہاجرہؑ کے
لیے یقیناً تکلیف دہ ہوگا وہ تَقْدِيمُ رَجُلًا وَتَوَخُّرُ أُخْرَى کے عالم میں اتریں۔ دل
میں کبھی بچے کی موت کا دوسا آتا، کبھی یہ خیال پیدا ہو جاتا کہ قریب الموت ہوگا
اور اگر کچھ وقت کے لیے زندہ بھی رہ جائے تو یہ یاس پانی کے سوا تو بچھے گی نہیں، پانی
کہاں سے تلاش کروں، دل کو تسلی دیتے ہوئے جب بچہ کے نزدیک آئیں تو کیا دیکھتی
ہے کہ ایک پانی کا چشمہ ہے جس کا پانی فوارے کی طرح چل رہا ہے اور بچہ اس پانی
میں کھیل رہا ہے اور خوشحالی میں ہے۔ حضرت ہاجرہؑ کی خوشی اور مسرت کا تصور کر لیجئے
کہ اس مایوسی اور بے بسی کے عالم میں پانی کا چشمہ مل جانا ان کے لیے کتنی فرحت بخش
نعمت ہوگی اور ان کا دل نعمت خداوندی کے احساس سے کتنا لبریز ہوا ہوگا۔ ہاجرہؑ نے
اللہ تعالیٰ کا شکر یہ زبان سے کئی دفعہ ادا کیا مگر تسلی نہ ہوئی پھر سوچا کہ اس عظیم نعمت کے
صلہ میں عظیم شکر یہ ادا کرتی ہوں وہ بے اختیار رجبہ میں گر پڑیں، ان کی مبارک پیشانی

بچے ایک پتھر سے ٹکرائی اور خون کا فوارہ پھوٹ نکلا، طویل جمدہ کے بعد جب جمدہ سے
سر اٹھایا تو کیا دیکھا کہ پتھر خون سے تر ہو گیا ہے اور ماتھے سے خون بہہ رہا ہے، فرمایا:
یا اسلام یا اللہ کہ قاسمت و کم عاقبت یا ابراہیم واللہ لآذیٰ هذا الحجر
لإبراهيم لیری ما عاقبت وقاسمت (ہائے رے تعجب یا اللہ میں نے کتنی مشقت
اٹھائی اور کتنی بار محنت برداشت کی۔ میں اس پتھر کو محفوظ رکھ کر ابراہیمؑ کو دکھاؤں گی
اگر وہ یہاں دوبارہ تشریف لے آئے)

پرندوں کو جب وہ پانی کا چشمہ نظر آنے لگا تو پانی پینے کے لیے وہاں جمع
ہوئے، وحشی جانوروں کو بھی پرندوں کے اترنے سے اندازہ ہو گیا کہ یہاں کھانے
پینے کی کوئی چیز ہے جس کے لیے یہ پرندے جمع ہو رہے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ہاجرہؑ
اپنے بچے کو باہر چھوڑ کر پتھروں کے بنے ہوئے اس چھوٹے کمرہ میں چلی گئی، تھوڑی دیر
بعد جب کمرہ سے واپس آئیں تو دیکھا کہ ایک شیر بچے کے قریب بیٹھا ہے، یہ بھیانک
منظر دیکھ کر وہ گھبرا گئیں کہ طرفۃ العین میں یہ درندہ جانور اس بچے کو کھا جائے گا، مگر وہ
دروازے میں کھڑی ہو کر کیا دیکھتی ہے کہ شیر اسماعیلؑ کے پاؤں چوم رہا ہے، اور کبھی ان
کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھتا ہے، حضرت ہاجرہؑ یہ دیکھ کر مطمئن ہو گئیں۔

رفتہ رفتہ وہ شیروں کے ساتھ عادی ہو گئے اور اسماعیلؑ علیہ السلام شیروں کی
آغوش میں پھلے پھولے، اے الد العالمین! یہ درندے اور حیوان لا یعقل آپ کے
پیارے اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اس لیے آپ کی
قدرت تامد اور حکمت بالغہ نے یہاں ہمیشہ کے لیے جانوروں کا شکار حرام کر دیا۔

چند دن بعد بنی جرہم کا ایک قبیلہ راستے سے گزر رہا تھا، پانی کی فراوانی دیکھ

کر حضرت ہاجرہ سے اجازت مانگی کہ ہم یہاں فروکش ہو رہے ہیں، انہوں نے بطیب خاطر ان کو اجازت دے دی، اور ایک بستی آباد ہونے لگی۔

یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ حضرت ابراہیم مکہ سے واپس ہو کر دس سال رہے یا بارہ سال۔ بہر حال ایک دن حضرت سارہ نے ابراہیم کو کہا کہ آپ اپنی بیوی اور بچے کی خبر تک نہیں لیجئے، معلوم نہیں اب تک وہ اس صفحہ ہستی میں موجود ہوں گے بھی یا نہیں۔ ابراہیم نے فرمایا کہ میں حکم ربانی کا منتظر ہوں ایک دن بارگاہ الہی سے حکم ہوا کہ جہاں آپ نے اہل بیت کو چھوڑا ہے وہاں چلے جائیں، ابراہیم روانہ ہوئے، جب مکہ کی گھاٹیوں کو طے کیا اور جبل شامی پر چڑھ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کافی خیمے ہیں اور بہت سے انسان نظر آتے ہیں، سوچنے لگے جب میں یہاں آیا تھا تو یہ ایک سنسان بیابان تھا اب تو یہاں انسانی آبادی نظر آرہی ہے کیا میں راستہ بھول گیا ہوں، یا میرے بعد یہاں کچھ لوگ آباد ہو گئے ہیں۔ ابراہیم قریب آئے تو کسی سے پوچھا، شوانو (سریانی زبان میں) تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا احتار ب من جرم، ہم بنی جرم عرب ہیں ہمارے وطن کا تالاب ٹوٹ گیا ہے ہمارے قبیلہ کے بعض آدمی عراق چلے گئے اور کچھ شام، ہم حجاز کو آئے تو یہاں پانی دیکھ کر سکونت پذیر ہو گئے۔ ابراہیم نے دوبارہ پوچھا کہ یہاں ہاجرہ نام کی عورت اور اسماعیل نام کا لڑکا موجود ہے، جرمی نے جواب دیا کہ اسماعیل کو تو ہمارے قبیلہ نے اپنا سردار منتخب کر لیا ہے اور اس کی والدہ ہاجرہ تو ہماری روحانی والدہ ہے، ابراہیم نے پوچھا ان کا گھر کہاں ہے اس نے جواب دیا کہ ان کا گھر تو یہاں تمام گھروں میں نمایاں ہے وہ سفید گھران کا ہے، ابراہیم سواری سے اتر کر اس گھر کی طرف آئے اور دروازے پر دستک دی، حضرت ہاجرہ نے دروازہ کھولا، اپنے واجب الاحترام شوہر کو پہچان کر دست بوسی کی اور از حد مسرت آمیز

لہجہ میں اہلاً و سہلاً کے کلمات کہے، ابراہیم نے پوچھا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟ بیوی نے بتایا کہ وہ شکار کے لیے گئے ہیں، ابھی آجائیں گے، اتنے میں اسماعیل آئے وہ ایک مسمر آدمی کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ مہمان ہے۔ مہمان سے علیک سلیک سے پہلے اپنی والدہ سے پوچھا: من ضیفنا آتاکہ کہ یہ کہاں کا رہنے والا مہمان ہے۔ آپ نے مہمان کے لیے کھانا تیار کیا ہے یا نہیں میں نے یہ ہرنی اور خرگوش شکار کیا ہے۔ یہ مہمان کے لیے پکالیں والدہ نے کہا کہ اس مہمان کو پہچان لو کہ یہ کون ہے؟ اسماعیل نے کافی غور سے دیکھا مگر پہچان نہ سکے، کمن بچہ کیسے اپنے باپ کو پہچان سکتا ہے جب اس کا باپ دس بارہ سال کے بعد آئے اور بچہ جوان ہو چکا ہو۔ ابراہیم نے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا: انا ابوئک ابراہیم میں آپ کا والد ابراہیم ہوں۔ اللہ! اللہ! باپ نے بیٹے کو گلے سے لگایا، زار و قطار روئے، ابراہیم جب اسماعیل کو اپنی والدہ کی آغوش میں چھوڑ گئے تھے تو اس وقت وہ کیسے یقین کر سکتے تھے کہ میں ایک دن ان کو دوبارہ زندہ دیکھ سکوں گا مگر اب تو وہ ایک قبیلہ کا سردار بن گئے تھے۔ واللہ الحمد والمنة۔

تینوں مسرور تھے اور آپس میں گزرے ہوئے واقعات دہرا رہے تھے حضرت ہاجرہ نے اپنے خاوند حضرت ابراہیم کو اپنی سرگزشت تفصیل سے بیان کرنا شروع کی اور جب پتھر سے پیشانی میں چوٹ آنے کا بتایا اور فرمایا کہ وہ پتھر میں نے سنبھال رکھا ہے، ابراہیم نے کہا لاؤ وہ کہاں ہے؟ اسماعیل وہ پتھر اٹھا لائے، ابراہیم نے اس پتھر کو سرخ دیکھ کر اس پر اپنی آنکھیں رکھیں اور ایک طویل روحانی مراقبہ میں محو ہو گئے کافی دیر کے بعد سر مبارک اٹھا کر فرمانے لگے کہ مجھے عالم روحانی میں اس پتھر سے چاروں طرف نورانی شعلے بھڑکتے ہوئے نظر آئے اور جہاں جہاں تک اس خون آلود پتھر کی روشنی پہنچی ان جگہوں کو میقات الحج مقرر کر دیا گیا۔ مدینہ

اسلام کا نظام عدل و اخوت

اور درسی مساوات

منورہ کی طرف یہ نورانی شعلے دیگر اطراف کی بہ نسبت زیادہ پھیلے اس لیے مدینہ منورہ کا میقات ابعد المواقیت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ بیت المقدس کے رخ میں ہے اور بیت المقدس انوار ربانی کا مرکز رہا ہے اور اب بھی یہاں انوار و تجلیات کا نزول ہوتا ہے اور یہ قاعدہ ہے الشَّيْبَةُ يَنْجَذِبُ الشَّيْبَةَ۔ ایک قبلہ نے دوسرے قبلہ کی شعاعوں کو اپنی طرف کھینچا اور یہ بات بھی تھی کہ مدینہ الرسول ﷺ رحمۃ للعالمین دعوت ابراہیمی حبیب مدنی ﷺ کا نشیمن بننے والا تھا اس لیے ان کی اولین نورانیت نے نورانیت کو کھینچا۔

پھر حضرت ہاجرہؑ نے فرمایا کہ ایک دن شیر آ کر اسماعیل کے پاس بیٹھا، میں نے دیکھا تو ڈر گئی مگر وہ شیر اس کو چومتا اور پیار کرتا تھا، ابراہیمؑ نے فرمایا کہ قیامت تک یہ زمین حرم ہے یہاں کوئی بھی کسی جانور کو شکار نہیں کریگا، ابراہیمؑ نے کہا کہ اس پتھر کو محفوظ رکھ دو، ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہؑ نے ایک دوسرے کے حالات سن لئے اور ابراہیمؑ آرام فرمانے کے بعد اٹھے تو جبرائیل حاضر ہوئے اور فرمان خداوندی سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلوص، محبت اور آپ کی زوجہ کی تسلیم و صبر اور اسماعیل کی معسومیت سے راضی ہو کر تمہارا نام زندہ رکھنے کے لیے یہاں ایک گھر کو دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ باپ بیٹے دونوں نے تعمیل حکم کی اور کعبہ اللہ کی بنیاد رکھنے لگے۔ وَإِذْ يُؤَفِّعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (برہان: ۱۲۷) اور یاد کر جب ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اٹھاتے تھے بنیادیں خانہ کعبہ کی اور دعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے، قبول کر یہ عمل، بے شک

تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (ماہنامہ الحق مارچ ۱۹۶۷ء)

رب العالمین اس نئے سال ۱۳۸۹ ہجری کے لیل و نہار، لجات و ساعات کو ملک و ملت کی دینی، دنیوی ترقی و استحکام کی ضیا پاشیوں سے معمور و منور فرماوے، چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد یحییٰ خان نے عوام کی جان و مال کی حفاظت اور آئینی حکومت کے قیام کے پیش نظر مارشل لاء کو نافذ کرویا ہے، ملک میں سینکڑوں ہنگامے، قتل و غارت، تشدد و انتشار کی ناگفتہ بہ کیفیت (جو چند مہینوں سے سایہ فگن ہے) نے مارشل لاء کو دعوت دی، تاکہ پاکستان کے دونوں بازوؤں میں امن و سلامتی اتحاد و یکجہتی قائم کی جاسکے۔

کاش! قوم کے ممتاز زعماء مشہور علمائے دین اپنی عظیم ترین قربانیاں اسلامی آئین کی ترویج کے لیے وقف فرماتے، اور پاکستان کے کروڑوں مسلمان متفقہ طور پر شریعت محمدیؐ کے نفاذ کے لیے جملہ مساعی مبذول کرتے تو ملک میں بے یقینی، بے چینی اور افتراق کا یہ بازار گرم نہ ہوتا، اور نہ مارشل لاء کی ضرورت محسوس ہوتی۔ ہر چہ ہر ما است از ما است۔ فَتَسَوُّوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَاعْفُ رُبَّنَا إِنَّهُمْ الْعَادُونَ وَالْبَاطِلُ نَاجِبٌ۔

اور جس بات کی انہیں نصیحت کی گئی تھی، اس کا ایک بڑا حصہ بھلا چکے ہیں ہم نے انہیں عداوت اور بغض میں فرق کر دیا۔

یہ عظیم مملکت جو صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نام پر مندرجہ شہور پر جلوہ گر ہوئی ہے اور جس کے لیے چار کروڑ مسلمانوں کو درندہ صفت، خونخوار متعصب ہندوؤں کے زلزلے میں بے دست و پا چھوڑ دیا گیا، لاکھوں فرزندانِ توحید کے خون سے افق ہند اب تک سرخ نظر آ رہا ہے۔ لاکھوں عصمتوں کو لوٹا گیا، اتنی قربانیوں، طویل و مسلسل جدوجہد سے حاصل شدہ ملک صرف اسلام ہی کے لیے قائم کیا گیا تھا، اور اسلام ہی کی بدولت زندہ و تابندہ رہ سکتا ہے، اس ملک میں بسنے والے ہزاروں گروہوں و نسل میں تقسیم ہیں۔ ان میں نہ تو قومیت کا رشتہ ہے، نہ زبان کی وحدت، جغرافیائی لحاظ سے بھی اس ملک کے دونوں حصوں میں کافر دشمن کے ملک کی ہزار میل سے زیادہ مسافت حد فاصل ہے، یہ تمام طبقاتی اختلافات و گروہ بندیوں اسلام ہی کے قوی رشتہ میں غسلک ہونے سے ختم ہو سکتی ہیں۔ اسلام کے عالمگیر مساوات، جمہوریت کے سایہ میں سرمایہ دار اور غریب کے باہمی کشت و خون، امت مسلمہ کو آپس میں دست و گریبان، طلبہ و مزدور اور ہر طبقہ سے وابستہ اشخاص کا اپنے حقوق طلبی کی راہ میں احتجاجی جلسے و جلوس اور ہڑتال وغیرہ تک نوبت ہی نہ پہنچتی۔

اسلام نے رواداری، امن و سلامتی، خوشحال زندگی، باہمی ارتباط و اتحاد کا جو مکمل نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ یقیناً دنیا کے کسی اور مذہب میں ملنا محال ہے۔ مذہب اسلام نے اپنے درخشندہ و تابندہ اصول صداقت کی مستحکم بنیادوں پر نہ صرف انسانی حقوق دنیا کے ظلمت کدہ میں اجاگر کئے ہیں بلکہ اس کے ٹھوس قوانین

نے تمام مخلوق خدا کے حقوق کا تحفظ اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ یہ مذہب سراپا رحمت و شفقت ہے، اسلام کا وسیع آئین زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے، رحمت کائنات حسن انسانیت حضرت محمد ﷺ اور اسکے جانشین صحابہ و تابعین نے اسلامی مساوات کا جو عملی نمونہ دنیا والوں کے سامنے پیش کیا ہے وہ کارل مارکس، لینن، نیپولین اور شالین وغیرہ کے سمجھانہ و خام نظریے کب پیش کر سکتے ہیں؟ اسی اسلامی مساوات کے منشور و منہج کے مطابق پاکستان کے حکام اور عوام گامزن ہوتے تو آج پاکستان کربلا ارضی پر ایک مثالی اور عظیم اسلامی حکومت ہوتا۔ افسوس کہ آج مغربی تہذیب سے متاثر و مرعوب مسلمان طبقہ اسلامی مساوات سے بے خبر ہے، بعض بے چارے تو جنونِ مایوسی میں بے اختیار چیخ اٹھتے ہیں کہ اسلام میں روٹی، کپڑے مکان، بھوک، اور افلاس کا علاج موجود نہیں۔ دراصل اس قسم کے لوگ اسلام کے بین المللی اور بین العلاقاتی تمام سیاسی، معاشی، معاشرتی ضوابط سے ناواقف ہیں، اسلامی اصول سے بے خبر رہنے کے موذی مرض نے انکے دل و دماغ کو اس قدر ماؤف و مفلوج کر دیا ہے کہ آج وہ مذہبی اقدار و شعائر کے اپنانے سے دستکش ہو گئے ہیں۔ اور غیر مسلم اقوام کے نقش قدم پر چلنے میں اپنی کامیابی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ ”قبالی اللہ المشتکی“

اسلام نے مرد و عورت، آزاد و غلام، خادم و مخدوم، سرمایہ دار و غریب محتاج و غنی کے جملہ حقوق کی حفاظت فرمائی ہے، اس وقت ہم صرف غریب و مزدور کے تحفظ و حقوق کا اجمالاً ذکر کرتے ہیں، ان مقدس کلمات پر غور کیجئے جو نبی رحمت کی زبان معصوم سے نکلے ہیں۔ اِخْوَانُکُمْ حَوْلُکُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰہُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ کَانَ لَہٗ اَخٌ تَحْتَ یَدِہٖ فَلْیُطْعِمْہٖ مِمَّا یَا کُلُ وِلْیَلْبِسْہٖ مِمَّا یَلْبَسُ۔ الخ

در اصل تمہارے بھائی تمہارے یہ خادم ہیں جن کو اللہ نے آپ کے زیر دست بنا دیا ہے پس جس کے تصرف میں خادم ہو، اسکو وہی کھانا کھلائے جو خود کھاتا ہو اور ان کو اسی قسم کا کپڑا پہنائے جو خود پہنتا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے انھوں کو کلمہ اس لیے مقدم فرمایا کہ آقا کو خادم کی اخوت و برادری کا پورا احساس ہو جائے۔

ما آمن بی من ہات شعبان وجارہ جالعہ الی جانبہ وهو یعلم۔
(وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا جو بیٹ بھر کر سو جائے اور اسے اپنے پڑوسی کی بھوک کا علم ہو۔)

ایک دن آنحضرت ﷺ کے پاس ایک محتاج کپڑا مانگنے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے سائل سے دریافت کیا، کیا آپ کا پڑوسی نہیں؟ سائل نے کہا: حضور! میرے کئی پڑوسی ہیں، آپ نے فرمایا: فلا یجمع اللہ بینک ویمہ فی الجہنہ۔ پس اللہ ایسے پڑوسیوں کو جنت میں آپ کے ساتھ جمع نہیں ہونے دے گا۔

حدیث قدسی ہے :

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : يَا ابْنَ آدَمَ مَرَضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي فَيَقُولُ ابْنُ آدَمَ : يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُوذُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ اللَّهُ : أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فَلَانًا مَرَضَ فَلَمْ تَعُدَّهُ أَمَا إِنَّكَ لَوَعَدْتَهُ لَوْجَدْتَنِي عِنْدَهُ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطَعْتَكَ فَلَمْ تَطْعَمْنِي فَيَقُولُ : رَبِّ كَيْفَ أَطْعَمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ اللَّهُ : أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فَلَانًا اسْتَطَعَكَ فَلَمْ تَطْعِمَهُ أَمَا إِنَّكَ لَوَأْطَعْتَهُ لَوْجَدْتَهُ ذَلِكَ عَبْدِي يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَقِيتَكَ فَلَمْ تَسْقِنِي فَيَقُولُ يَا رَبِّ : كَيْفَ إِسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ : اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي

فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ أَمَا إِنَّكَ لَوَسَقَمْتَهُ لَوْجَدْتَهُ ذَلِكَ عَبْدِي۔

(مسلم باب فضل عیادۃ المریض)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بنی آدم سے پوچھے گا میں بیمار ہوا تھا تو آپ نے میری عیادت نہ کی پس بندہ عرض کرے گا اے میرے رب تیری عیادت کیسے کرتا جبکہ توبہ العالمین ہے پس اللہ فرمائے گا تجھے معلوم نہیں، میرا فلان بندہ بیمار ہوا تھا، آپ نے اس کی عیادت نہیں کی تھی اگر آپ اس کی عیادت کرتے تو ضرور وہاں مجھے پاتے (یعنی میں اس عیادت کا اجر و ثواب دیتا) اے فلان! میں نے آپ سے کھانا مانگا تھا پس آپ نے مجھے کھانا نہیں کھلایا بندہ عرض کرے گا، اے رب! میں کیسے آپ کو کھانا کھلاتا جب کہ آپ رب العالمین ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ کو معلوم نہیں کہ میرے فلان بندہ نے آپ سے کھانا طلب کیا تھا تو آپ نے اسکو کھانا نہیں کھلایا اگر آپ اس کو کھلاتے تو مجھے ضرور وہاں پاتے۔ اے فلان! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا آپ نے مجھے پانی نہیں دیا، بندہ عرض کرے گا اے مولیٰ! میں تجھے کیسے پلاتا جبکہ توبہ العالمین ہے، اللہ فرمائے گا فلان شخص نے آپ سے پانی طلب کیا تھا آپ نے اس کو پانی سے محروم رکھا اگر اسکو پانی پلاتے تو مجھے وہاں ضرور پاتے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ (الایہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یقیناً زکوٰۃ اور صدقات واجبہ فہراء اور مساکین وغیرہ کے لیے ہیں، زکوٰۃ مالی نظام کا ایک شعبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اصحاب نصاب پر فرض کیا ہے، جو ان سے لیکر ناداروں میں بانٹا جائے۔ اسلام اگرچہ کسی فقیر کو غنی کا دست نگر بننے کا حق نہیں بناتا، سوال و گدگری کی عادت نہیں سکھاتا بلکہ اطعم ما اکلتم من کسبکم (اپنی کمائی سے کھانا

تمام کھانوں سے زیادہ طیب و لذیذ ہے) سے حلال کمائی کی ترغیب دیتا ہے۔
 طرح یہ روایت: مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطْ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ
 وَأَنْ يَسْبِي اللَّهَ فَاوَدَ فِكَانَ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ۔ (وہ کھانا سب سے اچھا ہے جو
 آدمی ہاتھ کی کمائی سے کھا کر کھائے اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی
 کھانا کھاتے تھے۔) کسب حلال کی ترغیب دیتی ہے مگر جبکہ انسانی آبادی میں
 مالدار اور فقیروں کے درمیان توازن ہو تاکہ ایک دوسرے کے کام آسکیں۔ لَحْنٌ قَسَمًا
 يَمْنَهُمْ مَعَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (الزمر: ۳۲) وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى
 بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ۔ (النحل: ۷۱) (دنیوی زندگی میں ان کی روزی کے ذرائع بھی ہم
 ہی ان کے درمیان تقسیم کر دیے اور اللہ نے ہی ان میں سے ایک کو دوسرے پر روزی
 میں فوقیت دی ہے) اس لیے متول افراد کے سرمایہ میں چالیسواں حصہ مساکین کے
 لیے مقرر فرمایا اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات بھی لازم کئے۔ اِنْ فِي الْمَالِ حَقَابَةٌ
 الزَّكَاةُ تَاكِرَ سَرَامِيْدَارٍ اَوْ مَقْلَسٍ مِّنْ بَاہِمِی رِبْطٍ وَّاتِّحَادٍ قَائِمٌ ہُو۔ غریب کو محل عبادت
 تاکہ امیر غریب کو تلاش کرتا رہے، جس طرح نماز پڑھنے کے لیے ہم مسجد جایا کرتے
 ہیں، اسی طرح زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کے لیے فقیر کے پاس جاتا ہوگا، اسلام اپنے
 سرمایہ داروں کی خدمت کرتا ہے جو بے کسوں محتاجوں کے کام نہیں آتے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالنِّعَّةَ الْغَر (توبہ: ۳۴) جو لوگ سونا چاندی
 ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو عذاب الیم
 بشارت دیدیں۔ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّاهُ۔ (المزید: ۲) ہلاکت ہے اس شخص کے
 جو مال و دولت کو جمع کر کے دن رات اسے گنتا رہے اور اس کا عقیدہ ہو کہ مال و دولت

حیات جاودانی بخشے گا۔ اسلام ایسی سرمایہ داری کی اجازت نہیں دیتا جس میں دولت
 کے بچاری ظلم و ستم، رشوت، مزدوروں کی حق تلفی اور محتاجوں کے خون چوسنے میں عرفی
 کے اس شعر کے مصداق ہوں۔

خس باش دخوک باش دیاسگ مردار باش
 ہرچہ باشی باش عرفی اند کے زردار باش
 نَمِی لَایَكُوْنُ دَوْلَةٌ لِّمَنْ اَلْاَغْلِبَاوْ مَعْنُکُمْ (المشرع: ۱) تاکہ دولت صرف
 تمہارے امراء کے درمیان ہی نہ گردش کری رہے) کی آیت کریمہ سے اس قسم کی
 سرمایہ داری کی مذمت واضح ظاہر ہے۔

قرآن وحدیث کو ذرا کھول کر دیکھو تو سبھی تمہیں روز روشن کی طرح واضح
 ہو جائیگا کہ اسلامی اصول ہوں یا مبادی، قوانین ہوں یا احکام سب میں مساوات ہی
 مساوات ہے۔ قرآن نے تمام انسانوں کو الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ
 (اقسام: ۱۱) اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نفس سے پیدا فرمایا، ایک ہی بشر کی اولاد ٹھہرایا۔ اِنَّمَا
 الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ، (الحجرات: ۱۰) مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

المسلم اخو المسلم لا یخونہ ولا یكذبه ولا یخذله کل المسلم
 علی المسلم حرام عرضہ و ماله و دمہ الخ۔

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس کے ساتھ خیانت کرے گا، نہ اسے
 جھٹلائے گا اور نہ رسوا کرے گا ایک مسلمان کلی طور پر دوسرے پر حرام ہے۔ یعنی ایک
 مسلمان کی عزت، مال و دولت، خون وغیرہ دوسرے مسلمانوں پر حرام ہیں پس وہ نہ
 کسی کو مارے گا نہ کسی کی آبروریزی کریگا۔

مسلمان فقیر ہو یا امیر کروڑ پتی ہو یا دانے دانے کا محتاج، سب کے سینور میں توحید اسلام کی وحدت موجزن ہے۔ دینی احکام ہوں یا تعزیرات سب میں مساوات کا قانون نمایاں ہے۔ مثلاً نماز کو لیجئے یہ تمام اولاد آدم کو ایک ہی صف میں کھڑے کرنے کی حامی ہے، ایک ہی بیت کے ساتھ کھڑے ہونے کی دعوت دیتی ہے، مسجد میں جا کر نہ کسی امیر و بادشاہ کے لیے کوئی خاص ممتاز محل مقرر ہے اور نہ کسی فقیر و گدا کو صوبہ اول میں قیام کی ممانعت ہے، روزے میں سب یکساں، زکوٰۃ، اولیٰ متمول اور اعلیٰ درجہ غنی پر یکساں فرض ہے، ہر ایک کے مال سے چالیسواں حصہ لیا جائیگا، حج میں سب کے لیے ایک وضع قطع کا لباس، ایک ہی صدائے لبیک، ایک ہی کعبہ کا طواف، قوانین تعزیرات زنا، چوری، لوٹ کھسوٹ، رشوت، قتل، شراب نوشی وغیرہ کی سزائیں امیر و غریب سب کے لئے یکساں ہیں کیا سرکارِ دوعالم ﷺ نے غلام و مخدوم کی اس عورت کو اسامہ بن زید کی سفارش پر چھوڑ دیا تھا جس کو چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا تھا؟ آنحضرت ﷺ نے تو غصہ ہو کر فرمایا: تم حدود اللہ میں سفارش کی جرأت کر رہے ہو۔

اسلام نے خلیفہ و حاکم کو اپنے ماتحت رعایا کے ساتھ جس حسن سلوک و مشفقانہ برتاؤ کے احکامات جاری کئے ہیں وہ دنیا کے کسی لاء میں موجود نہیں۔ ان ہدایات کی روشنی میں صحابہ کرامؓ تابعین عظام اور ہر طبقہ کے سلاطین و مجاہدین نے مراکش سے لیکر چین تک بسنے والے انسانوں کو مساوات کی حیات سے نوازا۔ اور اپنی مصلحانہ و عادلانہ روش سے انسانیت کے بکھرے ہوئے کروڑوں نفوس کو رشتہ اسلام میں پرو دیا۔ عرب و عجم، ترکی، رومی، عراقی و ایرانی، یمنی و حجازی، پاکستانی و افغانی

ہلے و سفید کو صبغة اللہ و من احسن من اللہ صبغة (بقیرۃ ۱۳۸) کے رنگ میں یک جسم و جان کر دیا۔ خلفائے راشدین کی مشفقانہ خلافت آنحضرت ﷺ کی بہت طیبہ کا عکس ہے، حضور اکرم ﷺ بسمہ رحمت تھے، فَبِعَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لَئْتَ لَهُمْ وَاَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْعَلَبِ لَا تَفْضُوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران ۱۵۹) (پس خدا کی خصوصی رحمت کی بدولت آپ نرم خو ہیں اور اگر آپ ترشرو اور سنگدل ہوتے تو راسخی آپ کی محبت سے کنارہ کش ہو جاتے۔

حضور ﷺ کے صحابہ بھی امت کے لیے رحمت بنے۔ حضرت ابو بکر خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ان یتیم بچوں کے گھر چا کر ان کی بکریاں دوہتے رہتے جن کے باپ غزوات میں شہید ہو گئے تھے، ایک دن صدیق اکبرؓ کی بیوی نے حلوا پکانے کا شوق ظاہر کیا تو فرمایا کہ مسلمانوں کا بیت المال خلیفہ کے عیش و عشرت کے لیے نہیں۔ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ رات کو مدینہ کی گلیوں میں گشت لگایا کرتے تھے تاکہ اہل مدینہ کی ضروریات سے آگاہی حاصل کر کے ان کی حوائج پوری کریں۔ ایک دفعہ بازار میں ایک کمزور یہودی کو دیکھا جو دو کاندروں سے بھیک مانگ رہا تھا، فرمایا بڑے میاں کیا کر رہے ہو بوڑھے نے دیکھ کر کہا اپنا پیٹ بھرنے اور جزیہ ادا کرنے کے لیے دست سوال کیا ہے آپ نے بوڑھے کا ہاتھ پکڑا، اپنے گھر لے جا کر اسے کھانا کھلایا، پھر بیت المال کے خزانچی کے پاس لے جا کر حکم دیا کہ آئندہ اس بوڑھے اور اس قسم کے تمام ضعفاء سے جزیہ نہ لیں اور بیت المال سے اس قسم کے محتاجوں کو اتنا وظیفہ دیا کریں جو ان کے اہل و عیال کے بساوقات کے لیے کافی ہو۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی نگاہ ایک نحیف معصوم بچی پر پڑی، فرمایا یہ کس کی بچی

ہے جو ثقاہت سے اٹھ نہیں سکتی بیٹے عبداللہ نے عرض کیا: جناب یہ میری بیٹی ہے کہا: کیوں کمزور ہے، بیٹے نے کہا کہ آپ نے ہمارے وظیفہ میں اضافہ نہیں کیا، اس لیے ان بچوں کا یہی عالم ہے، باپ نے کہا خدا کی قسم بیت المال سے جو ایک مار مسلمان کے لیے وظیفہ مقرر ہے وہ خلیفہ اور خلیفہ کے اقا رب کے لیے بھی مقرر ہے میں اس میں اپنی طرف سے ایک کوڑی کا اضافہ نہیں کر سکتا، چاہے آپ کیلئے کافی ہو نہ ہو، قانون خداوندی کا یہ فیصلہ میرے اور تیرے درمیان ایک جیسا ہے۔

۱۸ھ میں جب قحط پڑا تو حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کیون کا تیل استعمال کرنے لگے ہیں میں جب زیتون کے مسلسل استعمال سے درو کی شکایت محسوس ہونے لگی تو آپ نے پیٹ کو مخاطب کر کے فرمایا: ”ملک میں جب تک قحط رہے گا آپ کو زیتون ہی نے گا“ اسی قحط کے دوران جب اپنے بیٹے کو خر بوزہ کھاتے ہوئے دیکھا تو سخت رنجیدہ ہو کر فرمانے لگے ہمارے بھائی بھوک سے مر رہے ہیں اور تم خر بوزہ کھا رہے ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ جب انتہائی نحیف ہوئے تو بعض صحابہؓ نے مرغن خوراک کھانے کا مشورہ دیا فرمایا: میں اپنے اسلاف (حضرت محمدؐ علیہ السلام) کی سنت کیسے چھوڑ دوں۔

عن ابن عمرؓ قال: أهدى لرجل من أصحاب رسول الله ﷺ راق شاق فقال: فلان أحوج مني إليه فبعث به إليه فبعث ذلك الإنسان إلى آخره يزل يبعث به واحد إلى آخر حتى رجع إلى الأول بعد أن تداوله سبعة عشر عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک صحابیؓ کو بکری کا سر بطور ہدیہ بھیجا گیا اس نے دوسرے صحابیؓ کو بھیجا جو کہ اس سے زیادہ مستحق تھا، اس دوسرے نے تیسرے یہاں تک کہ وہ سات صحابیوں کے پاس پہنچ کر آخر کار اس صحابی کے پاس پہنچا۔

نے پہلی دفعہ اپنے پڑوسی کو ہدیہ کیا تھا۔ سید الطائفہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لقد عهدت المسلمون وإن الرجل منهم يصعب فقول: يا أھلیہ ہا اھلیہ یتھمکھ یتھمکھ الخ۔ میں نے مسلمانوں کا ایسا زمانہ دیکھا ہے جس میں ہر ایک مسلمان صبح اٹھ کر اپنے گھر والوں سے تحیم و مسکین اور پڑوسی کے بارے میں دریافت کرتا کہ ان حقداروں کے حقوق ادا کر لیے ہیں یا نہیں۔

ان مختصر قصہ ہائے پارینہ نے ”قیاس کن زنگستان من بہار مرا“ اسلامی مساوات، اخوت، رحمہ لی، غربا پروری کے زورین اسباق ہمیں ملتے ہیں اگر اس ملک میں ارباب حکومت اور رعیت دونوں مختلفہ طور پر اسلامی نظام کو اپنائیں تو نہ تنبیہ کی کیونکہ کو دعوت دے سکتی ہے اور نہ امیری مذموم سرمایہ داری کا سبب بن سکتی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

الحرم الحرام ۱۳۸۹ھ
(ابتداء الحق اپریل ۱۳۶۹ھ)

مولانا عبدالرزاق سنگین

اکوڑہ خشک کے ایک درخشندہ، تابندہ قادر الکلام ادیب، مایہ ناز اور صاحب ادراک و دانش عالم تھے۔ اکوڑہ خشک کی مردم خیز زرین سرزمین نے ہر دور میں نابغہ روزگار علماء ربانین، ممتاز محدثین، اجلہ مفسرین و خدا رسیدہ اکابر ردحائین، اسلامی وقومی شعراء، سیاسی زعماء اور شہسواران جہاد اور دیگر نامور پیدا کیے ہیں۔ شیخ طریقت اخوند دین بابا جیسے اولیاء اللہ جن کے کس قدر کرامات سے یہ خطا ہے، جو سالکین روحانین کے سر تاج شیخ رحمکار رحمۃ اللہ علیہ کے استاد و مربی تھے۔ ادب کے عظیم المرتبت شاعر خوشحال خان خشک اسی خاک کے فرزند ارجمند تصوف و سلوک کے علمبردار پیر طریقت سید مہربان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ زمین کے چشم و چراغ تھے۔ حجت الاسلام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید محقق العصر علامہ مولانا محمد نور (المعروف بہ نوری مولانا) رحمۃ اللہ علیہ قاضی نظیف الدین، قاضی امین الحق، حضرت بادشاہ گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بڑے بڑے علماء کرام نے اس بہستی میں آنکھیں کھولی ہیں، بالخصوص المحدثین استاد العلماء حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ پر اس زمین کی فخر ہے جن کا علمی مقام، مثالی زہد و تقویٰ اور جن کے عظیم علمی خدمات کا شہرہ دار عالم تھا یہ جیسی عظیم اسلامی یونیورسٹی کی شکل میں موجود ہے۔ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم

باید کتبہ بستی کے چیدہ اور نامور شخصیتوں کے سنہری کارناموں سے یکسر ناواقف ہیں۔ مرحوم مولانا عبدالرزاق سنگین راقم الحروف کے دیرینہ مخلص ساتھی تھے، وہ عمر میں مجھ سے تقریباً سات آٹھ سال بڑے تھے، وہ بچپن ہی سے علوم عربیہ کے ولدادہ تھے اور دینی علوم سے بے پناہ محبت کی بنا پر انہوں نے علوم عربیہ میں وہ مقام حاصل کیا تھا جو ایک قابل فاضل سند یافتہ کا ہو، وہ روایتی کے ساتھ عربی بول سکتے تھے۔ فارسی میں تو خصوصی مہارت کے حامل تھے، کیونکہ فارسی ادب کی تمام کتابیں انہوں نے اپنی مسجد میں حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ قضا بانو حاجی صاحب سے بار بار پڑھی تھی جو فارسی ادب میں اونچے درجے کے عالم تھے۔ ہمارے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اور حضرت بادشاہ گل صاحب نے بھی فارسی ادب کی کتابیں مولانا عبدالرحیم صاحب سے پڑھی تھیں۔ بندہ نے بھی نظم کی بعض کتابیں ان سے پڑھیں۔ ان کی مسجد میں ان سے ملاقاتیں ہوتی تھیں اور فارسی اشعار میں کبھی کبھی بیت بازی کے مواقع بھی سامنے آ جاتے تھے، انہیں ہزاروں اشعار یاد تھے، مسجد قضا بان میں طلباء کا ہجوم ہوتا تھا، ہر وقت علمی مسائل پر گفتگو ہوتی تھی، جس سے سنگین صاحب کی علمی استعداد پختہ ہو گئی تھی، ہمارے والد بزرگوار حضرت مولانا سید قدرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار اسلام کے سرگرم رکن تھے۔ مولانا عبدالرزاق سنگین بھی مجلس احرار اسلام کے شیدائی تھے والد صاحب کے ساتھ ان کے گہرے روابط تھے۔ سنگین صاحب نے مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے فقہ قادیانیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے وہ اگرچہ مختلف گورنمنٹ سکولوں میں مدرس رہ چکے تھے مگر باوجود سرکاری ملازم ہونے کے انہوں نے کبھی بھی مداخلت سے کام نہیں لیا۔ بلکہ پوری جرأت و بے باکی سے ان جلسوں میں پر جوش تقریریں فرمایا کرتے تھے جو قادیانیت کے رد میں منعقد

کئے جاتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ نوشہرہ صدر کی جامع مسجد میں حضرت مولانا قاضی عبدالسلام کے زیر صدارت ایک مشاعرہ ہو رہا تھا جس کا مصرع طرح رخن بابا علیہ الرحمۃ کا ایک شعر تھا۔

نبوت بہ محمد بائد تمام شو نشته پس لہ محمد انبیاء

اس پر بندہ نے بھی ایک قصیدہ لکھا اور سنگین صاحب کو سنایا، مرحوم نے میری حد سے زیادہ حوصلہ افزائی فرمائی جب قاضی عبدالسلام مرحوم صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور انہوں نے مطالعہ فرمایا تو فرمانے لگے بہت سخت لکھا ہے میں نے عرض کیا اجازت دے دیں میں قید و بند کے لیے تیار ہوں، میں نے علم عروض کی فن تقطیع مرحوم سنگین سے سیکھی۔ ایک دن میں فتحہ الیمن کے اس شعر کو پڑھ رہا تھا.....

لعب الغراب بما کرهت ولا زالة للقد

تبکی و انت قتلتها فاصبر و الافاتحر

(کوڑے نے آواز دی جو تم نے اچھا نہ سمجھا اور تقدیر کا لکھا ہوا ملتا نہیں تو روتا ہے اور تو نے ہی اس کو مار ڈالا ہے، تو صبر کرو ورنہ تو اپنے نفس کو ہلاک کر دے)

سنگین صاحب نے بتایا کہ اس شعر کی بحر کامل میں تقطیع یوں ہے: لعب غراً، بیما کبرہ، توکلاً إذا، لتکلی قدر متبکی و ان تتعلل تہا فخصیر وال لافن تجر متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن۔

بس اسی ایک شعر کی تقطیع سے میں نے فن تقطیع سمجھ لیا پھر مجھے علم عروض سیکھنے کی رغبت پیدا ہوئی۔ سنگین صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب اور دیگر مدرسین حقانیہ کے دروس میں شریک رہتے تھے۔

محترم سنگین صاحب فن مناظرہ میں حاضر جوابی میں بے نظیر تھے، قوت

حافظہ ان کا بہت قوی تھا، ایک دفعہ نوشہرہ کے ایک مجسٹریٹ نے ان کو طلب کیا کہ آپ نے فلاں جلسہ میں قادیانیوں کے خلاف تقریر کی ہے۔ مجسٹریٹ اونچی آواز سے بول رہا تھا، تو سنگین صاحب نے کہا کہ سی آئی ڈی کی رپورٹ اسی طرح بے بنیاد ہے جس طرح آپ کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ سنگین صاحب بہرے ہیں، اونچا سنتے ہیں، مجسٹریٹ نے کہا کہ مجھے تو کسی نے آپ کے بہرہ بین کی اطلاع نہیں دی تو سنگین صاحب نے کہا پھر کیوں آپ اتنی تکلیف فرماتے ہیں اور گرجدار آواز سے بولتے ہیں، مجسٹریٹ شرمندہ ہوا۔

وہ مجلس احرار کے رکن تھے مگر انہوں نے جمعیۃ العلماء اسلام کے لیے بڑا نام کیا ہے۔ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے اخابات میں وہ ہمارے ساتھ دن رات شریک رہتے سب سے پہلا دورہ علاقہ نظام پور کا ہم تینوں نے کیا، بندہ اور مرحوم سنگین صاحب برادر م حلی حافظ عبدالستار صاحب۔ ہم نے تقریباً ایک ہفتہ نظام پور کے علاقہ میں اہم لوگوں کے ساتھ ملاقاتوں میں گزارا، اور ان کو جمعیت کے منشور اور اغراض و مقاصد سے روشناس کیا، سب سے پہلے ہم کنڑہ خیل مولوی کرامت اللہ صاحب کے پاس گئے، رات ان کے ساتھ گزاری اور تمام رات ان کو جمعیت کے کارناموں اور آئندہ عزائم سے آگاہ کیا پھر اس کے بعد ہم نے اہالیان نوشہرہ کی طرف سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے قوی اسبلی کی نشست پر نوشہرہ حلقہ سے انتخابات کے لیے کھڑے ہونے کی اپیل تھی، جس سے تمام علاقہ میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب انتخابات لڑیں گے۔ حضرت راضی نہیں تھے، ان کے خصوصی رفقاء و اراکین کے اراکین بھی ہماری مخالفت کرتے تھے کہ یہ آسان کام نہیں ہے۔ پھر ہم نے علاقہ

بھر کے علماء اور ممتاز شخصیات کا ایک بڑا جرگہ بنایا جو حضرت کی خدمت میں آئے، حضرت نے جرگہ کو مان لیا اور وعدہ فرمایا، اس کے بعد انتخابات کی سرگرمیاں تیز تر ہوئیں، اور حضرت کے تمام احباب اور دارالعلوم حقانیہ کے اراکین و معاونین اور فضلاء دارالعلوم میدان میں نکلے اور سنگین صاحب پشتو اور ہندکو، چار زبانوں کے اچھے شاعر تھے، کبھی کبھی فارسی اور زبان میں بھی شعر گوئی کیا کرتے تھے۔ عربی علوم سے کافی شغف تھا، جیہ اللہ البالغہ، فوز الکبیر، تہتبی، حماس، مقدمہ ابن خلدون کے بعض مقامات مجھ سے پڑھ لئے تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی میں مجلس احرار اسلام کی ایک کانفرنس میں تشریف لائے تھے، صبح میں اور سنگین صاحب ان کی قیام گاہ پر گئے وہاں کافی علماء موجود تھے، باتوں باتوں میں شاہ جی صاحب نے مذاقاً فرمایا کہ پشتو بھی کوئی زبان ہے جس کی ابتداء دعا سے ہوتی ہے، بات بات پر دعا دغا۔

سنگین صاحب طب اور حکمت کی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے، انہوں نے پشتو ادب کی بڑی خدمت کی ہے، بے سروسامانی کے عالم میں اس نے ”وزمہ“ ماہنامہ نکالا سنگین صاحب فرنگی سامراج کے بدترین دشمن تھے، وہ ہمیشہ اپنے شاگردوں کو مذہب اسلام کی طرف ترغیب دیتے تھے۔ (ماہنامہ الحق دسمبر ۱۹۹۳ء)

اخذ و ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی
اکابر کا تذکرہ

حافظ الحدیث حضرت مولانا

محمد عبداللہ درخواستی

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی مدظلہم کی یادداشتیں

۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ / ۱۳ مارچ ۲۰۰۹ء خان ناؤن حسن ابدال کے قاری محمد داؤد صاحب بانی و مجتہم مدرسہ تہجد القرآن کی دعوت پر الجاہد الکبیر شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہم کی معیت میں وہاں جانا ہوا۔ علماء فضلاء اور دینی مدرسہ کا علمی و روحانی اجتماع تھا، مسجد کو اپنی وحشوں کے باوجود تنگ دامن کی شکایت تھی۔ میں نے اپنی تقریر میں تین باتیں عرض کیں۔ اس کے بعد حضرت نے مفصل خطاب فرمایا۔ گل رحمن ڈرائیو تک کر رہے تھے، دوران سفر گاڑی میں احقر کی تازہ تالیف ”تذکرہ دسواغ سرور قلندر حضرت درخواستی“ مولانا فضل الرحمن درخواستی اور علامہ مولانا زاہد الراشدی مدظلہم کے حضرت درخواستی پر ماہنامہ ”الحجر“ ناچد کی خصوصی اشاعت کے اہتمام کے حوالے سے کچھ عرض کیا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہم نے اپنے مشاہدات، واقعات اور یادداشتیں بیان فرمائیں۔ ساری باتیں تو محفوظ نہ ہو سکیں، بعض ارشادات کے اشارات لکھ لئے تھے، ذیل میں وہی یادداشتیں تدریکاً تحریر ہیں (عبدالقیوم حقانی)

بارش کے لئے دعا فوراً قبول ہوئی :

مرقد قلندر حضرت درخواستی نے میری اور مولانا سمیع الحق کی دعوت پر تین روز تک جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں سورۃ فاتحہ پر درس دیا۔ حسن ابدال کے احباب کے

اصرار پر چوتھے روز اندرون محلہ جامعہ اشرفیہ تشریف لے گئے اور تین گھنٹے خطاب فرمایا۔ شدت کی گرمی تھی، لوگ گرمی سے بے حال اور بے حال ہو رہے تھے، لوگوں نے بارش کے لئے دُعا کا کہا، حضرت درخواستی نے ایک گھنٹہ دُعا کے موضوع پر گفتگو فرمائی، اور بارش کے لئے دُعا کی۔ دُعا جاری تھی کہ بادل چھا گئے، ٹھنڈی ہوائیں چلیں اور خوب بارش برسی، ہم لوگ بارش کی وجہ سے گیلے کپڑوں کے ساتھ گھروں کو واپس ہوئے، یہاں اکوڑہ خٹک آئے تو اس قدر بارش ہوئی تھی کہ زمینیں میراب ہوئیں اور گھٹنوں تک پانی بھی موجود تھا۔

چاولوں کی دیگ میں برکت :

اس موقع پر خان ناؤن حسن ابدال کے مدرسہ مدنیہ تجوید القرآن کے بانی و مہتمم قاری داؤد صاحب نے تائید کی اور فرمایا ہاں! وہ دُعا اور فوری بارش کا منظر مجھے بھی یاد ہے۔ قاری داؤد صاحب نے فرمایا: اس موقع پر ایک واقعہ یہ بھی ہوا کہ حضرت درخواستی کے کسی مرید نے ایک دیگ چاول پکائے تھے، جمع سینکڑوں کا تھا، پریشان ہو گئے کہ لوگ زیادہ ہیں اور چاول فقط ایک دیگ، کفایت کیسے ہوگی؟ گھبرائے ہوئے حضرت درخواستی کے پاس آئے۔ حضرت نے فرمایا: گھبرانا نہیں، جب چاول تقسیم کرنے کا وقت آئے تو مجھے چاولوں کے برتن کے پاس لے جانا، اور ڈھکن میرے آنے سے پہلے نہ اتارنا۔ وقت آنے پر حضرت کو لے جایا گیا۔ حضرت نے کچھ پڑھا اور فرمایا: ڈھکنا نہ اتارنا اور ڈھکنے کے نیچے سے چاول نکال نکال کر دیتے رہنا۔ چنانچہ حضرت کے ارشاد پر عمل کیا گیا۔ اسی ایک دیگ چاول سے سینکڑوں ہنگام خدا نے کھایا، خدام اور کارکنوں نے کھایا، پھر بھی بچ کے رہا۔

۳۔ مرد قلندر حضرت درخواستی نے مدینہ منورہ مسجد نبوی میں میری اور علماء کی درخواست پر احادیث کا درس دیا۔ حضرت کے درس میں عرب علماء بھی حاضر تھے۔ بالخصوص شیخ عرفات الامین العام للجامعة الاسلامیہ بالمدينة المنورہ جنہوں نے چالیس سال تک روضۃ من ریاض الجنۃ کے نورانی آغوش میں مؤطا امام مالک پڑھائی تھی نے بڑی طلب و محبت سے آپ کا درس سنا تو بے اختیار بول اُٹھے :

وَاللّٰہِ رَاٰیْنَا فِی الْکُتُبِ وَ سَمِعْنَا مِنَ الْعُشَاۡئِرِ اَنَّ السَّلَفَ کَانُوْا یَسْرُدُوْنَ الْاَحَادِیْثَ سَدًّا وَ مَعْنًا وَ رَاٰیْنَا هٰذَا الشَّیْخَ۔

اللہ کی قسم ! ہم نے کتابوں میں دیکھا تھا، اور مشائخ سے سنا تھا کہ سلف صالحین احادیث و اسناد کو حفظاً سنایا کرتے تھے اور آج ہم نے شیخ (مرد قلندر شیخ درخواستی) کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پھر مجھ سے شام کے ایک سفید ریش معمر عالم نے پوچھا: مَنْ هٰذَا الشَّیْخُ؟ میں نے کہا : هو حافظ الحدیث شہبہ المحدثین عبد اللہ الدرخواستی امیر جمعیۃ علماء الإسلام فی پاکستان و مدیر جامعۃ مخزن العلوم بمدينة خان فور۔

خانہ کعبہ اور گنبد خضراء پر نظر :

۴۔ مرد قلندر حضرت درخواستی نے ایک موقع پر مسلسل احادیث سناتے ہوئے فرمایا کہ جب حدیث میں اشکال ہوتا ہے تو روضۃ اطہر پر نظر ڈالتا ہوں، اشکال ختم ہو جاتا ہے اور جب قرآن میں اشکال ہوتا ہے تو خانہ کعبہ پر نظر ڈالتا ہوں تو اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ اور حضرتؒ کی دُعا :

۵۔ مدینہ یونیورسٹی میں میرا داخلہ ہو چکا تھا، رمضان کا مہینہ تھا، کراچی میں مجھے معلوم ہوا کہ اس دفعہ حضرت در خواستی دورہ تفسیر حیدر آباد میں پڑھا رہے ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ جواز مقدس جانے سے قبل حضرت دامت برکاتہم کی زیارت سے شرف باریابی حاصل کروں اور ان سے دُعا کیں لے لوں۔ بندہ ان کے مبارک درس میں شریک ہوا، درس کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا، مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا :

”شیر علی آیا ہے مجھ سے دریافت فرمایا: کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا:

مدینہ منورہ جا رہا ہوں، آپ سے دُعا کیں لینے آیا ہوں، فرمانے لگے: کہیں جامعہ میں داخلہ تو نہیں ہوا، چلو! چلے جائیے خدا تمہارا حافظ ہو۔“ حضرت صاحب کشف و کرامات تھے، کشف سے ان کو معلوم ہوا۔

حضرتؒ کو مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ اور اس کے اثرات سے اندیشہ تھا کہ آزاد خیالی آجائے گی اور دینی تہذیب ختم ہو جائے گا۔ اس لئے وہاں کے داخلے کو ناپسند کرتے تھے، مگر مجھ پر نہ تو غصہ ہوئے، نہ ناراضگی کا اظہار کیا، بلکہ دُعا کیں دیں۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہوا کہ الحمد للہ! مجھے حقیقت پر استقامت، جامعہ میں ترجیحی اور آج اس کے درس و تدریس، فردغ و اشاعت کا موقع مل رہا ہے۔

۶۔ ایک قاری صاحب آرہے تھے، میں نے عرض کیا حضرت! فلاں قاری صاحب حاضر خدمت ہیں۔ فرمایا: ہاں ہاں! میں جانتا ہوں، اب قاری قاری نہیں رہے، سب کا روبرو بن گئے ہیں۔

امام لاہوریؒ کے جنازہ میں شرکت :

حضرت الامام مولانا احمد علی لاہوریؒ کا انتقال ہوا، تو حضرت در خواستیؒ نے میرے پاس طالب علم بھیجا کہ جنازہ میں جانا ہے میرے ساتھ چلو گے؟ (میں ان دنوں حضرتؒ کے ہاں دورہ تفسیر میں شریک تھا) چنانچہ ”شاہین“ ایکسپریس کے ذریعہ روانگی طے ہوئی، رمضان المبارک کے ایام تھے، بحری کھا کر ہم لوگ اسٹیشن پر پہنچے، مرد قلندر حضرت در خواستیؒ تمام راستے میں روتے رہے اور آپ پر مسلسل گریہ طاری رہا۔

ہم لوگ جب شیرانوالہ پہنچے تو بتایا گیا کہ گھنٹہ ہو گیا جنازہ اٹھایا جا چکا ہے۔ حضرت پریشان ہو گئے، کسی صاحب نے حضرتؒ کو پہچان لیا اور گاڑی میں بٹھا کر جنازہ گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ میرے پاس حضرتؒ کا بستر بھی تھا، میں پریشان ہو رہا تھا کہ اللہ پاک نے میرے لئے رکشے کا انتظام کر دیا، بستر رکشے میں رکھا اور حضرتؒ سے پہلے پہنچ گیا، ابھی جنازہ نہیں پہنچا تھا کہ اللہ نے ہمیں وہیں پہنچا دیا۔ مرد قلندر حضرت در خواستیؒ نے مجھے دیکھا تو خوش ہوئے ارشاد فرمایا :

”جن ! پہنچ گئے ہو، یہ سب حضرت در خواستیؒ کے کرامات تھے،

ورنہ عالم اسباب میں تو ایسا ممکن نہ تھا۔“ حضرت نے اور بتائیں کالج کے باہر ظہر کی نماز باجماعت پڑھائی اور ابھی جنازہ نہیں پہنچا تھا۔ حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی پنجاب یونیورسٹی کے وسیع گراؤنڈ میں تقریر فرما رہے تھے۔ اس نے حضرت در خواستیؒ کو دیکھا تو رونے لگے اور فرمانے لگے کہ اب حضرت در خواستیؒ بیان فرما دیں گے۔

فقیر کا جنازہ :

تو اس موقع پر حضرت درخواستی نے تقریر بھی فرمائی تھی، جو میں نے محفوظ کر لی تھی اور اسے طبع بھی کرایا تھا، حضرت کا ایک جملہ یہ بھی تھا کہ :

”لوگو ! لاہور نے کئی جنازے دیکھے ہیں، آج ایک فقیر کا جنازہ بھی دیکھ لو، غروب کا وقت ہے، اوھر دنیائے کائنات کا سورج غروب ہو رہا ہے اور یہاں دنیائے علم کا آفتاب غروب ہو رہا ہے۔“

لوگوں کے ہجوم اڑو حام اور جنازہ کو ہاتھ لگانے اور کاندھے پر رکھنے کی تمنا اور خواہش کی تکمیل کے لئے جنازے کے ساتھ بانس باندھ دیئے گئے تھے، کئی بانس ٹوٹ گئے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے محبت :

ایک دفعہ دورانِ درس کسی نے حضرت سے کہہ دیا کہ یہاں درس میں ایک ایسا طالب علم بھی آیا ہے جو امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کو گالیاں بکتا ہے، حضرت پر امام ابوحنیفہؒ کی عظمت اور محبت حد درجہ غالب تھی، اس وقت طیش میں آئے، ناراض ہو گئے، اور درس بند کر دیا، ارشاد فرمایا: ہمارے اسلاف نے ہمیں علم پہنچایا ہے، دین پہنچایا ہے، اسلاف کی محنت و خدمت کا تسلسل ہے جو آج یہاں ہم قرآن پڑھ رہے ہیں، مگر یہاں بے ادبی کا بیج بویا جا رہا ہے۔ طلبہ پریشان ہو گئے، پھر میں نے عربی میں درخواست دی، تو حضرت نے میری درخواست منظور فرمائی اور دوبارہ درس شروع کر دیا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور حضرت درخواستیؒ :

مدینہ منورہ میں شیخ الحدیث مین زبیر العارفین حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ علوم شریعہ میں مقیم تھے۔ علماء کرام و مشائخ عظام مسجد نبوی شریف میں نماز عصر پڑھ کر ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ میں نے بڑے بڑے مشائخ و علماء کرام کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت شیخ الحدیث کے سامنے فرش پر تشریف فرما ہوتے تھے اور حضرت شیخ الحدیث چار پائی پر جلوہ افروز ہوتے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ، حضرت العلامة مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا مفتی محمود اور دیگر تہا حضرت حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ کو میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث ان کو چار پائی پر جلوہ افروز ہونے کا اعزاز و اکرام فرماتے۔ ایک عجیب منظر ہوتا تھا کہ حضرت حافظ الحدیث مسلسل احادیث نبویہ بیان فرماتے تھے اور حضرت شیخ الحدیث پورے وجد و کیف کی حالت میں سنتے رہتے تھے۔

(ماہنامہ القاسم مئی ۲۰۰۶ء)

تحریک اسلامی ”طالبان“ افغانستان کا اجمالی تعارف

عارف باللہ ہادیہ کبیر حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب المدنی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ منہج العلوم میران شاہ، وزیرستان

افغانستان پر روسیوں کی سرخ سفاکانہ بربریت اور یلغار کے خلاف تمام عالم اسلام کے چیدہ چیدہ برگزیدہ مفتیان دین متین اور علمائے ربانین نے قرآن و سنت کی روشنی میں جہاد کا اعلان کیا۔ اس مقدس تاریخی جہاد میں نہ صرف افغانی ملت نے عظیم قربانیاں دیں ہیں، بلکہ دنیا کے جملہ ممالک کے جذبہ جہاد سے سرشار فدایاں اسلام نے بھی افغانوں کے دوش بدوش اس خالص اسلامی جہاد میں اپنے سر دھڑکی بازی لگا دی، شاید چشم فلک نے اپنے طویل ادوار میں تمام کرۂ ارضی پر ایسے نرالے جہاد کا نظارہ نہ دیکھا ہوگا جو چودہ سال تک مسلسل جاری و ساری رہا، جس میں سولہ لاکھ شہیدایاں اسلام نے جام شہادت نوش فرما کر اپنے مقدس خون سے سر زمین افغانستان کو لالہ زار بنایا۔ لاکھوں خاندان اپنے عقیدہ و ناموس کی حفاظت کی خاطر ہجرت کر کے پاکستان ایران اور دنیا کے گوشوں میں پناہ گزینی کی زندگی پر مجبور ہوئے۔ ہزاروں مرد و زن ان قیامت خیز ہولناکیوں میں اپنی آنکھوں سے محروم ہوئے، کئی اپنے ہاتھ پاؤں سے محروم ہوئے، کئی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے بے پایاں فضل و کرم اور نصرت و حمایت کی برکت سے بالآخر مجاہدین کامیابی سے ہتسلا

ہوئے۔ روسی سرخ سیلاب اور دہری وحیات انقلاب کا خاتمہ ہوا، روسی بھیڑیوں کی شکست و ریخت کے بعد علماء کرام اور طلبہ نے مدارس و مساجد کا رخ کیا اور اپنے محبوب مشاغل درس و تدریس میں حسب سابق مشغول ہو گئے، اور افغانستان میں اسلامی نظام کے قیام اور شریعت محمدیہ کی تحفیذ کا کام تنظیموں اور احزاب کے عمائدین اور سرکردہ مسئولین کے ذمہ چھوڑا جو اپنے آپ کو افغانستان کی صدارت اور مامارت کے مستحق سمجھ رہے تھے، مگر بد قسمتی سے ان قائدین نے صدارت و مامارت کے عہدوں پر آپس میں رسہ کشی شروع کر لی، اور ہر ایک اپنے آپ کو اس منصب کے لیے سب سے زیادہ مستحق اور لائق تصور کرتا رہا اور رفتہ رفتہ یہ رسہ کشی جنگ و جدل کی صورت اختیار کر گئی، افغانستان کے مخلص بزرگ علماء کرام نے بار بار مصالحت کے لیے کوششیں فرمائیں، حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے امیر حضرت مولانا محمد نبی صاحب اور حزب اسلامی کے امیر مولانا محمد یونس خالص اور افغانستان کے مایہ ناز روحانی عالم مولانا عبداللہ ذاکری اور جلیل القدر قائد مولانا جلال الدین حقانی نے اپنے تمام کمانڈروں سمیت اس خونریز جنگ کو روکنے کی خاطر کئی ماہ اس مصالحتی پروگرام میں صرف کئے۔ مگر یہ تمام کوششیں ناکام رہیں۔ یہاں تک کہ اس سلسلہ میں مولانا حقانی پر دو دفعہ قاتلانہ حملے ہوئے، پاکستان کے علماء کرام اور حکام نے بھی مصالحتی پروگراموں میں بحر پور حصہ لیا۔ مختلف ممالک کے سربراہوں کی کوششیں بھی نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکیں بالخصوص خادم الحرمين الشريفین ملک فہد بن عبدالعزیز نے کئی بار اپنے خصوصی نمائندے مصالحت کے لیے بھیجے اور بالآخر تمام تنظیموں کے امیر اور سرکردہ کمانڈروں کو حجاز مقدس میں آنے کی دعوت دی۔ سینکڑوں مندوبین کو آنے جانے کی تکلیفیں اور

ويزے بھیجے گئے اور وہاں شاہی مہمان خانوں میں ان کی شاہانہ مہمان نوازی کی گئی۔ خانہ کعبہ کی نورانی آغوش میں ان سب سے ایک متفقہ مصالحتی عہد نامہ پر عہد و پیمان اور حلف لئے گئے۔ اس تاریخی کارنامہ پر تمام عالم اسلام میں خوشیاں منائی گئیں، مگر بد قسمتی سے کابل پہنچے ہی یہ حضرات پہلے سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے پر بمباری گولہ باری کے مکروہ و فحش اعمال کی طرف متوجہ ہوئے جس کے نتیجے میں لاکھوں معصوم جانیں ہلاک ہو گئیں، اور کابل کا حسین ترین شہر کھنڈرات اور ویرانوں میں تبدیل ہو گیا، اور دنیا بھر میں جہاد، مجاہدین اور اسلام کے ورخشندہ ناموں کو بدنام کیا گیا۔ جہاد کے اساسی اہداف و اغراض کو کچل دیا گیا۔ سولہ لاکھ شہداء کے خون سے کھیلایا گیا، لاکھوں یتیموں، یتیموں، بیواؤں، معیوبین، مجردین کی آہوں اور سسکیوں سے غداری کی گئی، کشمیر، فلسطین، بوسنیا، قبرص، صومالیہ اور اریتریا کے مظلوم و ستم رسید مسلمانوں کی امیدوں کو خاک میں ملایا گیا۔ افغانستان کے لاکھوں کیونسٹ جو چور سال مجاہدین کے خلاف برسر پیکار تھے، ان نام نہاد بڑوں کے باہمی کشت و خون کی بدولت سر زمین افغانستان میں روپوش ہو گئے۔ اب تو کیونسٹوں کی فہرست میں صرف نجیب کا نام لیا جانے لگا، باقی لاکھوں، پرچم، شعلہ، غلٹ اور خاد کے جیالے اور توالے کہاں غائب ہو گئے؟

یہ ایک جوہری سوال ہے، جواب واضح ہے، یہ تمام اسلام دشمن عناصر زہریلے ناگ ان شیدایان صدارت و امارت کی آغوش میں پناہ گیر ہوئے۔ کابل میں صدارتی چوکی پر پونے تین سال مسلسل جنگ و جدل سے اربوں ڈالر کا قیمتی اسلحہ جو کشمیر و فلسطین میں کام آسکتا تھا لاکھوں مسلمانوں کی خونریزی کا سبب بنا۔ صدارت

مریٹے والوں کی لڑائیوں سے تمام افغانستان میں ملحدین و نادقہ، چور و ہزن اور دیگر قسم کے فاسد عناصر نے وہ انسانیت کش اور حیا سوز جرائم شروع کئے، جن کے سامنے کتے اور خنزیر بھی شرم محسوس کرتے ہیں، جگہ جگہ ہزنوں نے سڑکوں پر زنجیریں لگا دیں، ہر راہ گیر سے ٹیکس وصول کرنے لگے۔ چوری، لوٹ کھسوٹ، بلوا طت اور زنا جیسے سنگین جرائم کا ارتکاب ہر سر عام کرنے لگے، دن دھاڑے شریف گھرانوں پر یہ بد معاش بلہ بول کر نقدی، زیورات اور قیمتی سامان چھین لیتے تھے اور پردہ نشین ووشیزاؤں کی عصمت وری ان درندہ صفت بھیڑیوں کا شیوہ بن گیا تھا، وہ زمین جو شہداء کے خون سے سیراب ہو گئی تھی، اس پر الحاد و زندہ، فسق و فجور کا سیلاب آ گیا، چاروں طرف سفاکی اور بربریت کے بھیانک مناظر نظر آنے لگے، ان بدتماش خدا فراموش مجرموں کے ہیجانہ جرائم و وحیانہ مظالم کو مٹانے کے لیے افغانستان کے غیور، سر بکف "طالبان" نے اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت پر توکل کر کے جہاد کا اعلان کیا۔ معمولی عرصہ میں ان شاہین صفت "طالبان" نے سرکش، بے دین مجرموں کا قلع قمع کر کے ان کے ظالمانہ شکنجوں سے مظلوم افغانی ملت کو رہائی بخشی، ان پاک طینت، مفرشتہ سیرت "طالبان" کے عادلانہ سلوک، مشفقانہ رویہ سے چند مہینوں میں کئی صوبے فتح ہوئے۔ علماء اور طلبہ نے بالاتفاق حضرت مولانا محمد عمر صاحب کو اپنا امیر منتخب فرما کر ان کے دست مبارک پر بیعت کر لی، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک امیر کی سرپرستی میں مختلف احزاب کے طلبہ اور تمام تنظیموں کے علماء اور کندگان آپس میں متفق اور متحد ہو گئے، متحد و تنظیموں کی وجہ سے جو تہمت و انتشار ہوتا تھا، اب وہ اتحاد و اتفاق میں تبدیل ہو گیا۔

کاش! اگر افغانستان کا سابقہ چودہ سالہ جہاد بھی ایک ہی امیر کی قیادت و امارت میں سرانجام پاتا تو آج افغانستان دنیا بھر میں ایک مثالی اسلامی حکومت ہوتا مگر بد قسمتی سے ان مختلف خفیہوں کے باہمی اختلافات نے اب تک افغانی ملت کو جہاد کے پاکیزہ نتائج اور طیب و طاہر ثمرات سے محروم رکھا، ایک امیر کے زیر سایہ مجاہدین بہت قلیل عرصہ میں کامیاب ہو جاتے اور کرسی صدارت پر لڑنے بھڑنے کی ٹوہرت آتی اور نہ یہ خون کی ندیاں بہتیں اور نہ روسی اسلحہ اور ساز و سامان کہاڑی مارکیٹوں میں شلغم اور گاجرمولی کی قیمتوں میں نیلام ہوتا، بلکہ افغانستان میں روس کے ان مزدور جنگی ساز و سامان کا ایک بہت بڑا (میوزیم) عجائب گھر بنادیا جاتا، جس میں مختلف اقسام کے ہزاروں بمبار لڑاکا طیارے، گن شب، ہیلی کاپٹر، راکٹ لانچر اور مختلف اقسام کے ہزاروں ٹینک، ہزاروں بکتر بند گاڑیاں، جیپیں، ٹریلر، اینٹی ایئر کرافٹ گن سنگل بیرل، ڈبل بیرل فور بیرل، پی کے گرینوف، خفیف و قتل اسٹنکر لانچرز میزائل بسکڈ، کلاشن کوف، کلاکوف، سیکی ٹوف، ورغانوف، ڈی سی ٹوپ، آر آر ۵۷، آر آر ۸۲، اور ہزاروں قسم کے جنگی آلات کا ایک بہت بڑا میوزیم بنایا دیا جاتا، جس کے مشاہدے سے کئی کافر اسلام لانے پر مجبور ہو جاتے کہ دنیا کی ایک عظیم سپر طاقت اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لانے کے باوجود لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سامنے صفر ہو گئی، تمام دنیا کے جنگی آلات قرآن و حدیث کا مقابلہ نہیں کر سکے، جہاد کے پاکیزہ عمل نے قیصر و کسری جیسی بڑی بڑی جبروتی اور استعماری طاقتوں کو زیر کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اب امریکہ جہاد کے نام سے لرزہ بر اندام ہے۔ امریکہ کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ افغانستان کے نہتے مجاہدین روس کی عظیم سلطنت کو لہ

مٹ کر دیں گے، بلکہ وہ تو اس خوش فہمی میں مجاہدین افغانستان کو مجاہد مجاہد کے نام سے چمکی دے رہا تھا کہ یہ افغانی مجاہدین روس کو کمزور کر دیں گے اور روس کی بالادستی ختم ہو جائے گی امریکہ کو یقین تھا کہ افغانستان اور اس کے مجاہدین اس عظیم جنگ میں خاکستر ہو جائیں گے اور دنیا کی سپر طاقت روس کمزور ہو جائے گا مگر مجاہدین کو رب العزت جل جلالہ نے فتح مبین سے نوازا امریکہ کو جہاد اسلامی کی قوت کا پتہ چلا، اب امریکہ کو اپنی جان کی پڑی ہوئی ہے، کہ یہی جہاد میری خانہ خرابی کا سبب بنے گا، اب وہ جہاد کو دہشت گردی اور مجاہدین کو دہشت گرد کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اب ”طالبان“ افغانستان کی تحریک کے خلاف امریکہ، برطانیہ اور دیگر کافر ممالک دن رات پروپیگنڈہ کر رہے ہیں تاکہ افغانستان میں مجاہدین کی حکومت نہ بن سکے۔

”طالبان“ نے صرف چھ مہینے میں فراہ اور شین ڈنڈ سے لیکر کابل شہر تک بارہ صوبوں میں خالص اسلامی نظام قائم کر دیا ہے، اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ظلم و ستم کے بدلے عدل و انصاف، بد امنی کی جگہ امن و سکون، الحاد و زندقہ، فسق و فجور کی تاریکیوں کی جگہ خالص اسلامی نظام کا دور دورہ ہے، اسلامی احکام و حدود کی محفیز پر رب العالمین جل جلالہ کی بے پایاں رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ ”طالبان“ کی فتوحات کے دوران برہان الدین ربانی نے ایک وفد قندھار بھیجا کہ ہم بھی مولا نا محمد عمر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور ”طالبان“ کی تحریک کے ہمنوا ہیں۔ پھر جب ”طالبان“ نے غزنی پر قبضہ کر لیا تو دوبارہ ایک غزنی وفد بھیجا جس میں وزیر خزانہ صدیق چکری، رحمت اللہ و احدیار، مولوی جلیل اللہ شریک تھے، انہوں نے کہا کہ ہم حکومت کی طرف سے مولا نا محمد عمر کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ ”طالبان“ جب

میدان شہر میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے تو وہاں خود انجینئر مسعود اپنے کمانڈروں سمیت حاضر ہوا اور ”طالبان“ سے کہنے لگا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم اسلحہ لینا چاہتے ہو، سب سے پہلے یہ میرا پستول جمع کرلو۔ ”طالبان“ بہت خوش ہوئے ”طالبان“ نے جب چار سیلاب کو فتح کر لیا تو وہاں پھر ایک وفد ربانی کی طرف سے آیا اور قرآن مجید درمیان میں رکھ کر اس پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مقدس کتاب گواہ ہے کہ ہم ”طالبان“ کے ساتھ ہیں۔ ”طالبان“ بہت مطمئن ہو گئے کہ اب بہت جلد ہی افغانستان اسلامی نظام کے انوار و برکات سے منور ہو جائے گا۔ مگر بد قسمتی سے ”طالبان“ کی نیک توقعات پاکیزہ خواہشات اس وقت خاک میں مل گئیں جب انجینئر مسعود کے خصوصی کمانڈر انجیف بابا جان (کیونٹ) نے ”طالبان“ پر اندھا دھند بمباری کی جس سے ڈھائی سو ”طالبان“ شہید ہوئے جس میں زیادہ قرآن مجید کے حافظ و قاری تھے اور بعض دینی مدارس سے فارغ التحصل فضلاء تھے۔ حالانکہ ”طالبان“ نے ربانی حکومت سے صرف یہی مطالبہ کیا تھا کہ سب سے پہلے کابل میں خالص اسلامی نظام کا اعلان کریں اور فوری طور پر تمام احکام و حدود کی تحقیق کا حکمنامہ جاری کریں، تمام کیونٹ عناصر کو فی الفور کابل سے نکال دیں، تمام عورتوں کو جو کابل کے مختلف وزارتوں، محکموں میں ملازمت کر رہی ہیں ان کو اپنے گھروں میں پردہ کے ساتھ رہنے کی تلقین کریں۔

کاش! اگر پروفیسر برہان الدین ربانی صاحب ”طالبان“ کے پاکیزہ مطالبات ماننے اور افغانستان میں خالص اسلامی نظام نافذ کرنے کی خاطر ایثار سے کام لیتے اور طلباء کو زمام حکومت حوالہ کرتے تو تاریخ اسلام میں اس کا یہ مصائبی

کارنامہ آب زر سے لکھا جاتا۔ بہر حال تحریک ”طالبان“ ایک خالص مذہبی اسلامی تحریک ہے جو ایک عالم ربانی متدین بزرگ مولانا محمد عمر صاحب کی امارت میں مندرجہ اہداف و اغراض پر مبنی اسلامی حکومت قائم کرنے کی کوششوں میں رواں دواں ہے۔ تمام اہل اسلام سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس مقدس تحریک ”طالبان“ کی بھر پور تائید فرمائیں گے، خاص کر علماء کرام اور بزرگان دین کی خدمت میں بصد ادب گزارش ہے کہ وہ اپنے تمام تر وسائل سے ان ”طالبان“ کی پشت پناہی اور حوصلہ افزائی فرمائیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس خالص مذہبی تحریک کی کامیابی سے نہ صرف افغانستان میں بلکہ تمام جمہوریت اسلامیہ میں خلافت الہیہ کے عاوانہ نظام کو قیام ہو سکے گا جس کا ہم اب تک تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ الحاد و زندق کے اس پرفتن دور میں جب دنیا بھر کے تمام کفری نظام اسلام کی بیخ کنی، فرزند ان توحید کی سرکوبی، نسل کشی اور ان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے آپس میں متفق ہو گئے ہیں اور ”طالبان“ جیسے نڈر سر بکف مجاہدین کو وہ ہشت گرد قرار دے کر ان کے اعدام کے درپے ہیں۔

”لا اِلهَ اِلَّاہَ“ خدا نخواستہ، خدا نخواستہ، اگر تحریک ”طالبان“ کا یہ بروقت اہم اسلامی اقدام علماء اسلام کی بے اعتنائی تغافل کی وجہ سے ناکام ہو تو نہ صرف افغانستان بلکہ پاکستان اور دیگر ممالک میں اسپین (اندلس) کی طرح اسلامی شعائر، دینی مراکز، علمی معابد و جامعات، مدارس و مساجد کو مندرروں اور گرجوں میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ قرطبہ، غرناطہ، اشلیہ اور طلیطہ جیسے اسلامی شہروں میں ہزاروں علمی مراکز صلیبی سیلاب کی وجہ سے، گرجوں میں تبدیل ہو گئے۔ بڑے بڑے مرکزی کتب خانوں کو آگ لگا کر لاکھوں کی تعداد میں علوم دینیہ کے اہم مراجع و مصادر را کھ کے

ڈھیر بن گئے، تمام علماء کو تہ تیغ کر دیا گیا، مسلمانوں کی عزت و ناموس کو تار تار کر دیا گیا۔ رب العالمین جل جلالہ! اپنے خصوصی فضل و کرم سے ہماری تقصیرات معاف فرمائے اور ہم سب کو جہاد کے مقدس فریضہ میں شرکت کی توفیق عطا فرمائے۔

کتبہ: شیر علی شاہ مکان اللہ
خادم الحرمین، جامعہ شیخ الحداد میرٹھ
(ماہنامہ الحق ستمبر ۱۹۹۶ء)

☆

باب : ۳

مکتوبات و منظومات

(۱)

سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ملنے پر
مولانا عبد القیوم حقانی کے نام مکتوب تبریک و تشجیع

بکرامی خدمت محترم و مکرم حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب

بارک اللہ فی جہودکم العلمیۃ ووزقکم حسنات الدنیا والآخرۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کا گرانقدر پیش بہا زین ہدیہ "سوانح حضرت الشیخ استاذنا الوقور ووالدنا الشفوق حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ باعث صد سرور و اجتہاد ہوا۔ آپ نے اس انمول، روحانی ہدیہ کے سرورق پر بندہ کے نام مکتوب میں جو دلکش روح پرور شعر زیب قرطاس کیا ہے.....

میرے خلوص کا بدلہ بتاؤ کیا دوگے

تمہاری بزم میں آپ حیات لایا ہوں

یقیناً یہ عظیم الشان پُر خلوص ہدیہ آپ حیات سے بدرجہا بہتر ہے اس کا صلہ اور بدلہ دنیا کے مادی اشیاء سے پورا نہیں ہو سکتا۔ دل کی گہرائیوں سے آپ کے لیے

دعا میں لکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ان پیچیدہ و مسلسل علمی، دینی، تبلیغی و ملی جھوٹے مشہور و مشہور شرف پذیرائی عطا فرماوے اور آپ کو اس مافوق العادہ ملکہ تالیف و تدریس، خطابت اور تبلیغ میں تاویج فلک مزید ترقیاں عطا فرماوے۔ حضرت الشیخ نور اللہ مرقدہ کے لاکھوں تلامذہ و خدام متعلقین میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان نعمتوں اور سعادتوں سے سرفرازی بخشی۔ آپ نے ان کے علوم و معارف، خطبات و مواعظ، دینی مذہبی، ملی خدمات اور شائل و خصائل کو رہتی دنیا تک زندہ و جاوید بنا دیا۔ بندہ کو خود عمر دراز سے یہ فکر دامن گیر ہے کہ حضرت الشیخ رحمہ اللہ علیہ کے بعض علمی، تبلیغی، ملی خدمات و واقعات کو قلمبند کروں۔ بندہ بھی بیس سال سے زیادہ عرصہ حضرت کی خدمت میں بطور خادم رہ چکا ہے، کئی اسفار میں ان کی خدمات سرانجام دینے کا شرف حاصل ہے، مگر.....

ایں سعادت بزرگوار و نیست تانہ عنقد خدائے بخشندہ
یہ درحقیقت فصل ربانی ہے اور پھر حضرت شیخ الحدیث کے آغوش تربیت و شفقت میں ادب و احترام کے ساتھ آپ کے قریب رہنے کے برکات ادران سے کما حقہ متمتع ہونے کے ثمرات ہیں۔ کتاب کے اکثر و بیشتر حصہ نے ایک ہی مجلس میں دل و دماغ کو منور و معطر کیا اور حضرت کے نورانی پرکیف محافل ایک ایک حاسہ بھر کے سامنے ہوئے.....

یادایاے کہ در کویت مکانے داشتیم
اسلاف کرام بزرگان دین اور خصوصاً اپنے مشفق اساتذہ کرام کے سوانح و تراجم سے خدام و وابستگان عقیدت کے پڑمردہ قلوب میں نشاط و انبساط کی کیفیات پیدا ہو جاتی ہے.....

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ
(ہمارے لئے نعمان بن ثابت کا ذکر بار بار کریں بے شک ان کا تذکرہ مفید ہے جتنا بار بار کرو گے تو خوشبو پھیلے گا)

کبھی جب ذکر چمڑ جاتا ہے ان کا زبان دو دو پہر ہوتی نہیں بند
آپ نے درحقیقت سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے، حضرت رحمہ اللہ کے ناپید اکنار و واقعات حیات کو پورے جامع مانع انداز میں یکجا کر دیا ہے۔ بالخصوص حضرت کی حیات مبارکہ کے آخری لمحات کو عجیب انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ مجھے اب بھی پرانے دارالحدیث میں حضرت رحمہ اللہ کی بخشش مقدس جو مشتاقان دیدار کے لیے رکھ دی گئی تھی۔ حضرت کا درخشاں اور تابندہ چہرہ انور سامنے ہے۔ جس پر انوار و برکات کا عجیب مظہر زائرین کے لیے درطہ حیرت میں ڈالنے والا تھا.....

نشان مرد مومن باتو گویم
چومرگ آید تبسم بر لب اوست
ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر میں شان کریں ناز برداری کرے

آخر میں پھر ایک بار نہیں ہزار بار آپ کے ان احسانات کا سپاس گزار ہوں
کہ آپ نے باوجود ان گنت علمی، تصنیفی، تبلیغی مشاغل کے حضرت رحمہ اللہ کے عظیم کارناموں کو زیب قرطاس فرما کر عوام و خواص پر انعام و اکرام فرمایا۔ تعالیٰ اللہ تعالیٰ
وجعلها فی میزان حسناتک
اخو کھ فی الاسلام

شیر علی شاہ (۱۳۲۲/۱۳۲۸ھ)
(ماہنامہ القام جلد اولی ۲۰۰۱ء)

طالبانِ افغانستان کی تائید پر خراج تحسین

مولانا راشد الحق سمیع کے ماہنامہ الحق میں ابتداء کار میں

شائدارادار ترقی کالم لکھنے پر زبردست خراج تحسین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ آپ ہمہ جمیع اہل بیت، اکابر و اصغر و احباب کے بخیر و عافیت ہوں گے۔

موقر ماہنامہ ”الحق“ بابت محرم ۱۴۱۷ھ مولانا جلال الدین حقانی کے ہاں (شیخ العلوم میران شان میں) نظر سے گزرا اس میں آپ کے نقش آغاز ”افغانستان میں مصالحانہ کوششیں یا مکروہ سازشیں“ کے عنوان سے دل و دماغ معطر ہوئے، جبرائیل اللہ من عزائین الطافہ و نعمہ احسن ما یجازی بہ عبادة القیودین اصحاب الشہامة الایمانیۃ الذین لا یخافون نومة لائم ولا بطشة حاکم معاشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ایمانی جرات، پاکیزہ احساسات اور اوبی ستانت کا ترجمان ”اوار یہ“ ظردف راہنہ کے پیش نظر تیر بہدف قلندرانہ نوٹس ہے، جو ہزار ستائش و سپاس کا مستحق ہے۔ رب الجزاء جل جلالہ آپ کو اس بے باک، بے لاگ حق گوئی اور حق شناسی کا عظیم صلہ دارین میں عطا فرمادے اور آپ کے اس قدر پسندیدہ تحریر میں مزید کشش و جاذبیت و دیعت فرمادے۔ آج چاروں ملک عالم میں تمام مغربی اور مشرقی میڈیا اس اسلامی قافلہ کے خلاف دن رات زہریلے پروپیگنڈوں میں

مسرور ہے اور بد قسمتی سے ہمارے طبقہ کے بعض سنجیدہ علماء کا بھی ابھی تک شرح صدر نہیں ہوا اور تا حال ان بے چاروں کو طغیان کی بے بنیاد شورشوں نے اتنا متاثر کر دیا ہے کہ طلبہ کے حق میں ایک حرف کہنے کے روادار نہیں ہیں، اور بعض بے چاروں کو توربانی (صدر برہان الدین ربانی جو طالبان تحریک کے مخالف اور شدید مزاحم تھے) مخالف و ہدایانے صبر حکم کر دیا ہے، فہلی اللہ المشتکی لمثل هذا یدوب القلب عن کمد، ان کان فی القلب ایمان و اسلام۔ بہتر تو یہی ہوگا کہ آپ اس زرین ادارہ میں مناسب اضافہ فرما کر پمفلٹ کی شکل میں شائع فرمادیں تو اس حرکت کے لیے تادیر و ستادیز ثابت ہوگا۔ خدا کرے کہ دیگر دینی جرائد و مجلات کے ادارہ نگار بھی ”الحق“ کی طرح اس ”لنگر محمدی“ کی حمایت میں اپنے گرانقدر جذبات سے سرشار واریے زیب مجلات فرما کر اپنا بندہ ہی، دینی، تبلیغی فریضہ ادا کریں۔

مکرم و محترم والد بزرگوار زید مجید، محترم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زید مجید، محترم شفیق فاروقی صاحب اور عزیزم مولانا حامد الحق صاحب اور محترم و مکرم حضرت مولانا انوار الحق صاحب اور دیگر جملہ اساتذہ کرام کی خدمت میں تسلیات عرض کریں۔ ع مراد اچیں سے کنند

جناب راشد الحق سمیع کو ”افغانستان میں مصالحانہ کوششیں یا مکروہ سازشیں“ کے عنوان سے عظیم ادارتی تحریر لکھنے پر دلی مبارک پیش کرتا ہوں، آپ نے اس سلسلہ میں سازشی کردار ادا کرنے والوں کا جس طرح جرات و ہمت اور استقامت سے نوٹس لیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، مراد اچیں سے کنند۔

ابو ہریرہ ہسپتال میں تقرری کے لئے سفارش

مخدوم المکرم صاحب المکارم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

دامت الطافکم و عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۱

آپ کے سابقہ نوازشات کے پیش نظر متمسک ہوں کہ حامل عریضہ ہذا عابد علی آف اکوڑہ خشک نے ڈپنری کا کام پانچ سال مسلسل کیا ہے۔ اس کو پختہ ذرا کچ سے پتہ چلا ہے کہ آجنگاب کے مستحق میں ڈپنری کا عہدہ فارغ ہے۔ ازراہ شفقت اس کو جگہ عطا فرما کر ممنون فرماویں۔

☆

توضیح السنن، خزینہ دلائل اور گنجینہ مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ! اما بعد !
برادر م مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ کی پیش بہا، زرین، علمی، تحقیقی تصنیف ”توضیح السنن“ کے ابتدائی صفحات کے مطالعہ کا شرف نصیب ہوا۔ عاشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔

محترم فاضل مدروح نے علامہ نبوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”آثار السنن“ کا کما حقہ حق ادا کیا ہے۔ ”توضیح السنن“ کے مبسوط مباحث، مدلل سیر حاصل تھے، قرآن و سنت و الجماعت خاص کر مسلک احناف سے وابستہ طلباء کے لئے خزینہ دلائل

اور گنجینہ مسائل ہے۔ احادیث نبویہ (علی صاحبہا ألف سلام و تحیہ) پر صحیح اعراب، سلیس شستہ زبان میں با محاورہ ترجمہ، اہم اختلافی مسائل پر مفصل مدلل متصفانہ کلام، مستند مصادر اور مستند ماخذ سے باحوالہ گونا گوں معارف و لطائف کے جواہر، قوی اور صریح و جودہ ترجیح، دلکش اسلوب بیان کے پیش نظر یقیناً یہ تالیف اسم ہاسٹی لائٹ صد ستائش اور موجب ہزار تحسین ہے۔ یہ مبسوط شرح اسلامی مکتبات میں ایک مایہ ناز علمی اور دقیق تحقیقی کتاب کا اضافہ ہے جو نہ صرف متوسط درجہ کے طلبہ کے لئے فہم مطالب میں از حد مفید ہے بلکہ دراست علیا کے منتہی طلباء اور فضلاء کے لئے بھی سرمایہ استدلالات اور مولس احتمالات ہے۔ رب ذوالجلال والا کرام نے برادر م مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو عقوان شباب میں تصنیفی تحقیق و تدقیق اور علمی تفتیش و تنقیش کے مقدس احساسات سے نوازا ہے۔ راقم الحروف نے فاضل مؤلف کے دیگر اکثر تالیفات کا مطالعہ کیا ہے جو مؤلف محترم کے جلالیت علمی اور خدا داد مملکت تصنیف پر شہود عدل ہیں۔

علمی تحقیقی دنیا کے شاہسواران دانش و ادراک کے متصفانہ نگاہوں میں ایسے جہ گئے چنے کثیر تصانیف فضلاء اعزازی ڈاکٹریٹ کے مستحق ہوتے ہیں جو ان کے سب لوث، مذہبی، دینی، تبلیغی کارنامہ ہائے نمایاں کی قدر شناسی اور سپاس گزاری کا الزام ہوتا ہے۔

رب الجزاء جل و علا، فاضل موصوف کی اس عظیم علمی خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور طالبان دین متین کو اس سے خاطر خواہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔
وفق اللہ تعالیٰ المؤلف الموقر لیرضیاتہ وجمل جمیع تصنیفاتہ

فی میزان و هو الخوف للحسنات وینصتہ تتم الصالحات وهو المستعان وعلیہ التکلان و صلی اللہ تعالیٰ علی صفوة مخلوقاته و بیہ وجواتہ النبی الامی و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

جامعہ ابو ہریرہ میں داخلہ کے لئے ایک طالب علم کی سفارش بکرائی خدمت محترم و مکرم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زیدت معالیہم السلام علیہم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ا

امید ہے کہ آنحضرت بمعافیت ہوں گے۔ حامل عریضہ ہذا عبدالحفیظ ایک نادار طالب علم ہے۔ ازراہ کرم گسری اور غریب پروری اس کو جامعہ ابو ہریرہ میں داخلہ کی نعمت سے نوازیں مبارک اللہ فی جہودکم فی سہیل خدمت الاسلام والمسلمین تحریراً و تقریراً ویزقکم سعادت الدارین۔

☆

سوانح مولانا مفتی محمود

جامعیت عجیب دلکش ترتیب روح پرور ترویج شستہ و شکفتہ و سلیس فصیح اور بلیغ پیرایہ کا مرتع

صاحب المجد والہم فخر الأمائل حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب زادکم اللہ تعالیٰ سعادت و کرامت و تقبل جہودکم الطیبۃ فی سہیل خدمۃ الاسلام والمسلمین۔

السلام علیہم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ا

آپ کی تازہ ترین و زین تصنیف "سوانح قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمود

کے چند ابواب اور مکتوب سامی صد ہا سرتوں و انبساطات کا باعث بنے۔ آنحضرت نے اس ناچیز کو اس عظیم الشان و قیح تالیف پر تقریبی کلمات لکھنے کی فرمائش فرمائی ہے۔ ہفتہ عشرہ سے طبیعت کمزور ہے۔ کمر میں شدید درد اور وجع المفاصل کی وجہ سے طویل مطالعہ کے لئے بیٹھنا دشوار ہے، مگر اس نادرہ روزگار شیخ اکبر فقید المثال عبقری مقدس و محبوب شخصیت کے پاکیزہ حیات طیبہ کے عبرت آموز واقعات اس کی عظمت و عزیت ثبات و استقلال، حق گوئی دے باکی، جرأت و شجاعت، مثالی عمیق علم و معرفت کے کارنامہ مجائے نمایاں پڑھنے کے لئے اولین فرصت میں بیٹھا اور دلہانہ شوق و ذوق کے ساتھ آپ کی اس جدید پیش بہا تالیف کا مطالعہ شروع کیا۔ بھگتہ تمام ارسال کردہ ذہنی اوراق ایک ہی نشست میں باصرہ نوازی کے باعث بنے، مسلسل پڑھنے سے طبیعت درست ہوئی، دل و دماغ معطر ہوئے، آپ کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلیں۔

ودد الکتاب بما أقر الأعینا وشفی القلوب فیلن غایات المنی
ونقسم الناس المسرة بینہم قسما وکان اجلہم حظا انا

بندہ کو زبدۃ العلماء صفوة المشائخ حضرت مولانا مفتی محمود قدس اللہ سرہ کے سوانح حیات اور مبارک تذکروں پر بیس سے زیادہ چھوٹی بڑی کتابیں مختلف رسائل و جرائد کے پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ آپ کی مایہ ناز انمول تالیف سب سوانح نگاروں اور تذکرہ نویسوں پر گویا سبقت لے گئی ہے۔

آپ نے اپنے خداداد ملکہ تصنیف و تالیف، ادبی قوت تحریر کے بدولت اس مرد قلندر فقیر البصر شیخ الکمل فی الکمل عبقری شخصیت کی معطر و منور حیات طیبہ کے تمام جوانب کو

پوری جامعیت کے ساتھ عجب دلکش ترتیب، رزق پرورد ہو، شستہ و نگفتہ و سلیس و فصیح اور بلیغ پیرایہ میں زندگی قرطاس فرما دیے ہیں اور جا بجا قدسی صفات مصلحین علمائے ربانین اور عظیم المرتبت اکابر کے فرمودات و ارشادات کے جواہر پاروں سے اس نادر کتاب کی جاذبیت و افادیت میں اضافہ فرمادیا ہے۔ ایسے ہمہ گیر جسمہ اخلاقی حوض جامع الصفات شخصیت کے تمام اہم بصیرت افروز اقوال و افعال بے وادغ زندگی کے احوال و وقائع کو کتابی شکل میں جمع کرنا رہتی دنیا تک ارباب فکر و نظر پر عموماً اور حضرت مفتی صاحب کے ہزاروں تلامذہ خوشہ چینیوں اور لاکھوں وابستگان عقیدت پر احسان عظیم ہے۔ بحمد اللہ آپ کی مؤثر کتاب میں حضرت مفتی صاحب کے اکثر و بیشتر عجیب و غریب سبق آموز واقعات ایسے ہیں، جو حضرت کی سوانح حیات پر مشتمل دیگر کتابوں میں نہیں ہیں۔ بندہ کو بھی حضرت مفتی صاحب کے بعض احوال معلوم ہیں جو ان کے کسی سوانحی کتاب میں درج نہیں ہیں اگر آنحضرم اپنے کسی مندوب کو مامور فرمائیں تو میں اس کو املاء سنادوں گا، تاکہ آپ کی اس گرانقدر کتاب کے ذریعہ بان حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مزید سکون و اطمینان کا ذریعہ بنے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں مزید برکتیں نازل فرمائے اور ان دینی مذہبی علمی تبلیغی مساعی جلیلہ شرف پذیرائی عطا فرمائے اور ان پیہم و مسلسل تصنیفی خدمات سے آپ کے میزان حسنات کو بھروے۔

وما ظنک علی اللہ بعزیز و هو علی کل شیء قدير و بالاجابة جدد
وصلی اللہ تعالیٰ علی اشرف رسلہ۔



تفسیر حسن بصری کا عطیہ

مخدومی المکرم صاحب المجدد الہم

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ !

گراںقدر ہدایا باعث صدمہ و داغساز ہوئے۔ ہزار بار شکریہ و سپاس۔

ان شاء اللہ مضمون کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ چند دن سے ڈکام کی

وکایت ہے۔ تفسیر حسن بصری کا ایک نسخہ باقی تھا، ارسال خدمت ہے، پانچ سو روپیہ قیمت ہے۔ زادکم اللہ تعالیٰ حمداً و رشداً۔



تبرک و تآثر

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث
ڈاکٹر حضرت مولانا سید شیر علی شاہ المدنی مدظلہم کا
مولانا عبد القیوم حقانی کے نام مکتوب اور عربی تصدیقہ

صاحب المجد الشامخ والهمم العالیہ مولانا عبد القیوم الحقانی المحترم
حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاه وشدّد خطاه: السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ:
وبعد فاسأل اللہ تعالیٰ الکریم لکم دوام التوفیق ویزید
الإخلاص فی سبیل الدعوة إلی اللہ، و الجہاد فی سبیل اللہ، وبث
الوعی الدینی بتألیفکم وبتقاریرکم، ولا سیما فی تراجم الشخصیات
العملیة وسیرة العلماء الأفاضل مثل قدوة المفتیین الأعظم مولانا
کفاية اللہ، وأستاذ المحدثین شیخنا مولانا عبدالحق، وزینة المحدثین
محمد یوسف البنوری، و ضیغ الإسلام مولانا غلام غوث الہزاروی، و
بطل الإسلام المفتی محمود، والداعیة الکبیر مولانا ابی الحسن الندوی
رحمہم اللہ تعالیٰ رحمة واسعة:

وترید أن تولف کتابا فی سیرة شہید الإسلام شیخ الحدیث
مولانا محمد حسن جان نور اللہ مرقدہ وأعلى درجاتہ فی جنات الفردوس
ورزقہ اللہ صحبة النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔

و فقکم اللہ و تقبل منکم هذه الخدمات الحظیلة التي تخلد آثار
العلماء الربانیین و مناقب السلف الصالحین التي تنشط القلوب وتغذی
الأرواح وتحذب الأسماع، وكان سراج الأمة الإمام الأعظم الإمام
أبو حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یقول: الحکایات عن العلماء ومحاسنهم أحب الی من کثیر من
الفقه۔
وهكذا يحدث الدهر الإمام سفیان بن عیینة رحمہ اللہ تعالیٰ
یقول:

عند ذکرکم الصالحین تنزل الرحمة:
و صدیقنا العلامة و زمیلنا الفہامة مولانا حسن جان رحمہ اللہ
جدير بأن تخلد مآثره العلمیة و العملیة فی میادین الدعوة والإرشاد و
التدريس و الجہاد فی بطون الأوراق و صفحات الكتاب لتكون نبراسا
للسالکین طرق الوعظ و الخطاب و دروب التدريس والتربية۔
و لقد سمعت یبالغ الحزن و عمیق الحسرة والأسى نبأ شهادة
أخینا الوقور و صدیقنا الغیور فقید الدعوة الإسلامیة زینة المحدثین، و
صفوة العلماء الراسخین مولانا حسن جان سقى اللہ ثراه و جعل جنۃ
الفردوس مثواه:

لقد کان للنبا المفجع وقع أليم علی قلبی و علی قلوب العلماء
ورؤاد العلم و رجال الدین۔

قد کان العلامة الداعیة مولانا حسن جان نادرة من نوادر الزمان،
قد تولد فی أسرة کریمة علمیة فی ظل العلماء الصالحین وتمتع بیئۃ
محفوفة بعلوم القرآن والسنة:

و قد رزقه اللہ تعالیٰ فهماً سلیمًا وطبعاً مستقیماً و ذهنًا ثاقباً و قلباً

واعیا، فتعلّم مبادئ الكتب الدينية من والده الوقور الشيخ مولانا أكبر جان رحمہ اللہ تعالیٰ، ثم رحل لتكمیل زاده العلمی الی مرکز العلوم الدینیة الجامعة الأشرفیة بلاهور التي كانت مزدهرة بأساطین العلم والمعرفة أمثال شیخ المشائخ شیخ المحدثین والمفسرین مولانا رسول خان، و زبدة العارفين مولانا المفتی محمد حسن رئیس الجامعة الأشرفیة، وشیخ المحدثین مولانا محمد إدريس الكاندھلوی وما إلى ذلك من جبال العلم، علی وجوہہم نور یسعی بین أيديہم وعن أيمانہم وشمائلہم:

ثم رحل إلى الحجاز المقدس إلى مہبط الوحی ودار الحجر المہینة المنورة لتكمیل زاده العلمی فی رحابها الدینی الطاهر۔ زادہ اللہ تکریمًا و تبحرًا و رفعةً و نورًا، والتحق بالجامعة الکبریٰ الجامعة الإسلامية أقدس الجامعات منہجًا و تریبًا، فمکث فیہا أربع سنوات ونال شرف الامتياز فی جميع الاختبارات:

و حفظ القرآن الکریم فی رحاب المسجد النبوی الشریف، ثم رجع إلى بلاده فاشتغل بتدريس الكتب الدينية، وذاع صيته فی الأوساط العلمیة فدرس جميع الكتب فی مادة النحو والصرف والبلاغة والأدب والفقه وأصوله والمنطق والفلسفة حتی أوصله الفضل الربانی إلى منصب شیخ الحدیث فی أكبر الجامعات الجامعة الحقانیة ثم انتقل إلى جامعة إمداد العلوم واستمر علی هذا المنصب الرفیع طيلة حیاته العطرة، وكان مع هذه الوظائف العلیا يقوم بأداء وظيفة الدعوة الی اللہ:

وقد رزقه اللہ تعالیٰ قوة البیان والشجاعة الدینیة قل أن یحود الزمان بأمثاله، وكان یتعمی الشهادة فی سبیل اللہ تعالیٰ، فقضى نحبہ فی مساء اليوم الثانی من شهر رمضان المبارک سنة ۱۴۲۸ هجریا، اللہم اغفرہ مغفرة واسعة ورحمة كاملة ووفق أہلہ النجباء الشیخ فیض المحسن، والشیخ عزیز الحسن،

و الشيخ عابد الرحمن، و الشيخ فخر الحسن، لما یحب ربنا و یرضی و یجعلہم غیر خالف لخير سلف و یمارک فی علومہم و أعمالہم و یحفظہم من الآفات و السعادات و الفتن و المحن و یفقیہہم فی الدین و یحببہم الی الناس و یجعلہم فوق کثیر من خلقہ:

و صلی اللہ تعالیٰ علی أشرف رسلہ و خاتم أنبیائہ و علی آلہ و اصحابہ أجمعین۔ ولقد جادت قریحتی بهذه القصيدة العزائیة وأود أن تسجلوها فی سيرة الشيخ مولانا حسن جان مفی اللہ ثراہ و جعل الجنة مثواہ۔

کتبہ شیر علی شاہ المدنی

استاذ التفسیر والحدیث بجامعة دارالعلوم الحقانیہ اکورہ خٹک:

۱۴۲۸/۱۲/۲۲ (هجری نبوی ﷺ)

ترجمہ: بعد از سلام اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے دعوت تبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ میں توفیق دوام اور مزید اخلاص کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دینی خدمات تصنیفات و تالیفات اور خطبات و مواعظ کو مزید پھیلائے۔ بالخصوص بڑی بڑی شخصیات اکابر علماء کی سیرت و سوانح مثلاً مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، زینت المحدثین مولانا محمد یوسف بنوری شیر اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی، قائد ملت مولانا مفتی محمود اور داعی کبیر مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ نے ہمد اسلام شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان (اللہ تعالیٰ اُن کی قبر کو نور فرمادے جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ اُن کو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحاء کی صحبت و رفاقت نصیب فرمادے) کی سیرت پر بھی تالیف کا ارادہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق رفیق فرمادے، اور یہ خدمات جلیلہ جن سے علماء

ربانین کے احوال و آثار اور سلف صالحین کے مناقب رہتی دنیا تک باقی رہیں۔ جن سے قلوب میں نشاط پیدا ہو، اور روحوں کو غذا فراہم ہو، اور کانوں کو اپنی طرف کھینچی رہیں۔ سراج الامة امام اعظم ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ علماء کی حکایات و واقعات اور محاسن مجھے فقہ میں سے زیادہ محبوب ہیں، اور اسی طرح محدثین کا نام سفیان بن عیینہؒ فرماتے تھے کہ تمہارا صلحاء کا تذکرہ کرتے وقت رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

ہمارے دوست و رفیق علامہ مولانا محمد حسن جانؒ اس قائل ہیں کہ وہ مآثر علمیہ و عملیہ جو انہوں نے میدان دعوت و ارشاد اور تدریس و جہاد میں سرانجام دیئے بھی تاریخ کے صفحات کا حصہ بنیں۔ تاکہ وعظ و تقریر اور تعلیم و تربیت کے سالکین کے لئے مشعل راہ بنے۔

اور یقیناً میں نے نہایت حزن و حسرت اور افسوس کے ساتھ اپنے عزتمند بھائی اور غیر متمدد دوست زبدۃ الحمد شین مولانا حسن جانؒ کی شہادت کی خبر سنی اور یقیناً اس ناگہانی خبر نے میرے دل تمام علماء اور رجال دین کے دلوں پر بہت دردناک نقوش چھوڑے۔

بے شک علامہ مولانا محمد حسن جانؒ نوادراستہ زمانہ میں سے ایک نادر شخصیت کے مالک تھے، آپ نے ایک معزز علمی خاندان میں علماء و صلحاء کے سایہ میں آنکھیں کھولیں۔

آپ ایک شریف علمی گھرانہ میں علوم قرآن اور سنت سے بہرہ ور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو فہم سلیم، مستقل مزاج طبیعت، ذہن ثاقب اور قلب داعی سے نوازا تھا۔ ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد گرامی الشیخ مولانا اکبر جانؒ سے حاصل کی، پھر حزیہ

تکمیلی علم کے لئے علوم دینیہ کے مرکز جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لے گئے جو اس وقت اساطین علم جیسے شیخ النکل مولانا رسول خانؒ، زبدۃ العلماء مفتی محمد حسنؒ (مہتمم جامعہ اشرفیہ) اور شیخ المحمد شین مولانا محمد ادریس کاغذ حلویؒ جہاں العلم جن کے چہروں پر نور جو ان کے سامنے اور دائیں بائیں پھرتا تھا آماجگاہ تھی۔

پھر حجاز مقدس جائے نزول وحی اور دار ہجرت مدینہ منورہ میں سفر کیا تاکہ حزیہ علمی بیاس بجھائیں، تو وہاں آپ نے چار سال گزارے اور تمام امتحانات میں نمایاں و ممتاز پوزیشن سے کامیاب ہوئے۔ قرآن کریم بھی مسجد نبویؐ کے جواریں حفظ فرمایا، پھر اپنے وطن واپس لوٹے اور دینی کتب کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ پس تمام فنون کی کتابیں نحو، صرف، بلاغت، ادب، فقہ، اصول فقہ، منطق اور فلسفہ درس کئے، یہاں تک کہ فاضل خداوندی سے بڑے بڑے جامعات جیسے جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں شیخ الحدیث کے منصب تک پہنچے، پھر جامعہ امداد العلوم فاضل ہوئے اور آخر دم تک اسی منصب پر رہے۔ اتنی مصروفیات کے باوجود بھی دعوت الی اللہ کے وظیفہ پر کار بند رہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اُن کو قوت بیان اور دینی حیثیت و شجاعت سے نوازا تھا۔ زمانہ ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ ہمیشہ شہادت کی تمنا رکھتے تھے، پس آپ کی یہ تمنا دوم رمضان ۱۴۲۸ھ کی شام کو پوری ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو مغفرت و امحور رحمت کاملہ نصیب فرماوے۔ اور آپ کے قائل فرزندوں مولانا فیض الحسنؒ مولانا عزیز الحسنؒ مولانا عابد الرحمنؒ اور مولانا فخر الحسنؒ کو اپنی رضا کی توفیق عطا فرماوے اور ان کو بہترین اسلاف کے لئے بہترین اخلاف بنائے اور ان کے علوم و اعمال میں

برکت عطا فرمائے اور آفات و عاہات، فتن و محن سے ان کی حفاظت فرمائے اور ان کو دین کا تقہ نصیب ہو، اور ان کو لوگوں کا محبوب بناوے اور لوگوں سے ان کو اونچا کر دے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی اشرف زسلہ و خاتم انبیائہ
و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

☆

قصیدہ

ولقد جادت قریحی حینما سمعت النبا المفجع بشہادۃ
العظمی مساء الیوم الثانی من شہر رمضان المبارک سنۃ ۱۴۲۸ ہجریاً
بہذہ القصیدۃ العزائیۃ وأود أن تسجلوها فی رسالتکم الموقرۃ "القاسم"
المخصوصۃ بسیرۃ شیخنا الوقور مولانا حسن جان رحمہ اللہ تعالیٰ :

یا قاتل الصوم قد أفجعت رمضاناً بقتلک الشیخ مولانا حسن جان
شیخ الحدیث مولانا حسن جان کو روزے کی حالت میں قتل کرنے والے
ظالم! تو نے رمضان المبارک کو درود کرب میں مبتلا کر دیا۔

یا باغی الشر فی رمضان صیرت لظی لقد ملأت قلوب الخلق أحزاناً
رمضان کے مقدس مہینہ میں شر و فساد پھیلانے والے! اللہ تجھے جہنم کی
آگ کا شعلہ بنائے، تو نے مخلوق خدا کے دلوں کو غم و رنج سے بھر دیا۔

یا قاسم القلب ما استحیت من رجل قد زانه النور إيماناً و عرفاناً
اے سنگدل قاتل! تجھے نور ایمان و عرفان سے منور شخصیت سے شرم و حیا کا
احساس نہ ہو سکا۔

قد کان شیخاً مطاعاً مرشداً و رعا رؤیاءہ بُدِ کربک اللہ و جدانا
وہ تو شیخ الحدیث تھے وہ تو سب کے امیر تھے، رشد و ہدایت کے استاد متقی
انسان تھے، جن کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔

ما کان قتل الفقید قتل منطقۃ بل قتلۃ زلزل الاکوان ہنیانا
محترم مولانا حسن جان کا قتل کسی ایک علاقہ کا قتل نہیں بلکہ اس کے قتل سے
تو تمام دنیا میں زلزلہ برپا ہوا۔

يا للمآسى و يا للظلم منتشرًا
فى أمة الخير أقوامًا و أوطانًا
ہائے ظلم و ستم چاروں طرف اُمت محمدیہ جو اُمتوں میں بہترین اُمت ہے اس
کے اقوام و اوطان میں پھیل گیا۔

أليس فى الشعب أبطالٌ ذوو همم
أهل انتقام لنصر الحق أفرانًا
کیا مسلمان قوم میں اب عالی ہمت بہادر لوگ نہیں رہے جو دشمن سے انتقام
لینے والے ہوں اور حق کی مدد کرنے میں بہادر شاہسوار ہوں؟

كعالمٍ و صلاحٍ ثم معتصم
صمصام ملحمة للدين فرسانا
خالد بن وليد اور صلاح الدين ابوبلی اور معتصم باللہ جیسے بہادر، جو جنگوں کے
لئے نکلیں گوار اور دین کی حفاظت کے لئے یار و مددگار ہوں۔

ليبحرفوا جورَ أهل الحور قاطبةً
ويسطوا الأمن فى أرجاء دُنْيَا
تاکہ وہ ظالموں کے ظلم و ستم کو مٹا ڈالیں، اور امن و عدل کو دنیا کے کونے
کونے میں پھیلادیں۔

و كيف هان على الأذال هدمهم
جبالٍ علم رجال الدين شجعانا
کمینا اور ذلیل لوگوں کے لئے ظلم کے پہاڑوں اور دین کے بڑے علماء کرام کا
قتل کرنا کتنا ہی آسان ہو گیا ہے۔

جيش الحكومة إن كانوا ذوى عدى
فلا أرى فيهم للدين معوانا
حکومت کے عساکر اور فوج اگرچہ تعداد میں بہت زیادہ ہے، مگر مجھے ان میں
دین کا مددگار اور غمگسار ایک بھی نظر نہیں آتا۔

صاروا عييتنا لأهل الكفر يا أسفى
ويل لقادتهم ذُلًا و خُمرانا
ہائے افسوس سب کافروں کے غلام بن گئے ہیں، ہلاکت و بربادی ہے، ان
کے قائدین و مسئولین کے لئے۔

يا شيخ إنك فى أعماقِ أفيقة
حسى و تخلد فى التاريخ أزمانا

اے شیخ الحدیث مولانا حسن جان رحمہ اللہ! آپ ہمارے دلوں کی گہرائیوں
میں زندہ ہیں اور تاریخ میں آپ کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

ما زالت حيا و إن وارك إحققنا
ابناءك كالعمر مثل الشمس لمعانا
آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اگرچہ ساتھیوں نے آپ کو قبر میں چھپا دیا ہے،
آپ کے ورخندہ بیٹے جو سورج کی طرح چمک رہے ہیں آپ کے فیوض و برکات کو
پھیلاتے رہا کریں گے۔

أنت المنقش فى ألواح أعیننا
و ذكرك الجلو فى الأفواہ یرعانا
آپ ہماری آنکھوں کی تختیوں میں منقوش ہیں، اور آپ کا ذکر خیر، ہماری
زبانوں پر ہماری نگہداشت کرے گا۔

لقد تَـرَـعَـرَّتْ فى بَیْـقَـةِ مُـسَـرَّـفَـةٍ
أسلامك النخب للأخلاف میزانا
آپ ایک شریف خاندان میں پھلے پھولے ہیں، آپ کے موثر اسلاف
اپنے اہل و عیال کے لئے معیار سیرت و کردار تھے۔

یا ناشر السنة الغراء فى عِظَـةٍ
وقامع البدعة النكراء یرهانا
آپ اپنے موعظ حسنہ میں سنت نبوی کو پھیلانے والے تھے، اور رسم و
رواج و بدعات کو دلائل کی روشنی میں مٹانے والے تھے۔

کم من محالس فى حفلات معرفة
سبقت فیہا شیوخ العصر أعیانا
اور علم و عرفان کے کئی مجالس میں علماء و زمانہ سے اپنے عالمانہ بیانات سے
کوئے سبقت لے چکے ہیں۔

فلکنت صدر الصلور فى الندوات
زین المناہر رمز الفخر عنوانا
علمی محافل میں صدر محفل ہوتے تھے، منبروں کی زینت و تمغات و فخر و
مباحات میں عنوان کی طرح نمایاں نظر آتے تھے۔

کم من مدارس فى أرجاء منطقة
أستسها لِعطاش العلم ریانا

آپ نے علاقہ بحر میں کئی دینی درسگاہوں کا سنگ بنیاد رکھا، جو تشنگان علم کو سیراب کرنے والے ہیں۔

قضیت عہدک العیون فی شرف فی خدمة الملة البيضاء ازمانا
آپ نے اپنی مبارک زندگی کا مبارک دور ملتِ بیضاء کی خدمت میں پوری شرافت و عزت کے ساتھ بسر کیا۔

دامت مودة تسامذ أربعین سنہ فی الحج والحدی والترحال اخوانا
آپ کے ساتھ ہماری مودت و محبت کا رشتہ مکمل چالیس سال رہا، حج، سفر و حضر میں ہماری زندگی بھائیوں کی طرح بسر ہوئی۔

یا ایا الحسن الآثار معذرة اذ ليس فی وسعنا حبشاً و سلطانا
اے اچھے اعمالِ حسنیہ کی نشانیاں چھوڑنے والے ہم معذرت خواہ ہیں کہ آپ کے قاتل سے انتقام نہ لے سکے، کیونکہ ہمارے بس میں نہ فوج ہے نہ حاکم وقت۔

ونسال الله دوماً ان يصافحکم فی زمرۃ الحور غلماناً و رضواناً
ہم ہمیشہ بارگاہِ الہی میں دست بدعا رہیں گے کہ آپ کے ساتھ محفلِ حور میں غلمانِ جنت اور رضوانِ فرشتہ مصافحے کرتے رہیں۔

جزاك ربك فی الجنات رؤیة وصحبة المنعمین تکریماً و احساناً
اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اپنے دیدار سے سرفرازی بخشے اور آپ کو صحبۃ النبیین والعدیقین و الشہداء والصالحین (جو منعمین ہیں) کی نعمت سے نوازے۔

قصیدۃ الترحیب

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مدظلہ کی دعوت پر جامعہ احسن العلوم کراچی میں محدث کبیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کے درو و مسعود کے موقع پر حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کا منظوم عربی استقبالہ۔۔۔۔۔ !!

تتلاطم الأفراح فی الأرواح و تری السرور علا علی الأشیام
خوشیاں جانوں میں موجزن ہیں، اور مسرت اجسام میں نمایان ہے
وجلت مخالیل تھضو علمیمہ بقدم معنی السنۃ الوضام
علی ترقی کے نشانات و شواہد ظاہر ہوئے (مولانا محمد سرفراز خان کی آمد پر) جو مسرت
نبوتی کو زندہ کرنے والا خوبصورت

لین المعارف والعوارف والتطبی نعمان عصیر جہلہ جہجہا
علوم و ہدایت اور تقویٰ کی زینت، اور عمرِ حاضر کا امام ابو حنیفہ، اور سردار ہے۔
شمس المدارس والمجالس والهدی وأمام اهل السنة والمدام
مدارس و مجالس اور ہدایت کا سورج ہے، اہلسنت کا امام اور مداح ہے

كشفت الستار عن الغوامض فی العلوم ولمعضلات الفقه كالمفتاح
جس نے علوم کے سر بستہ پوشیدہ مسائل کو واضح فرمایا، اور فقہ کے مشکل مسائل حل کرنے کی کنجی ہے

ملأ المكاتب بالعالف التي نالت قبول الناس فی الاصلاح

جس نے اپنی تالیفات سے کتب خانے بھر دیئے ایسی تالیفات جو "اصلاح

امت" کے سلسلہ میں قبولیت حاصل کر چکی ہیں

كَلَمَتْ وَجُوهُ بَنِي الْعَبُورِ بِنُورِهَا رَفَعَتْ لُؤَاءَ الْقَلَمِ الْفَتَا

ایسی تالیفات جنکی روشنی سے بریلویوں کے چہرے بگڑ گئے اور ان تالیفات نے مولانا

محمد قاسم نانوتوی کے بلند کردہ جھنڈے کو سر فرازی بخشی

رَأَتْ مَطَاعِنَ مُلْحَدِينَ عَنِ الْأَكْبَى هُمْ أَسْوَدُ دُيُوبَةٍ فِي الْعَصَا

ان تالیفات نے ان لحدوں کے مطاعن و تشذیعات کو رد کر دیا، جنہوں نے دارالعلوم

دیوبند کے مؤسسين پر لگائے تھے (مصباح ہموار زمین)

حِصْنٌ حَصِنَ لِلْكِتَابِ وَسَيَّةٌ وَمَنْدَارٌ عَلِيٌّ نُورُهُ لِفَلَاحِ

دارالعلوم دیوبند قرآن و سنت کا ایک مضبوط قلعہ ہے، اور علم کا مینار ہے، جس کا نور

دارین کی کامیجوں کا ذریعہ ہے

نُورُ أَضَاءِ الْهَدْيِ نَمُو عَوَالِمًا وَأَنْدَارُ سَهْلِ الْأَرْضِ وَالْأَكْبَى

جس کی روشنی نے ہند اور تمام جہانوں کو روشن کیا اور جس نے ہموار زمین اور پہاڑوں

کو نور کیا۔

وَمَعَى الْأَكْبَى ضَرْبٌ قَائِمٌ وَالرَّشِيدُ بِمَنْبَاهِ نَهْرُ الْجَنَّةِ الْفَتْحُ

اللہ تعالیٰ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے قبور کو جنت میں نہر فلاح

سے سیراب فرما دے

وَأَخَابَ شَيْخُ الْهِنْدِ أَعْطَرَ حُلُوٍّ وَأَنْدَارُ أَنْوَرِ شَاةٍ كَالْمَصْبَا

اور حضرت شیخ الہند کو خوشی لباس محطر عطا فرما دے، اور حضرت شفاء انور شفاء کو مصباح

جیسا منور فرما دے۔

وَأَرْوَاهُ رَوْحَ حَسَنِ أَحْمَدَ ذِي الْقَبْلِ بَطَلَ الْجِهَادِ وَلِلْعَدَى رَضَاهُ

اور حضرت مولانا حسین احمد کے روح طیب کو اخروی راحتوں سے نواز دے۔ جو جہاد

کا مرو میدان ہے اور دشمنوں کو توڑنے والا ہے

وَأَفَاضَ رَأْفَتَهُ عَلَى وَجُوهِهِ بَلَفَتْ مَعَارِفُهُ إِلَى الضَّرَامِ

اور اپنی رحمت اس حسین و جمیل (مولانا خوری) کے چہرے پر نازل فرما دے، جس کی

کتاب "معارف السنن" بیت المعمور تک رسائی حاصل کر چکی ہے

الْعِلْمُ يَفْخَرُ وَالْمَدَارِسُ تَرْتَلِي بِوَرُودِ شَيْخٍ صَفْدٍ فَيَا

علم فخر کرناں اور مدارس رو برقی ہیں، حضرت مولانا صفدر راست برکاتم کی تشریف

آوری سے جو بہت نئی ہے

طَوْبَى لِأَهْلَاءِ الْعُلُومِ وَرُودَةِ عِيدِ أُنْبَى بِهَشَانِ الْأَرْيَامِ

ہمارک ہو علماء اور طلبہ کو ان کی تشریف آوری، جو در حقیقت ایک عید ہے جو دارین کے

منافع کی خوشخبریاں لے آئی ہے

وَجُزَى لِأَهْلِ الْجَاهِلِينَ لَشَيْخِنَا لَأَسْمَاءُ الزُّوْلَى السَّمَاءِ

اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرما دے جو حضرت شیخ کو کراچی کھینچ

لائے، بالخصوص مولانا زرولی خان صاحب جو حد سے زیادہ نئی ہیں

فَلَهِ عَلَى أَهْلَاءِ قَلَمِهِ مَنَّةٌ فَهُوَ الْفَتَى الْمَفْتَى وَفَوْهُ الْأَسْبَاجُ

کیونکہ مولانا قاسم نانوتوی کی روحانی اولاد پر اس کے احسانات ہیں، جو در حقیقت

ایک نوجوان (بہادر) مفتی ہے جو حضور گزر کر نبی والا ہے

فہو الذی أحسن المشاعر بعدھا مانت کدوم ظعنہ رجنہ
اس نے دیوبندیوں کے خوابیدہ احساسات و جذبات کو زندگی بخشی، جو ایک قریب معشور
کی طرح مستغرق نیند میں سوئے ہوئے تھے

الزارع الأذہار فی أحسن علوم و مرطب الأسلاف کل صہام
جس نے ”احسن العلوم“ کے جہہ مبارک میں پھولوں (طلبہ علماء) کی کاشت فرمائی ہے
اور روزانہ بزرگوں کی آمد ترحیب میں مشغول رہتا ہے

یارب ادم ابطال دیوبندی لنا واحفظہم فی عیشہم و حرام
اے میرے پروردگار دیوبندیوں کے بہادر بزرگ علماء کو تادیر زندہ جاوید بنا اور ان کو فراح زندگی
کے ساتھ اپنی حفاظت سے نواز دے

(ماہنامہ القاسم اپریل ۲۰۰۴ء)

☆

باب : ۳

سفر نامے

چھتیس سال قبل کا بغداد و ایران

ماہنامہ القاسم کے ایک قلم کار نے مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے تریحان
”ماہنامہ دارالعلوم“ کے چند پرچے جامعہ ابو ہریرہ کی لائبریری کیلئے بیچے۔ ان میں
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہ کا ایک قدیم مکتوب بھی مطالعہ
کو ملا۔ جسے آج سے چھتیس سال قبل اپریل ۱۹۶۷ء میں ”دارالعلوم“ نے بڑی شہ
سرفی اور اہتمام کے ساتھ شائع کیا تھا۔ نذر قارئین ہے۔ چھتیس سال قبل کے بغداد
و ایران کو آپ بھی ایک نظر دیکھ لیں۔ (ادارہ القاسم)

ملہ سہ الاسلام بغداد :

۲۵ در رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ! کافی دن گزرنے کے بعد آج آپ سے تحریری
ملاقات، و خطبیت کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ روزانہ کوئی موقع تلاش کرتا رہتا ہوں کہ آپ
کو کوائف نامہ ارسال کروں، مگر فرصت نہیں ملتی، بسوں میں دن رات سفر کرنے سے مسافر کو
فرض نماز پڑھنے کا بمشکل موقع ملتا ہے اور اگر دو تین دن بعد کسی منزل پر رکنا بھی پڑتا ہے

تو وہاں چند گھنٹے آرام اور پھر وہاں کے مشاغل اور قائل و ید مقامات دیکھنے میں وقت سرز ہو جاتا ہے۔

اذا وصف الناس أشواقهم فشوقى لوجهك لا يوصف

وأحسن من هذا ما قال قائل و كانه قال غي حلى

الشوق فوق الذى أشكو اليك وهل تغنى اليك صبا باتى وأشواقى

یہ خط قطب العصر امام الالایاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ سے لکھ رہا ہوں۔ بغداد میں ۲۱ رمضان المبارک کو بخیریت پہنچ گیا ہوں۔ دو دن کاظمین (جو بغداد کا ایک محلہ ہے اور یہاں سے تین چار میل دور ہے) کے ایک ہوٹل میں قیام رہا۔ وہاں شیعہ آبادی ہے۔ حضرت موسیٰ کاظم کا ایک بہت بڑا مزار ہے جس کے مینار اور دروازے، قبر کی جالی تمام سونے کے ہیں۔ شیعہ مردوں اور عورتوں کا وہاں ہر وقت جھوم رہتا ہے۔ وہ قبر کے ارد گرد طواف کرتے ہیں۔ اس مزار کے قریب حضرت امام ابو یوسف کا مزار ہے۔ جہاں احناف کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے، مگر میں اب تک ان کے روضہ کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکا۔ اپنے روحانی شیخ اور امام جن کی فتنہ بچپن سے لے کر اب تک پڑھتے رہے اور ان کے تقویٰ و فتویٰ، پختہ دلائل اور متعارض روایات میں عمدہ تطبیق اور دیگر علمی و عملی کارہائے نمایاں سے دل میں ان کی عزت و احترام اور ان سے جو محبت تھی وہ ان کے مرقد مبارک پر جا کر اور زیادہ پختہ ہوئی۔ میں عشاء کی نماز کے لیے وہاں گیا، مگر جب پہنچا تو نماز ہو گئی تھی۔ خادم کو کہا تو اس نے مزار کا دروازہ کھولا، مسنون سلام اور دعا کی، فاتحہ، درود اور قرآن مجید کی چند سورتیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے لیے دل سے بے اختیار دعائیں نکلیں کہ ان کی آغوش تربیت میں رہ کر اس صاحب

روضہ امام ابو ضیفہ کے قوی مسلک اور شوق براہین کا علم ہو گیا ہے۔ محمد اللہ امام الفقہاء کا روضہ بدعات و رسومات سے پاک ہے۔ یہاں دیگر مزارات کی طرح مرد و زن کا اختلاط نہیں، اور نہ طواف کی ناجائز رسم اور موسیقی جلانے کا رواج۔ قبر مبارک کی جالی پر اللہ تعالیٰ کے ۱۹۹۹ سالہ حسنی تمیل سے لکھے گئے ہیں اور ان کے نیچے یہ عبارت لکھی گئی ہے :

بسم الله الرحمن الرحيم

انما يعشى الله من عباده العلماء وقال رسول الله ﷺ علياً أمتي كاديباء بنى اسرائيل هو قال لو كان العلم بالثريا لئاله رجال من فارس هذا مرقد الامام الأعظم المجتهد الأقدم أبي حنيفة النعمان بن الثابت الكوفي كانت ولادته سنة ثمانين ووفاته رحمه الله ورضي عنه سنة خمسين ومائة ومائة مائة قيل

إذا ما الناس فقها قايسوناً	بأبدية من الفتيا ظريفه
اتبعناهم بمقاييس عتيد	يصيب من طراز أبي حنيفة
يذل له المقاييس حين يقضى	ويدهش عنده الحجوم الضعيفه
ولم يقس الأمور على هواه	ولكن قاسها بقضى وخيفه
فأوضح للخلائق مشكلات	لوازل كن قد تركت وقيفه
روى الآثار عن نيل ثقافت	غزار العلم مشيخة حصيفه
وان أبا حنيفة كان بهراً	بعيد الغور قرضته نظيفه

وقد جتد العلم بعد اندراسه ومحو الأثره فى ظل جلاله مليك البلاد العراقية الملك العربى الهاشمى المعظم صاحب الجلالة سيدنا فيصل

بن الحسين ادام الله بالغر والسعادة ايامه وخلق الملك فيه وفي عقبه الى يوم القيامة و كان ذلك في سنة سبع واربعم وثلث مائة والاف من الهجرة من له العز والشرف من هجرة النبي العربي الهاشمي الكريم عليه السلام وعليه وصحبه وسلم۔

یہ مبارک مرقہ ایک کمرہ کے اندر ہے جس کی لمبائی چوڑائی بیس فٹ ہے یہ کمرہ ایک عظیم جامع مسجد کی جانب جنوب میں واقع ہے۔ یہاں کا خطیب شیخ عبدالقادر ہے۔ جو ایک معمر عالم ہے، اس محلہ کو اعظمیہ کہتے ہیں اور یہاں احناف کی کثیر تعداد موجود ہے، اعظمیہ دریائے دجلہ کے ساحل پر آباد ہے۔ دجلہ دریائے لنڈا سے چوڑائی میں کم ہے۔ دجلہ کے کنارے تفریح گاہیں، ہوٹل، باغات موجود ہیں، سنا ہے کہ بطل اسلام شیدائے کتاب و سنت حضرت امام احمد بن حنبل اور مجتہد اعظم حضرت امام محمد کی قبور بھی دجلہ کے کنارے پر ہیں۔ قطب دوراں شیخ شبل اور ابراہیم بن ادھم، امام کرخی، حضرت سلمان فارسی کے مزارات بھی یہاں سے کچھ فاصلہ پر ہیں، مگر اب تک وہاں جانے کا موقع نہیں ملا۔

کاظمین میں دو دن کے قیام کے بعد یہاں محلہ باب الشیخ میں کرایہ کا ایک مکان مل گیا ہے۔ ماہوار ایک دینار کرایہ ہے، یہاں ایک دینار پاکستان کے بیس روپے بنتے ہیں، صاحب مکان ایک بلند اخلاق انسان ہے۔ تراویح کے بعد جب میں اپنے مکان میں چلا گیا، جس کمرہ میں میرا قیام ہے وہاں الماری میں ٹیلی ویژن پڑا ہوا ہے، اس نے ٹیلی ویژن لگایا اور کہا کہ آپ کو یہاں کے مشائخ کی تقریر سناتا ہوں۔ چند سیکنڈ میں یہاں ایک مشہور عالم نے رمضان کے فضائل و برکات

کا بیان شروع کیا، جو سامنے ایسا نظر آتا تھا، گویا ہمارے ساتھ مخاطبہ کر رہا ہے۔ اس نے دوران تقریر میں شراب کی مذمت بیان کی اور شرعی نقطہ نگاہ سے اس کی قباحت بیان کی۔ پھر اس نے ایک ڈاکٹر سے جو اس کے ساتھ بیٹھا تھا، جسمانی، اقتصادی خرابیاں جو شراب سے پیدا ہوتی ہیں، دریافت کیں۔ اس نے مدلل طور پر انگریز ڈاکٹروں کے حوالے سے شراب نوشی کے معضلات بیان کئے۔ ٹیلی ویژن کا یہ منظر اگرچہ تہران میں بھی دیکھا تھا مگر یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس کے ذریعہ قرآن وحدیث کی کچھ اشاعت ہو رہی ہے۔ کاش! ہمارے پاکستان میں بھی اسے دین کی اشاعت کے لیے استعمال کیا جائے۔

کل یہاں عصر کی نماز کے بعد ایک مصری عالم نے غزوہ بدر اور فتح مکہ کے حالات کو موثر انداز میں بیان کیا۔ حضرت الشیخ جیلانی کی مسجد میں ہر وقت بہترین قاری اور جدید مشائخ تبلیغ کرتے رہتے ہیں، جس سے طبیعت بہت متاثر ہوتی رہتی ہے، یہاں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، البتہ صبح کے وقت شوافع غلغلہ میں نماز پڑھتے ہیں اور احناف اسفار میں۔ حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی کا مزار صبح اور عشاء کی نماز کے بعد کھلتا ہے، ہزاروں لوگ زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں۔ مزار کی جالی پر اسماء حسنی کے نیچے یہ عبارت درج ہے :

انا من رجال لا يخاف جليهم	ربب الزمان ولا يري ما يرهب
أقلت شمس الأولين و شمسنا	أهدأ على افق العلى لا تغرب
على بابنا قف عند ضيق المناهج	تقرى على اللدم من ذى المعارج
اين خواجہ حضرت غوث الثقلین است	نقد کمر حیدر و نسل حسین است

مادرش حسینی نسب است و پدر را زاد لاد حسین یعنی کریم الاوین است یہاں کا ماحول علمی استفادہ کے لیے بہت اچھا ہے۔ مصر کے مبلغین یہاں موجود ہیں اور مختلف موضوعات پر از نماز عصر و مغرب تقریریں کرتے ہیں۔ یہاں باب الشیخ میں طلبہ علوم دینیہ کی بھی تربیت گاہ موجود ہے، شوق ہے کہ کسی وقت ان کے اسباق سن لوں۔ بغداد کے سنی حضرات بہت خوش خلق، نیک اور دیانت دار ہیں۔ شیعہ لوگ قدرتی طور پر بد خو اور سنگدل ہیں، زاهدان میں ایک بڑی جامع مسجد موجود ہے، جس کے خلیفہ مولانا عبدالعزیز صاحب ہیں۔ تبلیغی جماعت کے دورے پر پشاور بھی آئے ہیں اور ہمارے دارالعلوم حقانیہ سے آگاہ ہیں، بڑے عالم اور مبلغ ہیں۔ ایران کے ساحلی علاقہ پر بلوچ آباد ہیں اور تمام خفی ہیں۔ جس طرح پاکستان میں بلوچستان کا ایک وسیع علاقہ ہے۔ اس طرح ایران میں بھی بلوچستان کا بڑا صوبہ ہے۔ ایران میں کھانے کی چیزیں بہت مہنگی ہیں۔ یہاں عراق میں بہت سستی ہیں وہاں صرف ظاہری صفائی مکانات کی چمک دک ہے، جہاں بھی جائیں ”یا علی“ کی آوازیں سنیں گے۔ بس میں سفر کریں گے تو ”یا علی“ کے نعرے، ریڈیو سے ”یا علی“، بعض ہوٹلوں میں نے خود دیکھا کہ علی کو اوپر لکھا گیا ہے اور اللہ کو نیچے۔ ہم جس بس پر تہران سے آئے، اس میں ڈرائیور ہر وقت یہ ریکارڈ لگاتا تھا، جس میں یہ شعر بھی تھا۔۔۔۔۔

علی اول علی آخر هو الباطن هو الظاهر

امامت راعلی والی نبوت راعلی والی

شیعہ باجماعت نماز نہیں پڑھتے۔ ان کے نزدیک امامت حضرت زین العابدین کے بعد ختم ہوگئی ہے، اگر کسی شیعہ کو باجماعت نماز پڑھنے کا شوق ہوتا ہے تو وہ

کسی بچے کو کرسی پر بٹھا کر اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے کیونکہ وہ بچہ معصوم ہے اور معصوم کے پیچھے ان کی اقتداء صحیح ہے، ایران کی آبادی دو کروڑ پچاس لاکھ ہے، جس میں صرف ۳۰ لاکھ سنی ہیں اور بیس لاکھ میں سے کچھ پاوری، یہودی، آرمین، یہائی، سکھ، گہرتر ساد غیرہ موجود ہیں۔ باقی دو کروڑ شیعہ ہیں۔

یہاں تصویر اور پرستی بت پرستی کا منظر ہر جگہ نمایاں ہے، ہر چوک میں کسی نہ کسی بادشاہ یا وزیر کے مجسمے موجود ہیں۔ حضرت آدم اور حوا کے فوٹو ہر جگہ جکتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ جب طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں نے پتھر برسائے تو اس حالت کے فوٹو بھی ایران کے ہوٹلوں میں آویزاں ہیں۔ ایک فوٹو ایسا بھی دیکھا کہ حضور ﷺ بیٹھے ہیں ان کے ایک طرف حضرت فاطمہؑ اور دوسری طرف حضرت حسنؑ، حسینؑ بیٹھے ہیں اور پیچھے حضرت جبرائیلؑ کھڑے ہیں۔ یہاں دین کی بڑی بے ادبی ہو رہی ہے۔ کتب فروش جو فٹ پاتھ پر ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کے نسخے زمین پر رکھتے ہیں۔ یہاں معتبر ذرائع سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک دفعہ یہاں ایک شیعہ کی آخری حالت تھی، اور اس کے احباب و اقارب اسکی چار پائی کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ ہر ایک اس قریب الموت کو کہتا، آغا علی یگو، آغا علی یگو، تا جان با سانی بر آید۔

ان کی اذان بھی انوکھی قسم کی ہے۔ اذان دیتے وقت ایک ہاتھ کان میں اور ایک ہاتھ میں سگریٹ، جب ایک کلمہ پڑھ لیتے ہیں، تو سگریٹ کا کش لگاتے ہیں اور اگر کوئی دوست آجائے تو موذن کو دوران اذان کہتا ہے، آغا حال شاخوب است، موذن جواب دیتا ہے، خیلے ممنون میری۔

میری غالباً فرانسیسی لفظ ہے جو ایران میں بہت رائج ہے، مشہد میں مشہور

مزار حضرت امام رضا رحمۃ اللہ علیہ پر اگر کوئی آئے تو وہاں کئی مزدور کھڑے ہوتے ہیں اور ہر ایک زائر کو کہتے ہیں کہ میں آپ کو سلام پڑھاؤں گا، خاص کلمات ہیں جو انہوں نے یاد کئے ہوئے ہیں، ہم کو بھی کہا مگر ہم نے انکار کیا، وہ کہنے لگا کہ تمہارا اسلام درست نہیں۔ صرف چند لگوں کی خاطر وہ بہت غصہ ہوا۔

ایک سنی مشہد کے مزار میں گیا تو ایک شیعہ سلام خواں نے اس سے نام دریافت کیا۔ اس نے کہا میرا نام محمد اشرف ہے، وہ دلال بہت غصہ ہوا اور کہا جو نام میں بتاؤں وہ رکھنا، کہا غلام علی نام رکھ دو، محمد اشرف نے کہا نہیں، پھر کہا غلام حسین، غلام حسن، غلام رضا، محمد اشرف نے کہا محمد اشرف نام پر مجھے فخر ہے، عام لوگ ایران کی بہت تعریفیں کرتے ہیں۔ وہ بے چارے یہاں کی ظاہری دلفریبیوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں پاکستانیوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مگر جب کوئی پاکستانی وضو کرے یا نماز پڑھے تو پھر ہنستے ہیں۔ میر جاہ جو ایران کی سرحد ہے، وہاں روزہ داروں کا جبراً روزہ توڑ دیا جاتا ہے۔ مجھے بھی وہاں کے ڈاکٹر نے کہا کہ یہ گولیاں کھاؤ۔ میں نے کہا روزہ ہے، کہنے لگا، آپ کو یہ درائی کھانی ہوگی۔ ورنہ شام تک یہاں بیٹھے رہو گے، میں نے کہا بہت اچھا۔ زاہدان آکر معلوم ہوا کہ بہت سے حاجیوں کے روزے وہاں تڑوائے گئے ہیں۔

سبزدار کے ایک ہوٹل میں ایک شیعہ نے ہم سے پوچھا کہ شام مسلمان ہستید یا شیعہ۔ میں نے جواب دیا کہ شیعہ نزد شام مسلمان ہستید؟ وہ خاموش ہو گیا پھر اس آدمی نے کچھ دیر بعد پوچھا، شام لعنت بر عمر، می فرستید (العیاذ باللہ) ہم نے کہا اگر عمر (خاتم بدین) مستحق لعنت ہو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، دختر خوردم کلثوم را در عقد وے اد

چرا دادے۔ یعنی اگر حضرت عمر لعنت کے مستحق ہوتے تو حضرت علی اپنی بیٹی ام کلثوم کو ان کے عقد میں کیوں دیتے۔

مشہد، شیراز، کرمان، اہواز، آبادان، تہرہ، تہران، قم، ہمدان، کرمان شاہ، اصفہان جس کو نصف جہاں کہتے ہیں، دیکھنے کے قابل شہر ہیں۔ ہم نے تو صرف سرسری نگاہ سے شہر دیکھے۔ پورے طور پر دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ سب سے زیادہ خوبصورت شہر تہران ہے، صاف ستھری سڑکیں، کشادہ راستے، ہوٹلوں میں مکمل صفائی آرام دہ بیس، سستے کرایہ پر چلنے والی بہترین کاریں، قابل تعریف ہیں۔ یہاں کا یہ امر بھی قابل تقلید ہے کہ ایرانیوں کے حقوق بہت محفوظ ہیں، حالانکہ شہنشاہیت ہے، مگر ایک چیز اسی کو بھی اپنے حقوق کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ پولیس کا بڑے سے بڑا افسر کسی جنگی والے کو جبراً اپنی بیگار میں نہیں رکھ سکتا۔ ٹریفک کا انتظام بہت شاندار ہے، یہاں ”بدست راست برو“ کا معاملہ ہے، دائیں طرف ٹریفک ہے اور عراق میں بھی دائیں طرف ٹریفک ہے۔

آج اتفاقاً یہاں کے مدرسہ القادریہ باب الشیخ کے دیکھنے کے لئے گیا۔ عربی طلبہ سے بات چیت ہوئی۔ ان سے معلوم ہوا کہ یہاں دو پاکستانی طلبہ ہیں، وہاں جا کر ان سے ملاقات کی۔ اس کمرے میں جامعہ ازہر کا ایک فاضل بھی بیٹھا تھا۔ اس فاضل نے مجھ سے اردو میں پوچھا کہ آپ کہاں کے باشندے ہیں، میں نے کہا پشاور کے ضلع میں اکوڑہ خشک ایک گاؤں ہے، وہاں کا رہنے والا ہوں اور وہاں ایک مذہبی ادارہ ہے، اس کا ایک ادنیٰ مدرس ہوں اس نے کہا آپ کا نام شیر علی شاہ تو نہیں؟ میں نے کہا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا میں نے آپ سے کافیہ پڑھا ہے اور

دارالعلوم حقانیہ میں ایک سال استفادہ کر چکا ہوں۔

خوشی اس بات پر ہوئی کہ وہ جامعہ ازہر سے فارغ ہوا ہے، اور بحمد اللہ مسنون واڑھی سے اس کا چہرہ مزین ہے، یہ فاضل محمد لقمان ہزارہ کا باشندہ ہے، اور وہاں اس کا نام کچھ اور تھا، بعد میں تبدیل کیا ہے، اب یہاں عراق یونیورسٹی میں اس کو داخلے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ پاکستانی طلبہ نے کہا کہ آؤ ہم آپ کو اپنے ایک بزرگ سے ملاقات کرائیں، چنانچہ ان کے ساتھ ایک کمرہ میں داخل ہوئے، دیکھا ایک معمر عالم ایک طالب علم کو سیرۃ کی کتاب پڑھا رہا ہے، اس نے درس بند کیا۔ ہم نے کہا نہیں اپنا سبق پورا فرمائیں۔ وہ ان کو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری کا واقعہ بیان کر رہے تھے۔ اور ایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے اونٹنی کے اٹھنے بیٹھنے کا اور مدینہ منورہ کی بچیوں اور بچوں کے استقبال کے اشعار تفصیل سے بیان کئے۔ درس سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے بتایا کہ یہ ہمارا استاد ہے آپ سے ملنے کے لیے آیا ہے۔ کہا میں خود علماء کی زیارت کا مشتاق ہوں اور پھر فرمایا کہ زیارت اموات سے غرض موت کو یاد کرنا ہے اور زیارت صلحاء اور علماء سے اپنے آپ کو روحانیت میں رنگنا ہے۔ میں نے ان سے کہا مدت سے بغداد دیکھنے کی تمنا تھی، وہ خداوند قدوس نے پوری فرمائی۔

فرمایا، ہاں انسان کی مختلف اوقات میں مختلف تمنائیں ہوتی ہیں اور تبدیل اطوار سے متمنیات بدلتے رہتے ہیں۔ پہلے کسی عالم کی زیارت کی تمنا ہوتی ہے، پھر آہستہ آہستہ کسی عالم ربانی کی دید کی تمنا ہوتی ہے اور آخر جا کر یہ تمنا حضور اقدس ﷺ کے دیدار اور اللہ تعالیٰ کے دیدار حاصل ہونے سے ختم ہوگی۔ ازہر کے اس فاضل نے پوچھا کہ قبروں سے مرادیں مانگنا، ولی کو حاضر و ناظر سمجھنا کیسا ہے، اس نے فرمایا غلط

ہے، کفر ہے، لاخالق الا اللہ (کوئی پیدا کرنے والا سوائے خدا کے نہیں)

اور فرمایا کہ ہم حضور ﷺ کو جو افضل خلق اللہ ہیں، قاضی الحاجات اور حاضر و ناظر نہیں مانتے، اوروں کو کیسے مانیں اور پھر فرمایا بعض لوگ تصوف کے منکر ہیں، مگر ہم تو وسط طریق پر ہیں، ہم بزرگوں کی کرامات مانتے ہیں اور اس پر قرآن و احادیث سے اشتہادات بیان کئے۔ پھر طریقت کے فوائد بیان کئے۔ میں نے کہا دارالعلوم دیوبند کے ایک بڑے عالم ربانی اور قطب دوران مولانا رشید احمد گنگوہی سے کسی نے پوچھا: ما الفرق بین الشریعة والطریقة؟ (شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟) تو انہوں نے جواب دیا: بینہما نسبة المخدمیۃ والخادمیۃ (ان میں ایک خادم اور دوسرا مخدم ہے) یہ سن کر بہت خوش ہوئے، پھر مجھ سے پوچھا کہ مشغلہ کیا ہے میں نے کہا کہ علم دین کا ایک خادم اور دارالعلوم حقانیہ میں ایک معمولی مدرس ہوں، پھر دارالعلوم حقانیہ کے احوال و کوائف طلبہ کی تعداد، طرز تعلیم، مسلک، تاریخ تاسیس اور سالانہ مصارف کا حال پوچھا اور کہا کہ آمدنی کہاں سے ہے، میں نے کہا پاکستان کے مسلمان حسب استطاعت اعانت کرتے ہیں۔ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ عوام کی خوش قسمتی ہے کہ ان کی کمائی صحیح مصرف میں خرچ ہو رہی ہے۔ میں نے پھر ان سے کہا دارالعلوم حقانیہ کے بانی اور مدبر خود ایک عالم ربانی ہیں اور علماء ربانین سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ آپ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی مولانا عبدالحق صاحب و اراکین و اساتذہ طلبہ و معاونین کے لیے دعائیں فرمائیں۔

چنانچہ اسی وقت درود اور فاتحہ پڑھ کر جامع مانع و عافرمائی اور مولانا عبدالحق صاحب کا اسم گرامی لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کی حیات طیبہ و کرامت دین میں صرف

فرمادے اور دینی عزائم میں کامیابی بخشے۔ فرمانے لگے کہ اس دور میں علماء حقانی کا وجود مستحتمل نہیں ہے، پھر میں نے ان سے امام احمد بن حنبلؒ کے روضہ کے بارہ میں پوچھا کہ کہاں پر ہے، تو شیخ عبدالکریم الکردی مدظلہ نے المناک لہجہ میں جواب دیا کہ ۱۳۵۰ھ میں، میں اپنے استاد کے ہمراہ ان کی زیارت کرنے کے لیے گیا تو ان کا روضہ دریائے دجلہ کے کنارہ پر بہت بوسیدہ اور شکستہ حالت میں تھا۔ انہوں نے وہاں کے لوگوں سے کہا یا تو اس کے نیچے مضبوط دیوار اٹھائیں یا اسے کسی دوسری محفوظ جگہ منتقل کر دیں، مگر کسی نے اس طرف توجہ نہ کی اور افسوس دہشت ہے کہ دجلہ میں سیلاب آنے کی وجہ سے ان کا روضہ دریا میں بہہ گیا اور پھر فرمایا کہ یہ وہ شیخ تھے، جن کے بارے میں امام شافعیؒ جب یہاں سے جا رہے تھے تو فرمایا تھا : ماترکت فی بغداد افقہ من احمد بن حنبل۔ (میں نے بغداد میں امام احمد بن حنبلؒ سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا)

مزید انہوں نے بتایا کہ حذیفہ بن یمان صاحب اسرار رسول ﷺ کا روضہ بھی ان کے قریب تھا مگر جب حکومت کو امام احمد بن حنبلؒ کے روضہ کے بہہ جانے کا علم ہوا تو حضرت حذیفہؒ کا مزار وہاں سے اٹھا کر سلمان فارسیؒ کے روضہ کے قریب ان کو لایا گیا، جو یہاں سے تقریباً ایک گھنٹہ کے سفر پر دور ہے۔ یہاں بغداد میں مولف قدوریؒ، صاحب روح المعانی، شیخ شمس، شیخ جمید بغدادیؒ، معروف کرنیؒ، امام زین العابدینؒ کے چار صاحبزادوں کے مزارات ہیں، ابراہیم بن ادھمؒ کا روضہ بھی یہاں ہے، یہاں سے کربلا، نجف کو بس میں ایک روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ کوئٹہ بھی قریب ہے۔ بصرہ تک موٹر میں چھ گھنٹے کا راستہ ہے۔ علماء کرام اور مشائخ بغداد سے ابھی تک

ملاقات نہیں ہوئی۔ شیخ کردی مدظلہ، ایک بڑے بزرگ اور علوم ظاہریہ، باطنیہ کے عالم ہیں، منطق و فلسفہ میں خاص مہارت رکھتے ہیں، رخصت ہوتے وقت انہوں نے فرمایا کہ آپ سے کسی وقت تفصیلی باتیں کروں گا۔ میں نے کہا یہ تو میری سعادت ہوگی اور اس راستہ سے سفر کرنے کا ثمرہ ہوگا۔

اب عشاء کی اذان ہو رہی ہے۔ ستائیسواں روزہ ہے، یہاں روزہ منگل کا تھا۔ سندھی لوگوں کے ہجوم درہجوم آرہے ہیں، ہر سندھی کے ساتھ دو عورتیں اور پانچ پانچ، چھ چھ بیٹے ہوتے ہیں یہاں آکر بھیک مانگتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ لوگ کاکلت وغیرہ سے آکر یہاں بھیک مانگتے ہیں جو پاکستان کے لیے بدنامی کا باعث ہے۔ ان کی وجہ سے دیگر زائرین کو سخت پریشائیاں درپیش ہیں۔ سفارت خانے چلے جائیں تو سندھیوں کی لائینیں لگی ہوتی ہیں۔

☆

کافی دن گزرنے کے بعد آج آپ سے تحریری ملاقات کا شرف حاصل کر رہا ہوں روزانہ کوئی موقع تلاش کرتا رہتا ہوں کہ آپ کو کوائف نامہ ارسال کروں مگر فرصت نہیں ملتی بسوں میں دن رات سفر کرنے سے مسافر کو فرض نماز پڑھنے کا بمشکل موقع ملتا ہے، اور اگر دو تین بعد کسی منزل پر رکنا بھی پڑتا ہے، تو وہاں چند گھنٹے آرام اور پھر وہاں کے مشاہدات اور قابل دید مقامات دیکھنے میں وقت صرف ہو جاتا ہے۔

إذا وصف الناس أشواقهم فشوقي لوجهك لا يوصف
وأحسن من هذا ما قال قائل وكانه قال في حقى
الشوق فوق الذى أشكو إليك وهل تغنى عليك صباهتى وأشواقى

یہ خط قطب العصر امام الاولیاء حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کے
روضہ سے لکھ رہا ہوں۔ بغداد میں ۳۱ رمضان المبارک کو بخیریت پہنچ گیا ہوں، ورنہ
کافلسین (جو بغداد کا ایک محلہ اور یہاں سے تین چار میل دور ہے) کے ایک ہوٹل میں
قیام رہا، وہاں شیعہ آباد ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم کا ایک بہت بڑا مزار ہے جس
کے مینار اور دروازے قبر کی جالی تمام سونے کے ہیں۔ شیعہ مردوں اور عورتوں کا وہاں
ہر وقت ہجوم رہتا ہے، وہ قبر کے ارد گرد طواف کرتے ہیں، اس مزار کے قریب حضرت
امام ابو یوسف کا مزار ہے، یہاں احتاف کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے مگر میں اب تک ان
کے روضہ کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکا۔ اپنے روحانی شیخ اور امام جنکل فقہ بچپن
سے لیکر اب تک پڑھتے ہیں اور ان کے تقویٰ و فتویٰ، پختہ دلائل اور متعارف روایات
میں عمدہ تطبیق اور دیگر علمی و عملی کارہائے نمایاں سے دل میں ان کی عزت و احترام
اور ان سے جو محبت تھی وہ ان کے مرقہ مبارک پر جا کر اور زیادہ پختہ ہوئی۔ میں عشاء کی
نماز کے لیے وہاں گیا مگر جب پہنچا تو نماز ہو گئی تھی، خادم کو کہا تو اس نے مزار کا دروازہ
کھولا، مسنون سلام اور دعا کی۔ فاتحہ و درود اور قرآن مجید کی چند سورتیں پڑھیں اور اللہ
تعالیٰ سے دعائیں مانگیں، حضرت الاستاذ شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے لیے دل سے
بے اختیار دعائیں نکلیں کہ ان کی آغوش تربیت میں رہ کر اس صاحب روضہ امام
ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے قوی مسلک اور ٹھوس براہین کا علم ہو گیا، بھرا اللہ امام الفقہاء کا روضہ
بدعات و رسومات سے پاک ہے، یہاں دیگر مزارات کی طرح مردوزن کی اختلاط
نہیں اور نہ طواف کا ناجائز رسم اور نہ موسمِ بقی جلانے کا رواج۔ قبر مبارک کی جالی پر اللہ
تعالیٰ کے ۱۹۹ سہا حسی پتیل سے لکھے گئے ہیں اور ان کے نیچے یہ عبارت لکھی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّمَا یَغْشٰی اللّٰهَ مِنْ عِبَادَةِ الْعُلَمَاءِ وَقَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: عَلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَقَالَ: لَوْ کَانَ الْعِلْمُ بِالقُرْبَا
لَعَالَهُ رِجَالٌ مِنْ قِبَارِیْ هَذَا مَرْقَدُ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ وَالْمَجْتَهِدِ الْاَقْدَمِ اَبِی
حَنِیْفَةَ النُّعْمَانِ بْنِ الْعَاقِلِ الْکُوفِیِّ کَانَتْ وَلَادَتُهُ سَنَةَ ثَمَانِیْنَ وَوَفَاتُهُ رَحِمَهُ اللّٰهُ
وَرَضِیَ عَنْهُ سَنَةَ خَمْسِیْنَ وَمِائَةً وَمِائَةً فِیْهِ قَبِلَ.....

اِذَا مَا النَّاسُ فَعَهَا قَالِسُونَا
اَتِنَا هُمْ بِمَقَامِیْنَ عَتِیْدِ
یَذَلُّ لَہِ الْعُقَایِیْسُ حَمْنِ یَفْتِی
وَلَمْ یَقْسِ الْأُمُورَ عَلٰی هَوَاہِ
نَاوُضُہُ لِلْخِلَآئِقِ مُشْکَلَاتِ
رَوٰی الْکُتُبُ عَنْ نُبْلِ ثَعَالِی
وَأَنَّ أَبَا حَنِیْفَہِ کَانَ بَحْرًا

وَقَدْ جَدَّدَ الْعَمَلُ بَعْدَ اِنْدِرَاسِہِ وَمَحُوْ اَثَارِہِ فِیْ ظِلِّ جَلَالَةِ مَلِیْکِ
الْبِلَادِ الْعِرَاقِیَةِ الْمَلِکِ الْعَرَبِیِّ الْهَاشِمِیِّ الْمَعْظَمِ صَاحِبِ الْجَلَالَةِ سَیِّدِنَا فِیْصَلُ
بِہِ الْحُسَیْنِ اَدَامَہُ اللّٰهُ بِالْعَزِّ وَالسَّعَادَةِ اٰتِیَامُہُ وَخَلَّدَ الْمَلِکِ فِیْہِ وَفِیْ عِلْبِہِ اِلٰی
یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَکَانَ ذٰلِکَ فِیْ سَنَةِ سَبْعِ وَاَرْبَعِیْنَ وَثَلَاثِ مِائَةٍ وَاَلْفٍ مِنْ هِجْرَةِ
مَنْ لَہِ الْعِزُّ وَالشَّرَفُ مِنْ هِجْرَةِ النَّبِیِّ الْعَرَبِیِّ الْهَاشِمِیِّ الْکَرِیْمِ ﷺ

یہ مبارک مرقہ ایک کمرے کے اندر ہے جس کی لمبائی چوڑائی بیس فٹ
ہے، یہ کمرہ ایک عظیم جامع مسجد کی جانب جنوب میں واقع ہے، یہاں کا خطیب شیخ
عبدالقادر ہے جو ایک متحر عالم ہے۔ بہت حسین و جمیل ہے اور خوبصورت داڑھی سے

مزین ہے۔ یہاں بغداد میں اب تک میں نے صرف تین علماء کرام ایسے دیکھے جنکی مسنون واڑھیاں ہیں۔ اکثر ریش تراشیدہ ہیں۔ شیخ عبدالکریم الکردوی اور شیخ عبدالعزیز البدری جو اخوان المسلمین کے بڑے لیڈر ہیں۔ اور اس کی ”کتاب الاسلام بین العلماء والا حکام“ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ دیگر بڑے بڑے علماء، خطباء، ائمہ ساجد مخلوق الملحیہ ہیں۔ محترم مولانا میاں عبداللہ کا کاخیل صاحب نے مجھے اپنے ایک دوست کیلئے سوئی حلوہ کے ڈبے دیئے تھے، جس کا نام عبدالرحمن السامرائی ہے۔ میں جب اس کے دولقدہ پر حاضر ہوا تو وہ خود اپنی داڑھی کے طلق میں مصروف تھا۔ اس محلہ کو اعظمیہ کہتے ہیں اور یہاں احناف کی کثیر تعداد موجود ہے۔ اعظمیہ دریائے دجلہ کے ساحل پر آباد ہے دجلہ دریائے ننداسے چوڑائی میں کم ہے، دجلہ کے کنارے تفریح گاہیں، ہوٹل، باغات موجود ہیں سنا ہے کہ بطل اسلام شیدائے کتاب و سنت حضرت امام احمد بن حنبل، قطب دوران شیخ شبلی، اور ابراہیم بن ادھم امام کرخی، حضرت سلمان فارسیؓ کے مزارات بھی یہاں سے کچھ فاصلے پر ہیں، مگر اب تک وہاں جانے کا موقع نہیں ملا، کاظمین میں دودن کے قیام کے بعد یہاں محلہ باب الشیخ میں کرایہ کا ایک مکان مل گیا ہے، ماہوار ایک دینار کرایہ ہے، یہاں کا ایک دینار پاکستان کے بیس روپے بنتے ہیں، صاحب مکان ایک بلند اخلاق انسان ہیں تراویح کے بعد جب میں اپنے مکان میں چلا گیا، جس کمرہ میں میرا قیام ہے، وہاں المادی میں ٹیلیوژن پڑا ہوا ہے، اس نے ٹیلیوژن لگایا اور کہا کہ آپ کو یہاں کے مشائخ کی تقاریر سناتا ہوں، چند سیکنڈ میں یہاں کے ایک مشہور عالم نے رمضان کے فضائل و برکات کا بیان شروع کیا جو سامنے ایسا نظر آتا تھا گویا ہمارے ساتھ مخاطب کر رہا ہے

اس نے دوران تقریر میں شراب کی مذمت بیان کی اور شرعی، سماجی اور اقتصادی خرابیاں جو پیدا ہوتی ہیں دریافت کیں، اس نے مدلل طور پر ایک انگریز ڈاکٹر کے حوالے سے شراب نوشی کے مضرات بیان کئے، ٹیلیوژن کا یہ منظر اگرچہ تہران میں بھی دیکھا تھا مگر یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی اس کے ذریعے قرآن وحدیث کی کچھ اشاعت ہو رہی ہے، کاش! ہمارے پاکستان میں بھی اسے دین کی اشاعت کے لیے استعمال کیا جائے۔

کل یہاں عصر کی نماز کے بعد ایک مصری عالم نے غزوہ بدر فتح مکہ کے حالات کو موثر انداز سے بیان کیا حضرت الشیخ جیلانی کی مسجد میں ہر وقت بہترین قراء قرأت اور جید مشائخ تبلیغ کرتے رہتے ہیں، جس سے طبیعت بہت متاثر ہوتی رہتی ہے، یہاں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، البتہ صبح کے وقت شوافع غلغلی میں نماز پڑھتے ہیں، اور احناف اسفار میں۔ حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی کا حزار صبح اور عشاء کی نماز کے بعد کھلتا ہے، ہزاروں لوگ زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں، مزار کے جال پر اسماء حسنیٰ کے نیچے یہ عبارت درج ہے۔

أنا من رجال لا يخاف جلسهم	رب الزمان ولا يرى ما يرهب
أقلت شمس الأولين و شمسن	أبدأ على أفق العلى لا تغرب
على بابها قف عند ضيق المتألم	تغزى على القدر من ذى المعارج
ألم تر أن الله أسير نعمة	علينا و دلانا قضاء الحوائج
أراخواكہ حضرت غوث الثقلین است	نقد كمر حيدر و نسل حسين است
مادرش حسینی نسب است و پدر	زاولاد حسین یعنی کریم الابوین است

المعبرة الغزالية میں ایک قدیم بوسیدہ قبہ میں قدوة العارفین امام قرالی رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ ہے۔ محلہ انکرخ میں شیخ معروف کرخ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہیں.....

إن هذا قبر معروف فقف ثم سلّم باحترام واحترام
لعدة قد ضمت شمعاً عارفاً وهو معروف لدى كل الأنام فعليه
رحمة من ربنا وسلام ثم يتلوہ وسلام۔ محلہ منصور یہ میں شیخ منصور حلاج کا قبر ہے۔ ریلوے لائن سے گزر کر زبدۃ السالکین شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ ہے۔ اسی کے ساتھ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد شیخ سرسقلی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ اسی مقبرہ میں شیخ داؤد الدیلمی اور نبی یوش بن نون علیہ السلام اور بھلول وانا رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کے قبور بھی موجود ہیں۔ اسی مقبرہ میں پشاور کے ایک بہت بڑے عالم کا قبر بھی قابل دید ہے جس کا نام ملا جہانگیر بن امیر خان درانی پوٹولی ہے۔ بغداد کے علماء کرام نے بتایا کہ موجودہ بغداد کے اکثر علماء اسکے شاگرد ہیں۔ ۱۳۳۳ھ میں وفات ہوئے ہیں۔ یہاں کا ماحول علمی استفادہ کے لحاظ سے بہت اچھا ہے، مصر کے مبلغین یہاں موجود ہیں اور مختلف موضوعات پر بعد از نماز عصر، مغرب تقریر کرتے ہیں۔ یہاں باب الشیخ میں طلبہ علوم دینیہ کی بھی تربیت گاہ موجود ہے شوق ہے کہ کسی وقت ان کے اسباق سن لوں۔ بغداد کے سنی حضرات بہت خوش اخلاق نیک اور دیانت دار ہیں شیعہ لوگ قدرتی طور پر بدخواہ و سنگدل ہیں۔ ایران میں دل بہ وقت تنگ رہتا تھا، وہاں تو اسوائے زاهدان کسی بھی شہر میں خفیوں کی مسجد تک موجود نہیں زاهدان میں ایک بڑی جامع مسجد ہے جس کے خطیب مولانا عبدالعزیز صاحب

ہیں۔ تبلیغی جماعت کے دورہ پر پشاور بھی آتے ہیں اور ہمارے دارالعلوم حقانیہ سے آگاہ ہیں، بڑے عالم اور مبلغ ہیں، ایران کے ساحلی علاقہ پر بلوچ آباد ہیں اور تمام خفی ہیں۔ جسرطرح پاکستان میں بلوچستان ایک وسیع علاقہ ہے، اسی طرح ایران میں بھی بلوچستان کا ایک بہت بڑا صوبہ ہے، ایران میں کھانے کی چیزیں بہت سہلگی ہیں، یہاں عراق میں بہت سستی ہیں وہاں صرف ظاہری صفائی، مکانات کی چمک دک ہے۔ جہاں بھی جائیں ”یاعلیٰ“ کی آوازیں سنیں گے، بس میں سفر کریں گے تو ”یاعلیٰ“ کے نعرے، ریڈیو سے ”یاعلیٰ“ بعض ہوٹلوں میں میں نے خود دیکھا ہے کہ علی کو اوپر لکھا گیا ہے اور اللہ کو نیچے۔ ہم جس بس تہران سے آئے ہمیں ڈرائیور ہر وقت پیریکارڈ لگاتا تھا جس میں یہ شعر بھی تھا.....

علیٰ اول علی آخر هو الباطن هو الظاهر

امامت راعلیٰ والی نبوت راعلیٰ والی

شیعہ باجماعت نماز نہیں پڑھتے انکے نزدیک امامت حضرت زین العابدین کے بعد ختم ہوگئی ہے اگر کسی شیعہ کو باجماعت نماز پڑھنے کا شوق ہوتا ہے تو وہ کسی بچے کو کرسی پر بٹھا کر اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے کیونکہ وہ بچہ معصوم ہے اور معصوم کے پیچھے ان کی اقتداء صحیح ہے، ایران کی آبادی دو کروڑ پچاس لاکھ ہے جس میں صرف ۳۰ لاکھ سنی ہیں اور بیس لاکھ میں سے کچھ پادری، یہودی، آریں، بہائی، سکھ، کبروترسا وغیرہ موجود ہیں باقی دو کروڑ شیعہ ہیں۔ یہاں تصویر پرستی، بت پرستی کا منظر ہر جگہ نمایاں ہے۔ ہر چوک میں کسی نہ کسی بادشاہ یا وزیر کے مجسمے موجود ہیں۔ حضرت آدم اور حوا کے فوٹو ہر جگہ لٹکتے ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں

تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں نے پھر برائے تو اس حالت کے فوٹو بھی ایران کے ہوٹلوں میں آدیزاں ہیں۔ ایک فوٹو ایسا بھی دیکھا کہ حضور ﷺ بیٹھے ہیں، ان کے ایک طرف فاطمہؓ اور دوسری طرف حضرت حسنؓ، حسینؓ بیٹھے ہیں اور پیچھے حضرت جبرائیلؑ کھڑے ہیں یہاں دین کی بڑی بے ادبی ہو رہی ہے، کتب فروش جو فٹ پاتھ پر ہوتے ہیں، قرآن مجید کے نسخے زمین پر رکھتے ہیں یہاں معتبر ذرائع سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ایک دفعہ یہاں ایک شیعہ کی آخری حالت تھی اور اس کے احباب و اقارب اس کی چار پائی کے ارد گرد بیٹھے تھے ہر ایک اس قریب الموت کو کہتا آغا علی، گبو، آغا علی، گبو، تاجان، باسانی برآید۔ ان کی اذان بھی انوکھی قسم کی ہے اذان دیتے وقت ایک ہاتھ کان پر اور ایک ہاتھ میں سگریٹ ہے، ایک کلمہ پڑھ لیتے ہیں تو سگریٹ کا کش لگاتے ہیں اور اگر کوئی دوست آجائے تو موزن کو دوران اذان میں کہتا ہے آغا حال شما خوب است، موزن جواب دیتا ہے خیلے ممنون میری۔ میری غالباً فرانسیسی لفظ ہے جو ایران میں بہت رائج ہے۔ مشہد میں مشہور مزار حضرت امام رضا رحمۃ اللہ علیہ پر اگر کوئی آئے تو وہاں کئی مزار کھڑے ہوتے ہیں اور ہر ایک زائر کو کہتے ہیں کہ میں آپ کو سلام پڑھاؤں گا، خاص کلمات ہیں جو انہوں نے یاد کئے ہوئے ہیں ہم کو بھی کہا مگر ہم نے انکار کیا، وہ کہنے لگا کہ تمہارا اسلام درست نہیں صرف چند لگوں کی خاطر بہت غصہ ہوا۔

ایک سنی مشہد کے مزار میں گیا تو ایک شیعہ سلام خواں نے اس سے نام دریافت کیا، اس نے کہا میرا نام محمد اشرف ہے، وہ دلال بہت غصہ ہوا اور کہا کہ جو نام میں بتاؤں، وہ رکھنا کہا غلام علی نام رکھ دو، محمد اشرف نے کہا نہیں، پھر کہا غلام حسین

غلام حسن، غلام رضا، محمد اشرف نے کہا کہ محمد اشرف نام پر مجھے فخر ہے۔ عام لوگ ایران کی بہت تعریفیں کرتے ہیں وہ بے چارے یہاں کی ظاہری دلفریبیوں کے شکار ہو جاتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ یہاں پاکستانیوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے، مگر جب کوئی پاکستانی وضو کرے یا نماز پڑھے تو پھر ہنستے ہیں، میر جادہ جو ایران کی سرحد ہے وہاں روزہ داروں کا جبراً روزہ توڑ دیا جاتا ہے، مجھے بھی وہاں کے ڈاکٹر نے کہا کہ یہ گولیاں کھاؤ، میں نے کہا روزہ ہے، کہنے لگا آپ کو یہ دوائی کھانی ہوگی، ورنہ شام تک یہاں بیٹھے رہو گے، میں نے کہا بہت اچھا۔ زبدان آکر معلوم ہوا کہ بہت سے حاجیوں سے روزے وہاں توڑوائے گئے ہیں۔ مشہد کے ایک ہوٹل میں ایک شیعہ نے ہم سے پوچھا کہ شما مسلمان ہستید یا شیعہ۔ میں نے جواب دیا شما مسلمان نیستید؟ وہ خاموش ہو گیا پھر اس آدمی نے کچھ دیر بعد پوچھا کہ شما لعنت بر عمرے فرستید (والعیاذ باللہ) ہم نے کہا کہ اگر عمرہ (حاکم بہن) مستحق لعنت ہووے حضرت علی کرم اللہ وجہہ دختر خود ائمہ کثومؑ اور عقد نکاح اور انداوے۔ یعنی اگر حضرت عمرہ لعنت کے مستحق ہوتے تو حضرت علیؑ اپنی بیٹی ائمہ کثومؑ کو انکے عقد نکاح میں کیوں دیتے؟

مشہد، شیراز، کرمان، املواز، آبادان، تہرہ، جہران، قم، ہمدان، کرمان شاہ، اصفہان جسکو نصف جہاں کہتے ہیں، دیکھنے کے قابل شہر ہیں۔ ہم نے تو سرسری نگاہ سے بعض شہر دیکھے، پورے طور پر دیکھنے کا موقع نہیں ملا، سب سے زیادہ خوبصورت شہر تہران ہے، صاف ستھری سڑکیں، کشادہ راستے، ہوٹلوں میں مکمل صفائی، آرام دہ بسیں، سستے کرایہ پر چلنے والی بہترین کاریں قابل تعریف ہیں۔ یہاں

کا یہ امر بھی قابل تہلیل ہے کہ ایرانوں کے حقوق بہت محفوظ ہیں، حالانکہ یہاں شہنشاہیت ہے مگر ایک چیز اسی کو بھی اپنے حقوق کے مطالبہ کا حق حاصل ہے، پولیس کا بڑے سے بڑا ایفسر کسی ٹیکسی والے کو جبراً اپنی بیکار میں نہیں رکھ سکتا، ٹریفک کا انتظام بہت شاندار ہے، یہاں ”بدست راست برو“ کا معاملہ ہے، دائیں طرف سے ٹریفک ہے، اور عراق میں بھی دائیں طرف کی ٹریفک ہے۔ جمعہ کی نماز کے لئے جامع الامام الاعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے آج اتفاقاً یہاں کے مدرسہ القادریہ کو دیکھنے کے لیے گیا، عربی طلباء سے بات چیت ہوئی ان سے معلوم ہوا کہ یہاں دو پاکستانی طلبہ ہیں وہاں جا کر ان سے ملاقات کی اس کمرے میں ایک پاکستانی طالب علم نے مجھ سے اردو میں پوچھا کہ آپ پشاور کے نہیں ہیں؟ میں نے کہا ہاں میں پشاور کا ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ آپ اکوڑہ خٹک کے نہیں، میں نے کہا ہاں میں اکوڑہ خٹک کا ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ آپ دارالعلوم حقانیہ میں مدرس نہیں، میں نے کہا ہاں میں دارالعلوم حقانیہ میں مدرس ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ آپ کا نام مولانا شیر علی شاہ نہیں، میں نے کہا ہاں۔ میں اس طالب علم کے پرحد درجہ حیران ہوا اور میں نے خیال کیا کہ یہ طالب علم تو صاحب کشف و کرامات ہے۔ پھر میں نے کہا، خدا کے بندے آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں اکوڑہ خٹک اور دارالعلوم کا مدرس ہوں اور میرا نام شیر علی شاہ ہے وہ کچھ وقت خاموش رہا پھر اس نے کہا میں آپ کا شاگرد ہوں۔ آپ سے میں نے ہدایہ انھو اور کافیہ کی کتابیں پڑھی ہیں اور آپ کے مسجد اعظم گڑھ میں مقیم تھا۔ اب یہاں جامعہ بغداد میں میرا داخلہ ہوا ہے۔

بحمد اللہ مسنون وارثی سے اس کا چہرہ مزین ہے، یہ فاضل محمد لقمان ہزارہ

کا باشندہ ہے، اور وہاں اس کا نام کچھ اور تھا، بعد میں تبدیل کیا ہے، اب یہاں عراق یونیورسٹی میں اس کو داخلے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ پاکستانی طلبہ نے کہا کہ آؤ ہم آپ کو اپنے ایک بزرگ سے ملاقات کرائیں، چنانچہ ان کے ساتھ ایک کمرہ میں داخل ہوئے، دیکھا ایک معمر عالم ایک طالب علم کو سیرۃ کی کتاب پڑھا رہا ہے، اس نے درس بند کیا۔ ہم نے کہا نہیں اپنا سبق پورا فرمائیں۔ وہ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا واقعہ بیان کر رہے تھے۔ اور ایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے اونٹنی کے اٹھنے بیٹھنے کا اور مدینہ منورہ کی بچیوں اور بچوں کے استقبال کے اشعار تفصیل سے بیان کئے۔ درس سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے بتایا کہ یہ ہمارا استاد ہے آپ سے ملنے کے لیے آیا ہے۔ کہا میں خود علماء کی زیارت کا مشتاق ہوں اور پھر فرمایا کہ زیارت اموات سے غرض موت کو یاد کرنا ہے اور زیارت صلحاء اور علماء سے اپنے آپ کو روحانیت میں رنگنا ہے۔ میں نے ان سے کہا مدت سے بغداد دیکھنے کی تمنا تھی، وہ خداوند قدوس نے پوری فرمائی۔ فرمایا، ہاں انسان کی مختلف اوقات میں مختلف تنہائیاں ہوتی ہیں اور تبدیل اطوار سے متمنیات بدلتے رہتے ہیں۔ پہلے کسی عالم کی زیارت کی تمنا ہوتی ہے، پھر آہستہ آہستہ کسی عالم ربانی کی دید کی ہوتی ہے۔ محمد لقمان نے پوچھا کہ قبروں سے مرادیں مانگنا، دلی کو حاضر و ناظر سمجھنا کیسا ہے، اس نے فرمایا غلط ہے، کفر ہے۔ لاخالق الا اللہ (کوئی پیدا کرنے والا سوائے خدا کے نہیں)

اور فرمایا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو افضل خلق اللہ ہیں، قاضی الحاجات اور حاضر و ناظر نہیں مانتے، اوروں کو کیسے مانیں اور پھر فرمایا بعض لوگ تصوف کے منکر ہیں۔ مگر ہم تو وسط طریق پر ہیں، ہم بزرگوں کی کرامات مانتے ہیں اور اس پر قرآن

واحادیث سے اشہادات و دلائل بیان کئے۔ پھر طریقت کے فوائد بیان کئے۔ میں نے کہا دارالعلوم دیوبند کے ایک بڑے عالم ربانی اور قلوب دوران مولانا رشید احمد گنگوہی سے کسی نے پوچھا: ما الفرق بین الشریعة والطریقة، تو انہوں نے جواب دیا: بینہما نسبة المخدمیة والخادمیة، یہ سن کر بہت خوش ہوئے، پھر مجھ سے پوچھا کہ مشغلہ کیا ہے میں نے کہا کہ علم دین کا ایک خادم اور دارالعلوم حقانیہ میں ایک معمولی مدرس ہوں، پھر دارالعلوم حقانیہ کے احوال و کوائف طلبہ کی تعداد، طرز تعلیم، مسلک، تاریخ تاسیس اور سالانہ مصارف کا حال پوچھا اور کہا کہ آمدنی کہاں سے ہے، میں نے کہا پاکستان کے مسلمان حسب استطاعت اعانت کرتے ہیں۔ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ عوام کی خوش قسمتی ہے کہ ان کی کمائی صحیح مصرف میں خرچ ہو رہی ہے۔ میں نے پھر ان سے کہا دارالعلوم حقانیہ کے بانی اور مدبر خود ایک عالم ربانی ہیں اور علماء ربانین سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ آپ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی مولانا عبدالحق صاحب دارالکین و اساتذہ طلبہ و معاونین کے لیے دعائیں فرمائیں۔

چنانچہ اسی وقت درود اور فاتحہ پڑھ کر جامع مانع دعا فرمائی اور مولانا عبدالحق صاحب کا اسم گرامی لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کی حیات طیبہ کو اشاعت دین میں صرف فرمادے اور دینی عزائم میں کامیاب بنے۔ فرمانے لگے کہ اس دور میں علماء حقانی کا وجود مضمرات میں سے ہے، یہ عمر برگزیدہ عالم شیخ عبدالکریم آب یارہ الکروری مدرسہ قادریہ کے مفتی، شیخ الحدیث صدر مدرس ہیں۔ پھر میں نے ان سے امام احمد بن حنبل کے روضہ کے بارہ میں پوچھا کہ کہاں پر ہے، تو شیخ عبدالکریم الکروری مدظلہ نے المناک لہجہ میں جواب دیا کہ ۱۳۵ھ میں، میں اپنے استاد کے ہمراہ ان کی زیارت کرنے کے لیے گیا تو

ان کا روضہ دریائے وجلہ کے کنارہ پر بہت بوسیدہ اور شکستہ حالت میں تھا۔ انہوں نے وہاں کے لوگوں سے کہا یا تو اس کے نیچے مضبوط دیوار اٹھائیں یا اسے کسی دوسری محفوظ جگہ منتقل کر دیں، مگر کسی نے اس طرف توجہ نہ کی اور افسوس و حسرت ہے کہ وجلہ میں سیلاب آنے کی وجہ سے ان کا روضہ دریا میں بہہ گیا اور پھر فرمایا کہ یہ وہ شیخ تھے، جن کے بارے میں امام شافعی جب یہاں سے جا رہے تھے تو فرمایا تھا: ما تدرکت فی بغداد افقہ من أحمد بن حنبل۔ مزید انہوں نے بتایا کہ حذیفہ بن یحییٰ صاحب اسرار رسول ﷺ کا روضہ بھی ان کے قریب تھا مگر جب حکومت کو امام احمد بن حنبل کے روضہ کے بہہ جانے کا علم ہوا تو حضرت حذیفہ کا مزار وہاں سے اٹھا کر سلمان فارسی کے روضہ کے قریب ان کو لایا گیا، جو یہاں سے تقریباً ایک گھنٹہ کے سفر پر دور ہے۔ شیخ عبدالکریم آیاری کردی سے بندہ نے اجازت فی العلوم الدینیہ حیر کا کامطالبہ کیا تو انہوں نے پوری بشاشت اور فراخ دلی سے اجازت سے نوازا، جس کا متن یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله حمداً يوافي لعملي كافى مزيد فضله والصلوة والسلام
على سيد الأنبياء والمرسلين سيدنا محمد الداعي إلى التمسك بالمبلغ للحق بالحق
إلى أهله وعلى آله وصحبه حملة الدين وهذه الناس إليه في العسر واليسر
والمنشط والمكورة وصعب الوضع وسهله وأتباعهم بإحسان إلى يوم
الدين، وبعد فقد استجازني أخى فى الدين العالم الفاضل السيد شير على شاه
بن السيد قدمت شاه البيشاورى تبركاً باللاتصال بسلسلة إجازتى من المشائخ
الكرام والعلماء الأعلام رحمهم الله تعالى وأعلى مقامهم فى الآخرة جزاء
لخدماتهم فى الأولى، فأجزته بتدريس كل ماوقفه الله لنشره وإفادته من

علوم أصول الفقه والدين والبلاغة والمنطق والنحو والبصوف وسائر العلوم المتداولة بين العلماء المسلمين كما أجازني بذلك استاذي وسيدى وسندى نخبة المحققين السيد الشيخ عمر الشهير بابن القرة داغى طاب الله مثواه وجعل الفردوس مأواه راجياً من الله القبول ووصوله آلى بغير مأول

و عليك أيها الأخ العزيز بالتقوى فإن تقوى الله ملاك السعادة و أساس الطاعة والعبادة وبالزهد فى الدنيا فإن الدنيا رأس كل خطيئة و بالإخلاص فى الإفاضة فإنه لأعبادة أشرف من الإخلاص كما أنه لأشرف أعلى عن الإسلام و عليك بالجهد فى التدريس وإفهام الطالبين والى اللطف معهم والنصح لهم فإن الدين هو النصيحة و عليك بالمطالعة قبل الإلقاء وبالإستحضار قبل اللقائين الإرتجال قليلاً ما يأتى بغير مقال و عليك بالصبر فإن الصبر أساس انظفر كما أنه شطر من الدين حسب الأثر و عليك بالمداورة فإن سيدنا بعث بمداورة الناس ولنا به أسوة حسنة و عليك بتفويض الأمور إلى الله فإن الله بصير بالعباد و عليك بالأمر بالمعروف والنهى عن المنكر فإنها من أركان عبادة هذه الأمة خير البشر هذا ما ألقيت عليك ووصيته به إليك والله حسبي وحسبكم وحسب سائر المسلمين و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

المجيز المخلص الخادم لأقدام العلماء العاملين

عبدالكريم محمد الكردى المدرس بمدرسة

عائلة عاتون الكيلانية فى حضرة الشيخ القطب الرئيسى الفوت الصمدانى

حضرة الشيخ عبدالقادر الجيلانى قدس سره ونفعنا ببركاته

یہاں بغداد میں مولف قدوری صاحب روح المعانی، شیخ شبلی، شیخ جنید بغدادی، محرف کرخی، امام زین العابدین کے چار صاحبزادوں کے مزارات ہیں، ابراہیم بن ادھم کا روضہ بھی یہاں ہے، یہاں سے کربلا، نجف، کوبس میں ایک روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ کوفہ بھی قریب ہے۔ بصرہ تک موٹر میں چھ گھنٹے کا راستہ ہے۔ علماء کرام اور مشائخ بغداد سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی۔ شیخ کردی مدظلہ، ایک بہت بڑے بزرگ اور علوم ظاہریہ، باطنیہ کے عالم ہیں، منطوق و فلسفہ میں خاص مہارت رکھتے ہیں، رخصت ہوتے وقت انہوں نے فرمایا کہ آپ سے کسی وقت تفصیلی باتیں کروں گا۔ میں نے کہا یہ تو میری سعادت ہوگی اور اس راستہ سے سفر کرنے کا ثمرہ ہوگا۔

اب عشاء کی اذان ہو رہی ہے۔ ستائیسواں روزہ ہے، یہاں روزہ منگل کا تھا۔ سندھی لوگوں کے قافلے ہجوم در ہجوم آرہے ہیں، ہر سندھی کے ساتھ دو عورتیں اور پانچ پانچ، چھ چھ بچے ہوتے ہیں یہاں آکر بھیک مانگتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ لوگ کلکتہ وغیرہ سے آکر یہاں بھیک مانگتے ہیں جو پاکستان کے لیے بدنامی کا باعث ہے۔ ان کی وجہ سے دیگر زائرین کو سخت پریشانیاں درپیش ہیں۔ سفارت خانے چلے جائیں تو سندھیوں کی لائیں لگی ہوتی ہیں۔

شرعی شاہ مغلانی
(ماہنامہ سابق فروری ۱۹۶۷ء)

چند دن مسجد اقصیٰ کی فضاؤں میں

رفیق کرم مولانا شیر علی شاہ صاحب استاد و اراعلوم مقامیہ نے بلاد اسلامیہ کی سیاحت اور زیارت حرمین سے واپسی پر قارئین الحق کی نشاط طبع کی خاطر اپنے مشاہدات قلمبند فرمانے کا فیصلہ کیا ہے، مقوط بیت المقدس کے جاکسل سانحہ قاعدہ کی بناء پر آج کی فرست میں حضرت فاروق اعظم و صلاح الدین ایوبی کی امانت قبلہ اول بیت المقدس کے حعلق جنگ سے چند دن قبل کے مشاہدات و تاثرات کا حصہ پیش کر رہے ہیں، مضمون میں جبکہ جبکہ عرب بھائیوں کے دینی انحطاط، مادیت پرستی و دنیا طلبی اور ان کے یورپی تہذیب میں سر تا پا دبے جانے کی جھلکیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ ان ہی خرمستیوں کی وجہ سے بالآخر ملت اسلامیہ کے ماتھے پر کلنگ کا نیک لگنا تھا اور لگ چکا: **فَتَنَّا اللَّهَ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ: اِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔** (الرعد: ۱۱) (یعنی) جانو کہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی نہ لائیں۔

کاش الصیحت پکڑنے والے قوموں کے مرد و زوال اور قانون مکافات عمل کے اس واضح سبب سے نصیحت پکڑیں۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب کے لکھے ہوئے مسلمانوں کے ماثر شعائر کے حالات پڑھنے سے دُخم ہرے ہو جائیں گے مگر جب تک ملت مسلمہ خود بدل کر اپنی تقدیر نہیں بدلتی۔ اجڑے ہوئے خزان رسیدہ نگشوں کی داستان سرائی اور اپنے حرم انبیوں کے ماتم پر استکفا کرنا ہی ہوگا اور اگے کا معاملہ خود ہمارے اعدا و دشمن انقلاب پر منحصر ہوگا۔

خزان	رسیدہ	گلستان	بائیں	جمال	قماند
سار	بلبل	شوریدہ	رفت	حال	قماند
نشان	لالہ	ایں	بارغ	اذکر	پری
برد	کہ	آخچہ	تودیدی	بجز	خیال

قارئین حراق و ایران اور اردو کے متعلق مشاہدات کی بقید اقساط اگلی فرستوں میں
لاحظہ فرماتے رہیں گے۔ (الحق)

وحدثنی یاسعد عنہا فزدتنی جنونا فزدتنی من حدیثک یاسعد

ہماری بس جب عزیر یہ گاؤں کے پاس پہنچی تو میرے ساتھ سیٹ پر بیٹھے ہوئے عرب ساتھی نے کہا: وہ سامنے عزیر علیہ السلام کی قبر ہے، اس گاؤں کو قریہ عزیر یہ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے، یہاں سے اب بیت المقدس دو کلو میٹر رہ گیا ہے۔ اور بتایا کہ وہ سامنے جانب جنوب پہاڑی کے دامن میں جو سڑک نظر آرہی ہے یہ بیت اللحم اور قریہ خلیل کو جانے والا راستہ ہے، بیت اللحم میں کنیت المہدی ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، اور قریہ خلیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کی ازواج مطہرات و دیگر بے شمار پیغمبروں کی قبریں ہیں، اور وہ سامنے بورڈ جو شریک کے موڑ پر نظر آرہا ہے، اس پر المکبیرہ (تکبیر کہنے کی جگہ) لکھا ہوا ہے۔ شاہد میں جب خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ، حضرت ابو عبیدہؓ کی درخواست پر مدینہ منورہ سے بیت المقدس روانہ ہوئے۔ جب وہ یہاں پہنچے اور مسجد اقصیٰ، مسجد صخرہ کی مقدس عمارتوں پر ان کی نگاہیں پڑیں تو انہوں نے فرط محبت اور غور شوق کے عالم میں بے اختیار اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، مجاہدین نے اپنے امیر کے نعرہ پر نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے ان کے فلک شکاف نعروں کی گونج سے یروشلم میں رہنے والے مسیحیوں اور یہودیوں کے دل لرز اٹھے۔ اس موڑ پر واقع بہتی کا نام مکبیر یہ ہے مگر یہ سے اوپر کا وہ پہاڑ جس پر سرو کے درخت نظر آرہے ہیں، یہودیوں کے قبضہ میں ہے، ہماری بس جب پہاڑوں

کے پیچ در پیچ سلسلوں سے نکلی تو سامنے بیت المقدس کا پر شکوہ اور بارعب شہر نظر آیا۔ مسجد اقصیٰ کے سفید جاذب نظر گنبد نے دلوں کو اپنی طرف کھینچا، مسجد معمرہ کی حسین و جمیل عمارت پر سنہری گنبد ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ایک بہت بڑا خلیفہ سورج کی شعاعوں کے اثرات سے جھلجھل کر رہا ہے۔ حرم قدس کی قلعہ نما سنگین اور مضبوط چار دیواری، فلک یوس مینارے دور سے دیکھنے والے کے دیدہ و دل میں اپنی قدامت کا نقشہ اُبھار رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان مقامات پر کتنی بے پناہ رحمتی اور لاحدود جاذبیت و ولایت کر رکھی ہے۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد مبارک کا شہر ہے۔ اس کی پہلی آبادی حکمت کے ہاتھوں سے کرائی گئی تھی، بیت المقدس کے چاروں طرف پہاڑوں اور وادیوں میں زیتون، انجیر، انگور، سرو سے قدرتی پیدا شدہ زمردی رنگ نے یہاں کے نشیب و فراز کو بہت ہی دلکش بنا دیا ہے، یہ تو اس شہر کی ظاہری دلکشی کا سامان ہے۔ اس جگہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جو معنوی اور روحانی دل آویزی پیدا کی ہے اس کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لیجئے: ”سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لِمَلَكٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْإِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ“ (نہی اسرائیل: ۱) پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) کو معراج کی رات مکہ مکرمہ کی مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچایا جس کے ماحول کو ہم نے مبارک بنا دیا ہے تاکہ ہم اپنے پیارے بندے کو اپنی قدرت کاملہ کی نشانیاں دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اب ہماری بس جبل زیتون کے دامن میں جا رہی ہے۔ زیتون کی یہ پہاڑی

مسجد اقصیٰ کے بالمقابل جانب شرق کو ہے۔ اس پہاڑی کی چوٹی پر وہ مبارک جگہ ہے، جہاں عیسیٰ علیہ السلام رات کو عبادت کے لیے جایا کرتے تھے۔ دن کو تو مسجد اقصیٰ مسجد معمرہ میں تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہتے۔ اور اسی جگہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانوں پر اٹھایا۔ آیت کریمہ وَالْقِيَمِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِينِينَ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ۔ (نہی: ۱۶۱) کی تفسیر میں بعض مفسرین یہ توجیہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چار مبارک پہاڑوں کی قسم کھائی ہے۔ تین دمشق کی ایک پہاڑی ہے، جہاں داؤد علیہ السلام پر تورات اتار دی گئی، اور زیتون تو یہ سامنے والی پہاڑی ہے، یہاں عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتاری گئی۔ طور سینین صحرائے سینا کی ایک پہاڑی کا نام ہے، جہاں موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تورات دی، بلد امین مکہ مکرمہ کو کہتے ہیں جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر قرآن مجید کا کچھ حصہ یہاں اتارا گیا۔

سامنے وادی میں حضرت مریم علیہ السلام کا روضہ ہے، موقف الباصات الباصات (یسوں کا اڈہ) یہاں سے چار فرلانگ دور ہے۔ بس سے اتر کر باب الحمودی کے راستے سے زاویہ افغانیہ کی طرف روانہ ہوا۔ کافی پوچھ گچھ کے بعد زاویہ تک پہنچا، یہاں مسافر خالوں کو زاویہ کہتے ہیں، یہاں کئی زاویے ہیں۔ زاویۃ الانارائہ زاویۃ المغاریۃ، زاویۃ الفرس، زاویۃ الہنود وغیرہ اب تک موجود ہیں، شیخ عبداللہ افغانی متولی زاویہ افغانیہ سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ یہاں کے تمام کمرے افغانیوں سے بھرے ہوئے ہیں، جو خشکی کے راستے افغانستان سے حج کے ارادہ سے آئے ہیں، اور یہاں مقامات مقدسہ کی زیارت کی خاطر چند دن قیام پذیر رہیں گے، چونکہ یہ زاویہ مسجد اقصیٰ کے بہت قریب ہے اس لیے مجھے شیخ عبداللہ تقدوس

قد ہاری نے مشورہ دیا تھا کہ وہاں جگہ کی تلاش مفید ہوگی مگر مجھے زاویہ افغانیہ میں جگہ مل سکی، مجبوراً زاویہ ہندیہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں ہندوستان سے آئے ہوئے متعدد زائرین جازلے ان کی ملاقات سے خوشی ہوئی، ان میں اکثریت آسام سے آئے والے حاجیوں کی ہے اکثر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز سے بیعت ہیں، ان کے ایک بہت بڑے عالم مولانا ابوالقاسم صاحب دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ ہمارے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے شاگرد ہیں، دارالعلوم دیوبند میں طحاوی شریف اور دیگر کتابیں ان سے پڑھی ہیں، اپنے ایک ہم مسلک ساتھی سے ملنے سے جو خوشی حاصل ہوئی انداز بیان سے باہر ہے، یہ زاویہ مریم نای عورت کے تصرف میں ہے۔ پہلے یہاں ہندوستان کے مسافر مفت رہائش کیا کرتے تھے۔ اب مسافروں سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے، اس میں دو قسم کے کمرے ہیں اگر اپنے بستر کو فرش زمین پر ڈال کر رہنا چاہیں تو ایک شلن (پانچ گرش) چارج ہوگا اور اگر زاویہ کی چارپائی اور بستر استعمال کریں تو تین شلن (پندرہ گرش) دینا ہوگا یہاں کا شلن پاکستانی روپیہ سے معمولی زیادہ ہے۔ پاکستانی سو روپیہ کے نوٹ پر اسی ۸۰ یا ۸۲ شلن ملتے ہیں۔ یہاں نوٹ دینا کے استعمال ہوتے ہیں، ایک دینار میں ۲۰ شلن ہوتے ہیں، نصف دینار میں دس اور ربع دینار میں پانچ، ربع دینار سے کم کا نوٹ نہیں، یہاں کے نوٹوں پر یہاں کے بادشاہ ملک حسین کے فوٹو ہیں۔ وضو کر کے اپنے ساتھیوں کی معیت میں مسجد اقصیٰ کی طرف بے تابانہ روانہ ہوئے، یہ ساتھی مجھ سے ایک دن پہلے پہنچے تھے، راستوں سے واقف تھے۔

مسجد اقصیٰ :

حجۃ پوش اور مستقف راستوں سے ہوتے ہوئے باب المثلثہ الحمراء اور باب الرسل کے راستہ سے حرم تک پہنچے، مسجد اقصیٰ پہنچ کر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی پروردگار عالم کا شکر یہ ادا کیا کہ اس نے اس بے بال و پر کو بے سرو سامانی کے عالم میں اس مبارک مقام تک رسائی کی سعادت بخشی۔ مسجد اقصیٰ اور مسجد صخرہ دونوں کا محن اور میدان تقریباً پانچ فرلانگ لمبا اور تین فرلانگ چوڑا ہوگا اور مسجد اقصیٰ کا ہال ۱۲۰ قدم لمبا اور سو قدم چوڑا ہوگا، اس کے اندر سنگ مرمر کے بے شمار طویل و عریض ستون ہیں اور ہر ایک ستون ایک ہی پتھر سے بنایا گیا ہے، محراب میں مختلف رنگوں کے رنگین سنگ مرمر کے باریک ستون نصب ہیں۔ اس محراب کے بائیں کونے میں سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (نہی اسرائیل: ۱)

محراب کی دائیں طرف زیتون کی لکڑی سے بنایا ہوا ایک طویل منبر ہے جس پر قدیم طرز کی نقاشی اور گلکاری کی گئی ہے۔ اس پر لکھی ہوئی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منبر مجاہد اعظم قطب العصر نور الدین زنگی رحمۃ اللہ کے صاحبزادے نے حلب (دابق شام) سے لگایا ہے، اس منبر پر یہ عبارت کندہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَمْرٌ بِعَمَلِهِ الْعَبْدُ الْفَقِیْرُ اِلٰی رَحْمَةِ اللّٰهِ الشَّاكِرُ لِعَمَلِهِ الْمَجَاهِدُ فِيْ سَبِيلِهِ

المربط لأعداء دينه الملك عادل نور الدين مركز الإسلام والمسلمين
منصف المظلومين من الظالمين أبو القاسم محمود بن زنگی۔ یہ منبر بندہ
ناچیز کی خواہش پر بنایا گیا جو خدا کی رحمت کا محتاج اور اس کی نعمتوں کا سپاس گزار
ہے، جو اللہ کی راہ میں مجاہد اور دین خداوندی کے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے پابرجا رہا
ہے بادشاہ عادل نور الدین ہے جو مرکز اسلام والمسلمین (مظلوموں کا حامی) ابو القاسم
محمود بن زنگی)

منبر کے دوسری جانب صلی اللہ علیہ وسلم بن معالی، عمل حمید بن ظافر الکلبی، ورج
ہے، محمود بن زنگی کا لقب نور الدین زنگی ہے یہ منبر بہت پرانے زمانے کا ہے، مگر اب
تک نیا محسوس ہوتا ہے۔ اس مسجد میں حنفی اور شافعی مسلک کے ائمہ نماز پڑھاتے
ہیں۔ اب عصر کی نماز میں کافی وقت ہے اس لیے مناسب ہے کہ زمین دوز مسجد اقصیٰ
کی زیارت کر لوں (جو ایک تہ خانہ کی صورت میں ہے)۔

اس مسجد میں میز میزوں کے ذریعہ سے اتر اوجاؤ پر کی مسجد اقصیٰ کے برآمدے
سے باہر جانب مشرقی کو ہیں۔ اس کا یہ دروازہ خاص اوقات میں کھلتا ہے، خوش قسمتی
سے میں جب اتر اتر دروازہ کھلا ہوا تھا، اور کچھ زائرین اس تہ خانہ والی مسجد میں گھوم
رہے تھے۔ یہ نیچے والی مسجد اپنی قدامت کے اعتبار سے بہت ہی متبرک ہے۔ یہ
آبادی بچات کے ہاتھوں کی بتائی جاتی ہے، درحقیقت یہ بات قرین قیاس بھی معلوم
ہوتی ہے کیونکہ ان دیواروں میں لگائے ہوئے چار چار گز لمبے چوڑے بھاری پتھر
بچات ہی کے اٹھائے لگتے ہیں اور یہ موٹے موٹے ستون جنکی موٹائی پندرہ فٹ
اور لمبائی پچیس فٹ سے زیادہ ہوگی۔ ان قوی ہیکلوں کا ہی کام ہے، جبکہ اتنے وزنی

پتھروں کے نقل و حمل اور نصب کے لیے موجودہ مشینی دور کے دیو بیکل آلات ناپید
تھے۔ یہ خیال اور بھی قوی ہو جاتا ہے، ستون بھی ایسے فولادی پہاڑوں کے منتخب کئے
گئے ہیں جو ہزاروں سال گزر جانے کے باوجود اب تک جوں کے توں صحیح سلامت
اور محفوظ کھڑے ہیں، اس زمین دوز مسجد اقصیٰ میں ذکر یا علیہ السلام کا وہ محراب قابل
دید ہے، جس کا رخ مسجد محمرہ کی طرف ہے یعنی جانب شمال کو۔ اس وقت قبلہ یہی
تھا، اب تو قبلہ بیت اللہ ہے، جو جانب جنوب کو ہے، یہ محراب مسجد محمرہ کے بالمقابل
ہے، آگے چل کر حجرہ مریم دیکھا جہاں مریم علیہا السلام عبادت میں مصروف رہتی تھیں،
زائرین یہاں دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں۔ كُنْ لَنَا دَعْوًا
عَلَيْهَا زَكِيَّةً لِّمَحْرَابٍ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (آل عمران ۴۷) (جب بھی ذکر یا ان
کے پاس ان کی عبادت گاہ میں جاتے ان کے پاس کوئی رزق پاتے) میں اسی محراب
کی طرف اشارہ ہے۔ اس مبارک زمین میں دو رکعت تحیۃ المسجد کی نیت کر لی تاکہ اس
مقدس خطہ کو سجدہ گاہ بنا کر اسے اپنی جبین نیاز سے بار بار چھوؤں، کبھی اس پر ذکر یا علیہ
السلام، کبھی علیہ السلام، مریم علیہا السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور بیشمار غنیمتوں کی مقدس
ورانی جبینوں نے سجدے کئے ہیں۔ یہاں ان کی ہدایت بھری آوازیں گونجی ہیں، ان
دیواروں نے ان کے مقدس چہرے دیکھے ہیں، عمران کی بیوی (حنہ بنت فاقوہ) نے
اس مسجد کی خدمت کے لیے اپنی بیٹی مریم کو وقف کیا تھا، اس قدیم عمارت کی عظمت
ورفتہ کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ موزن کی اذان اس عظیم عمارت میں گونجی، لاؤڈ
سپیکر کا ایک ہارن اس میں نصب کیا گیا ہے، بہت پیاری اور موثر اذان ہے، عمان
ریڈیو اسٹیشن یہاں کی بیچ وقت اذانوں کو نشر کرتا ہے، اذان ختم ہونے کے متصل ہی بعد

پولیس نے آواز دی کہ دروازہ بند ہو رہا ہے، دیکھا تو میں صرف اکیلا رہ گیا تھا اور دیگر زائرین نکل چکے تھے، فوراً دوڑا، میٹھیوں پر چڑھ کر باہر نکلا، نماز عصر باجماعت ادا کر لی، یہ میری پہلی نماز ہے جس کو مسجد اقصیٰ میں ادا کیا، یہاں یہ بات میرے لیے اتنی تعجب خیز اور نئی نہیں ہے کہ یہاں کا امام بھی ریش تراشیدہ ہے کیونکہ میں نے بغداد اور عمان کی کئی مساجد میں بے ریش کوٹ چٹون پہنے ہوئے ائمہ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، جس چیز نے مجھے وسط حیرت میں ڈال دیا ہے وہ یہاں نمازیوں کی قلیل تعداد ہے، عصر کی نماز میں چالیس پینتالیس تک نمازیوں کا شامل ہونا قابلِ صد حسرت ہے، ان میں بھی اکثریت باہر سے آنے والے مسافروں کی ہے میرا مقروضہ تھا کہ یہاں نمازیوں کی اچھی خاصی جماعت ہوگی، مگر معاملہ برعکس ثابت ہوا۔ بیت المقدس جیسے عظیم شہر میں جہاں لاکھوں مسلمان بستے ہیں، ان میں درجن بھر نفوس کی شرکت یہاں کے مسلمانوں کے دینی انحطاط اور اسلام سے بے رغبتی کا بین ثبوت ہے، حالانکہ تمام روسے زمین پر یہ مسجد تیسرے نمبر پر ہے، بعض روایات میں ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور مسجد نبویؐ میں ایک نماز ایک ہزار نمازوں کا درجہ رکھتی ہے اسی طرح اس مسجد اقصیٰ میں ایک نماز کا اجر و ثواب پانچ سو نمازوں کے برابر ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے :

”لَتَشَدُّ لِرِحَالِ الْاَثَلَاثَةِ مَسَاجِدُ مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْاَقْصَىٰ وَمَسْجِدِي هَذَا“ اَوْ کَمَا قَالَ عَلِيْهِ السَّلَامُ۔ صرف تین مسجدوں کی طرف بہ نیت ثواب حاصل کرنے کے لیے رخت سفر باندھنا چاہیے، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبویؐ، یہ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی مسجد ہے، کہتے

ہیں کہ صخرہ کا یہ قبلہ ان کے زمانے سے مشترک قبلہ ہے، مگر انہوں نے اس کی بنیادوں کو از سر نو تعمیر کیا تھا، اس لیے ان کے ناموں پر یہ قبلہ مشہور ہے، ذکر کیا، بجلی اور بجلی کا قبلہ رہا ہے۔ بنی اسرائیل کے صد ہا انبیاء کرام اور ان کے ہزاروں صحابہ اور متبعین نے اس مسجد میں نمازیں پڑھی ہیں اور ابتداء میں سید الانبیاء تاجدارِ مدینہ ﷺ کا قبلہ رہا ہے، اور اس وجہ سے حضور اکرم ﷺ کو جامع القبلتین اور نبی القبلتین کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ معراج کی رات انہوں نے انبیاء کرام کی متفقہ درخواست پر اس مسجد میں امامت فرمائی تھی، اور یہاں سے سب سے سموات (سات آسمانوں) پر تشریف لے گئے۔ سبحان الذی اسریٰ کی آیت اس مسجد کی فضیلت کی گواہی دے رہی ہے۔ ہمارا کسا حوالہ کا جملہ اس مسجد کے ماحول کی برکت بیان کر رہا ہے کہ ہم نے نہ صرف مسجد اقصیٰ کی محدود چار دیواری کو شرف بنایا بلکہ اس کے گرد و پیش سارے علاقہ میں برکت نازل کی ہے، اس کو مسجد اقصیٰ کہنے کی ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ اس کی سرزمین تمام آلائشوں سے دور ہے، اس کی شان بہت اونچی ہے، یہ تو طہارت و پاکیزگی کا مرکز ہے، کہتے ہیں کہ آسمان سے فرشتے یا بیت اللہ شریف پر نازل ہوتے ہیں، یا یہاں پر۔ اور پھر ان دو مقامات سے اکنافِ عالم میں پھیلتے ہیں، گویا فرشتوں کے صعود و نزول (چڑھنے اور اترنے) کے صرف یہی دو راستے ہیں۔ حضور ﷺ بھی اسی راستے سے معراج کی رات آسمانوں کو تشریف لے گئے، کیونکہ اس وقت قبلہ یہی تھا۔

مسجد صخرہ :

نماز عصر سے فراغت کے بعد مسجد صخرہ کی طرف روانہ ہوا جو مسجد اقصیٰ کے

جانب شمال کو تقریباً ۲۵۰ قدم دور وں فٹ اونچی سطح پر واقع ہے۔ یہ مسجد مشن (ہشت کونہ) شکل میں ایک گول بلند عمارت ہے جس کی بلندی اندازاً ۸۰ فٹ ہوگی، اس کا ہر ایک کونہ بیس قدم ہے گویا تمام عمارت کی گولائی (لیٹ) ۶۰ گز ہے۔ صحرہ عربی زبان میں بڑے پتھر کو کہتے ہیں، اس مسجد کے درمیان میں زرد رنگ کی ایک بہت بڑی چٹان ہے اس لئے اس کو مسجد صحرہ کہتے ہیں، جانب قبلہ یعنی جنوب کی طرف اس چٹان کے نیچے اترنے کی سیڑھیاں ہیں، لوگ نیچے اتر کر نوافل پڑھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہاں رحمت کائنات ﷺ نے نوافل پڑھے ہیں، اس پتھر کے نیچے کشادہ جگہ ہے جس میں بیک وقت پچاس تک آدمی بخوبی نماز پڑھ سکتے ہیں، عام لوگوں میں مشہور ہے کہ یہ پتھر آسمان و زمین میں معلق تھا۔ رفتہ رفتہ زمین کی طرف قریب ہوتا گیا اور اب زمین پر ہے عوام اس پتھر کو بوسہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تخت رب العالمین ہے۔ عیسائی مرد و زن اس پتھر کو اس لیے عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قدم رکھا ہے، حضرت عمرؓ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو اس وقت یہ پتھر دشمنان اسلام کی بے رحمیوں کا شکار تھا اور گور وغیرہ کے ڈھیر اس پر ڈالے گئے تھے، حضرت عمرؓ نے اس کو صاف ستھرا کرنے کا حکم دیا اور اس کو پانی سے دھویا پھر اس پتھر کے بالائی حصہ پر مصلح بچھا کر نماز پڑھی، اس پتھر کے درمیان ڈھائی فٹ چوڑا گول سوراخ ہے، لوگوں میں مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے یہاں تشریف لائے تو اس پتھر نے حضور ﷺ کو اھلاً و سھلاً و مرحباً کے کلمات کہے۔ اور ان پر صلوٰۃ و سلام پیش کیا پھر حضور ﷺ اس سوراخ سے گزر کر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ اس پتھر پر پانچ چھ انچ مربع کا لے رنگ کا ایک نشان ہے۔ لوگوں

کو کہنا ہے کہ جب حضور ﷺ معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لے جا رہے تھے تو اس پتھر نے حضور ﷺ کی رفاقت کی خواہش ظاہر کی، حضور ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی کہ تو میرے ساتھ جنت میں ہوگا، یہ نشان حضور ﷺ کے ہاتھ رکھنے کا ہے، (اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ باتیں کہاں تک درست ہیں) ایک عرب عالم سے میں نے ان امور کے بارے میں پوچھا اس نے جواب میں کہا: ہکذا یقول الناس واللہ أعلم بحقائق الأشياء ولم ینقل من النبی المعصوم فی ذلك شئی وکلام الناس کھیر (اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کے حقائق پر علم رکھتا ہے۔ حضور ﷺ سے اس بارے میں کچھ منقول نہیں، لوگوں کی روایات متعدد و مختلف ہیں۔

اس صحرہ (چٹان) کے نیچے چاروں طرف لمبے لمبے شیشے لگائے گئے ہیں، تاکہ لوگ اس پتھر سے تمرک کی نیت سے کلزے جدا نہ کریں، نیچی سطح سے یہ پتھر کسی جگہ آٹھ فٹ اور کسی جگہ چار پانچ فٹ اونچا ہے انہیں دو محراب ہیں، جن پر نشانات لگائے گئے ہیں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہاں نماز پڑھی تھی، صحرہ کی بالائی حصہ کے جانب جنوب و مغرب ایک چھوٹا سا مینارہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک ہے، اس مسجد میں جو شاعر قالمین بچھے ہیں وہ حکومت پاکستان نے بھیجے ہیں۔ مسجد صحرہ کے چار بڑے دروازے ہیں، باب العبلہ، باب البجۃ، باب الشرقی اور باب الغربی۔ باب الغربی تو تمام دن کھلا رہتا ہے، باب القبلیہ نمازوں کے وقت کھلتا ہے باب الشرقی اور باب البجۃ (جو شمال کی طرف ہے) ہمیشہ کے لیے بند رہتے ہیں، باب البجۃ کے متصل تین گز لمبی اور ایک گز اونچی دیوار میں سات محراب بنائے گئے ہیں، کہتے ہیں کہ یہاں سات صحابہؓ نے نماز پڑھی ہے، باب الغربی کے

قریب دیوار پر یہ عبارت درج ہے: تم تجدید عمارۃ مسجد الصخرۃ المشرقة فی عهد الراجی من اللہ التوفیق الحسین بن طلال ملک المملكة الأردنية الهاشمية فی الثامن والعشرين من شهر ربيع الأول ۱۳۸۲ھ الموافق للسادس من آب ۱۹۶۴ء۔

ترجمہ: مسجد صخرہ کی عمارت کی تجدید و مرمت (اللہ تعالیٰ سے توفیق کے طلبگار دامیدوار) شاہ حسین کے دور مملکت میں پایہ تکمیل تک پہنچی، تاریخ تکمیل ۲۸ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۶ آب (اگست) ۱۹۶۴ء ہے۔

مسجد صخرہ کے باہر ایک وسیع چبوترہ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں سلیمان علیہ السلام فیصلے فرمایا کرتے تھے، اس چبوترے کے ایک ستون میں شکاف پڑ گئے ہیں، یہودیوں نے لڑائی کے دوران مسجد صخرہ کے گرانے کے لیے صین مسجد کو توپ کا نشانہ بنایا تھا مگر حفاظت ایزوی نے اسکو محفوظ رکھا، یہ گو لے اس ستون کے قریب گرے، مسجد اقصیٰ اور مسجد صخرہ کے بیرونی فرشوں کی مرمت تیزی سے جاری ہے، مسجد اقصیٰ کی چھت کو بھی لینئر کرنے کا کام جاری ہے۔

حرم قدس :

حرم قدس ایک بہت ہی وسیع میدان کا نام ہے اس کی لمبائی ۱۲۰۰ گز اور چوڑائی ۶۶۰ گز تقریباً ہے، حرم میں جابجا زیتون، سرو اور نارنج کے درخت ہیں، اس حرم کے چودہ دروازے ہیں ان دروازوں کے مختلف نام ہیں: باب السلام، باب الرحمة، باب الرسل، باب الحبس، باب القطانین، باب القوانیم، باب المقاریہ، باب السلاسل، باب المنذرة الحمراء، ان دروازوں میں بعض دروازے

مقتل ہیں، جانب شمال صرف دو دروازے کھلے رہتے ہیں، اس طرف فوج رہتی ہے جو دروازے ان کے تصرف میں ہیں وہ بند رہتے ہیں، عشاء کی نماز کے بعد تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

مغرب و عشاء کی نماز پڑھ کر میں نے زاویہ ہندیہ کا رخ کیا، راستہ میں ایک نوجوان طالب علم سے ملاقات ہوئی، اس طالب علم نے اپنا نام عبدالفتاح سلیمان بتایا، عرب اپنے نام کے ساتھ والد کے نام کا ذکر جزو ولایت تک سمجھتے ہیں لازماً ہر عرب اپنے نام کے ساتھ اپنے والد کا نام ذکر کرتا ہے، یہ طالب علم اربد کا رہنے والا ہے اور یہاں المعهد العلمی الاسلامی میں مذہبی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

صرف دو مذہبی مدرسے :

تمام حکومت اردن میں صرف دو مذہبی مدرسے ہیں، ایک یہ مدرسہ جو حرم کی آغوش میں جانب مغرب کو ہے اور دوسرا مدرسہ نابلس میں ہے، نابلس یہاں سے پچاس کلومیٹر دور وہ شہر ہے جہاں یعقوب علیہ السلام رہتے تھے، اور عام روایات کے مطابق یہاں پر ہی بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا تھا۔

چونکہ دروازے بند ہونے والے تھے اس لیے اس طالب علم کے ساتھ مزید گفتگو نہ ہو سکی رات کو خوب برف باری ہوئی، صبح کی نماز کے لیے جب مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوا تو غضب کی سروی محسوس ہوئی، نماز پڑھ کر کچھ تلاوت کی، سورج طلوع ہونے کے بعد مغربی جانب کے ایک ہوٹل میں چائے نوشی کے لیے گیا، جہاں کافی مقامی عرب بیٹھے تھے نوشی اور گپ شپ میں مصروف تھے۔ یہاں تھوڑی سی بات زیادہ رواج ہے، واپسی پر مسجد علمی کے دیکھنے کے لیے گیا، اساتذہ اور طلبہ حاضر

ہو گئے تھے، تمام اساتذہ اور طلبہ بڑی محبت سے پیش آئے، مدیر المعبد نے دفتر میں بٹھا کر چائے پلائی، اور پاکستان کے بارے میں دریافت کیا کہ وہاں عربی مدارس ہیں یا نہیں، اور لوگوں میں مذہبی علوم اور عربی زبان سیکھنے کا شوق کیسا ہے، میں نے ان کو اس بارہ میں پوری تفصیل بیان کی، اور کہا کہ معبد علمی جیسے مدارس تو پاکستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں موجود ہیں، یہاں تو صرف معدودے چند کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ پاکستان کے مدارس میں تفسیر ذہدیت، فقہ، اصول فقہ، صرف، نحو، منطق، فلسفہ وغیرہ تمام علوم بالاستیعاب پڑھائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں ایسے مدارس بھی موجود ہیں جن میں چار چار سو طلباء پڑھتے ہیں، ان میں سے اکثر مدارس دارالعلوم دیوبند سے بالواسطہ وابستہ ہیں، دارالعلوم دیوبند میں ایک قدیم عظیم علمی دارالعلوم ہے، جن کی نظیر تمام عالم اسلامی میں موجود نہیں، اور لطف یہ ہے کہ یہ مدارس اہلیہ ہیں حکومتی نہیں، یعنی قوم کے مصارف سے چلتے ہیں اور ان میں سے کئی ایک مدارس کے سالانہ مصارف کا تخمینہ لاکھوں تک پہنچتا ہے۔ خود ہمارے دارالعلوم حقانیہ کا بجٹ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سے زائد ہے، اساتذہ معبد متحیر ہوئے اور کہنے لگے: اب تک ہمارا یہ خیال تھا کہ ہندوستان پاکستان میں کوئی مذہبی مدرسہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہاں جتنے پاکستانیوں کو ہم نے دیکھا ہے وہ صرف انگریزی میں بات کر سکتے ہیں عربی نہیں جانتے، پھر پوچھنے لگے کہ آپ نے لغت عربی عرب ممالک میں رہ کر سیکھی ہے، یا پاکستان کے کسی عربی مدرسہ میں، میں نے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ جو پاکستان کا ایک ممتاز علمی ادارہ ہے وہاں میں نے تعلیم پائی ہے، اور وہاں عربی لغت کسی حد تک سیکھی ہے، میں نے ان کو پاکستانی مدارس کے نصاب، طرز تعلیم، اساتذہ کی قابلیت، اکابرین دیوبند کی بعض تصانیف کا

تذکرہ کیا تو انہوں نے پوری حسرت سے کہا کہ یہاں محقق اور متصنّف علماء نابید ہو گئے ہیں، جن سے ہم علمی تشنگی بجھائیں، حکومت تو مادی علوم کی ترویج نہیں کوشاں ہے، کہنے لگے کہ یہاں صرف بیت المقدس میں ایک سو سے زائد مدرسے مسیحیوں کے ہیں، جن میں ہمارے مسلمانوں کے بچے بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور تمام اردن میں مسیحی مدارس کی تعداد تقریباً تین سو کے لگ بھگ ہے۔ اب موجودہ عرب ظاہری اور مادی ترقیات کے ورپے ہیں، ان میں رنگینی ہی رنگینی رہ گئی ہے، علوم دینیہ سے متنفر اور باطن کے کورے اور مادیت کے دلدادہ رہ گئے ہیں۔ سر تا قدم یورپی تمدن اور طرز معاشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں، ایسی مقدس زمین میں جہاں ایک زمانہ میں ہزاروں دینی مدارس تھے، اب یہاں صرف ایک مدرسہ (وہ بھی نامکمل) رہ گیا ہے۔ ایسے پاک خطہ میں جہاں کے ہر گوشہ میں دور قدیم کے اولوالعزم پیغمبروں کے خدوخال اب تک موجود ہیں جن سے قرآنی تاریخ کی بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔ عیسائیوں کے ان تعلیمی اداروں کی بہتات مسلمانوں کی حمیت و غیرت کو لاکھ رہا ہے، باطل مذہب والے تو اپنے فاسد عقائد کی نشر و اشاعت میں دن رات لگے ہوئے ہیں، اور مسلمان قوم، پھر وہ مسلمان عرب جن کے آباؤ اجداد نے اسلام کی روشنی چاروں طرف عالم میں پھیلائی ان کی موجودہ نسل دشمنان اسلام کے فنون تہذیب سیکھنے میں مصروف ہے، یا للعجب و یا للضیاع المسلمین۔ معبد علی کے مدیر نے مجھے اپنے معبد کا منہج الدراسہ دیا اور اس کے پہلے صفحہ کے اوپر میرا نام تحریر کیا اور لکھا کہ یہ منہج اس کو بطور ہدیہ علیہ پیش کرتے ہیں اور دعاؤں کے خواستگار ہیں۔

معبد علمی کے اساتذہ سے رخصت لیکر بطل حریّت حضرت مولانا محمد علی جوہر

کی قبر دیکھنے کے لیے گیا، یہ قبر ایک بند کمرے میں ہے، جو مسجد محترمہ کے بالفاظ
جانب مغرب کو ہے، کتبہ پر یہ عبارت لکھی گئی ہے :

إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة هذا
ضريح المجاهد العظيم مولانا محمد علي الهندي تغمد الله برحمته توفي
ببلدك في النصف من شعبان ودفن بالقدس يوم الجمعة الخامس من
رمضان سنة تسع وأربعين وثلاث مائة وألف -

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان کی جان و مال کے بدلے جنت دے گا یہ مجاہد
عظیم مولانا محمد علی ہندی کی قبر ہے (اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں جگہ دے) پندرہ
شعبان کو لندن میں وفات پائی اور جمعہ کے دن پانچ رمضان ۱۳۳۹ھ کو قدس میں
دفن کئے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے شریعت و سیاست کے اس علمبردار کو کتنا بلند مقام عطا فرمایا
تحریری و تقریری جہاد کرتے کرتے دار الکفار لندن میں جان بحق ہوئے، اور آخری
آرام گاہ بیت المقدس کے نورانی خطہ میں نصیب ہوئی، نہ ہے سعادت، اقبال مرحوم
نے مولانا جوہر کے بارے میں کہا تھا

مع سوئے گردوں رفت ز اں را ہے کہ پیغمبر گزشت
مولانا جو ہر کی قبر کے قریب شریف حسین والی حجاز کی قبر بھی ہے۔

المتحف الإسلامي للحرم:

اسلامی عجائب گھر کے دیکھنے کے لیے گیا جس میں مسجد اقصیٰ اور مسجد صخر کی بہت سی قدیم چیزیں موجود ہیں، جنات کے زمانے کے شہتیر، کڑیاں، ستون،

دیواروں میں جڑے ہوئے سنگ مرمر کے کتبے، قرآن مجید کے قلمی نسخے، بھرے (خوشبو سلگانے کی انگلیٹھی) قنارے، اعلام، ہنر پوش، پرانے عہد بنی امیہ اور عہد بنی عباس کے سکے، عہد قدیم کے آلات حرب، جنگی لباس و دیگر نادر و نایاب متبرک اشیاء موجود ہیں جن کے دیکھنے سے صدیوں پہلے اسلامی دنیا کی تہذیب و تمدن آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ حضرت حسینؑ کے پوتے کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید کا ایک نسخہ موجود ہے، جو ہرنی کی کھال پر لکھا گیا ہے۔ انتہائی خوش خط اور جاذب نظر ہے، اس پر یہ عبارت لکھی گئی ہے:

النصف الأخير من القرآن الكريم مكتوب على رق غزال بخط
كوفي جميل وكتب على هامته كتبه محمد بن الحسين بن الحسين ابن
يحيى رسول الله ﷺ

ترجمہ: قرآن مجید کا آخری نصف جو ہرنی کی کھال پر خوبصورت کوئی خط سے لکھا گیا ہے۔ اس کے سرورق پر مکتوب ہے، کہ محمد کے ہاتھ لکھا گیا ہے، محمد حسن کا بیٹا ہے اور حسن حسین کا اور حسین فاطمہ الزہراء کا بیٹا ہے۔ یہاں ایک نسخہ وہ بھی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ان کے امر سے لکھا گیا تھا، ۵۷ھ کے بعد کا ایک نسخہ دیکھا جو زعفران اور سنہری سیاہی سے ہرنی کی کھال پر لکھا گیا ہے اس پر یہ لکھا ہوا ہے:

أوقف هذه الرقعة الشريفة على المسجد الأقصى المبارك عبد الله
على أمير المؤمنين ابن أمير المسلمين أبي سعيد عثمان ابن أمير
المسلمين أبي يوسف يعقوب بن عبد الحق ملك المغرب ٤٢٥ هـ

قرآن مجید کا یہ چوتھا حصہ عبداللہ علی نے ۷۳۵ھ میں مسجد اقصیٰ کے لیے بطور وقف بھیجا ہے، ایک پرانے کتبے پر یہ کلمات بہت پسند آئے :

روی الحسن عن أبي الحسن عن جد الحسن أن أحسن الحسن الخلق الحسن، قال علي عز من قدير وذل من طمع۔

چڑے کے ایک کٹڑے پر یہ آیت لکھی گئی ہے :

من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى الذي باركنا حوله۔

السلطان مصطفى خان ابن السلطان القاري عبدالحميد خان۔

ایک کتبہ پر لکھا ہوا ہے :

قال عليه السلام نصخرة بيت المقدس من صخرة الجنة صدق

رسول الله ﷺ۔

ایک کتبہ پر مکتوب ہے : قال عليه السلام : من أراد أن ينظر إلى بقعة

من بقع الجنة فليمنظر إلى بيت المقدس۔ یہاں پرانے زمانے کی موم بتیاں

دیکھیں جو لمبے چوڑے ستونوں کی طرح ہیں، ایک موم بتی کی موٹائی تین فٹ اور لمبائی

سات فٹ ہے۔ (ماہنامہ الحق جولائی ۱۹۶۷ء)

☆

بيت المقدس کے اس اسلامی عجائب گھر میں موتیوں کی ایک چوکر ٹیکل

ہے، جن کے بارے میں یہ عبارت لکھی گئی ہے : اسكيلة عشب صغيرة مطعمة

بالصنديق قطع صغيرة أشبه بالفسياء جميلة المنظر۔

سلطان عبدالحمید خان کا وہ بڑا بھاڑ بھی موجود ہے جو مسجد صخرہ کو بطور ہدیہ بھیجا

کھایا تھا۔ اس تحائف خانہ میں سینکڑوں تبرکات ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل دیکھنے کے قابل ہیں (۱) مسجد اقصیٰ کے منبر کا جھنڈا جس پر کلمہ توحید سونے سے

لکھا ہوا ہے (۲) قریہ خلیل سے کپڑے کا وہ ٹکڑا جو عہد قدیم کے سلاطین نے مسجد اقصیٰ

کے لیے بھیجا تھا۔ جس پر کلمہ توحید اور ایک آیت لکھی گئی ہے (۳) پرانے زمانے کے

دینار و درہم اور دیگر سکے۔ خاص کر عباسی دور حکومت ۱۰۴۰ کا ایک دینار جس پر کلمہ توحید

ثبت ہے۔ ۱۰۷۰ کا ایک دینار جس پر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، ورج

ہے، ۱۲۰۰ھ کے ایک دینار پر محمد رسول اللہ عبدالملک مکتوب ہے، ایک دینار پر کلمہ

توحید کے نیچے المعتصم باللہ لکھا گیا ہے، ایک دینار پر سورہ اخلاص اور کلمہ توحید

درج ہے، اور ایک پر المعتصم باللہ امیر المومنین۔

قرون اولیٰ کے سلاطین اشاعت توحید، اعتماد علی اللہ کے ولداہ تھے، آج

تو تصویر پرستی کا دور ہے ہر ایک بادشاہ اپنی شہرت کی غرض سے درہم و دینار پر اپنی

تصاویر شائع کرنے کا مشتاق ہے، وہ اللہ کا نام لکھواتے تو ان کے خزانوں میں برکت

تھی، آج کل کے سلاطین اپنی تصویروں میں ملک و ملت کی ترقی سمجھنے لگے ہیں تو

غیروں کے محتاج اور دست نگر بن گئے ہیں۔

لکڑی کا وہ تختہ دیکھا جس کے بارے میں لوح مخلف من سقف

المسجد الأقصى المبارك من العصر الأموی۔ (یہ عہد اموی کے دور کی مسجد اقصیٰ

کی چھت کا ایک ٹکڑا ہے۔)

ایک بڑے بورڈ کے متعلق یہ عبارت درج ہے : وَجِدْتُ هَذِهِ اللُّوحَةَ فِي

تكمية خاصكي زوجة السلطان سليمان القانوني، ومنها يستدل أنها كانت

کسبجل لأشخاص الذین کانوا یتناولون طعامهم من التکمة۔ (یہ تختہ سلطان سلیمان قانونی کے بیگم کے تکیہ سے ملا گیا اس زمانہ میں لنگر سے کھانا لینے والوں کے رجسٹر کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔)

مفت سے فراغت کے بعد اس مسجد کے دیکھنے کو گیا جو صرف عورتوں کے لیے بنائی گئی ہے، اس پر المسجد للسيدات خاصۃ کا بورڈ لگا ہوا ہے، یہاں ظہر، عصر اور مغرب کی نماز ایک اندھا امام عورتوں کو پڑھاتا ہے، جو حکومت کی طرف سے مقرر ہے، فجر اور عشاء کے وقت یہ مسجد بند رہتی ہے، ان تینوں اوقات میں عورتیں مسجد اقصیٰ کی جانب غربی کے گوشہ میں آکر شریک جماعت ہوتی ہیں۔

دیوار براق وہ جگہ ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے معراج کی رات براق کو یہاں باندھا تھا، درحقیقت یہ مکمل سلیمانی کی بقیہ دیوار ہے۔ شداد بن اوس، عباده بن صامت حضرات کی قبریں باب الرحمة کے پاس ہیں، ابوریحانہ القرطبی کی قبر باب السعدیہ کے ساتھ ہے۔

سلیمان علیہ السلام کا روضہ :

ظہر کی نماز پڑھ کر کچھ کھانا کھانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا روضہ دیکھنے گیا یہ روضہ مسجد محضرہ کے جانب مشرق تین سو قدم کے فاصلہ پر بیردنی دیوار کے متصل ایک مقفل کمرے میں واقع ہے، کمرے کے دونوں جانب جالی دار کھڑکیاں ہیں جن سے قبر دیکھی جاسکتی ہے، قبر کی لمبائی سات گز تقریباً ہوگی، قبر شمالاً جنوباً ہے کیونکہ اس وقت قبلہ یہی تھا، تحویل قبلہ کے بعد یہاں کی قبور شرقاً غرباً ہیں اس کمرے کے متصل جس سلیمان (جیل خانہ) ہے جہاں شریعتات کو قید و بند میں رکھا جاتا تھا،

مقابل سلیمان یہاں سے ذرا فاصلے پر ہے، سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے یہاں رہتے تھے۔

جبل زیتون :

روضہ سلیمان کے قریب شمال مشرقی دروازے سے نکل کر جبل زیتون دیکھنے کے لیے بس میں سوار ہوئے بس کا ایک گرش کرایہ ہے جو پاکستانی سواتین آنے (تقریباً بنتے ہیں) سب سے پہلے سلمان فارسی کے روضہ پر گئے، قبر پر حضور کا یہ فرمان مکتوب ہے : "سلمان مفاہل البیت"۔ مشہور ہے کہ یہ قبر سلمان فارسی کی ہے، مگر زیادہ ثقہ یہ ہے کہ سلمان فارسی نے بغداد میں وفات پائی، اور دریائے دجلہ کے کنارے واقع قبرستان میں ان کو دفنایا گیا تھا۔ بعد میں سیلاب سے قبر گرنے کا خطرہ تھا تو سلمان فارسی اور خذیفہ بن الیمان دونوں کی قبروں کو اس در کی حکومت نے بھٹل کر دیا تھا، اب سلمان پاک بغداد سے کچھ مسافت پر دور ایک جگہ ہے، یہاں ان دونوں حضرات کے مقبرے ہیں۔

رفع مسیح کی جگہ :

سلمان فارسی کے اس مزار سے دو فرلانگ کی مسافت پر جانب جنوب کو وہ جگہ ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام رات کو عبادت کیا کرتے تھے، اور جب یہودیوں نے قتل کے ارادہ پر ان کے اس مکان کا محاصرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانوں پر اٹھایا اس جگہ کو موضع رفع المسیح کہتے ہیں، اس جگہ مردوزن کا ہجوم رہتا ہے، یہاں ساتھ والے مکان پر چڑھ کر دیکھیں تو بیت المقدس کا وہ حصہ صاف نظر آتا ہے جو یہودیوں

کے قبضہ میں ہے، یہاں سے داؤد علیہ السلام کا روضہ بھی دکھائی دیتا ہے، جو شہر کے مغربی جنوبی حصہ میں ہے، یہ روضہ یہودیوں کے مقبوضہ حصہ میں ہے۔ یہاں مجھے برطانیہ کے وہ انگریز ملے جن کو میں نے مسجد صخرہ کے دروازے کے پاس حضرت نبی کریم ﷺ کا بال مبارک بتا دیا تھا جو شیشہ میں بند ہے۔ برطانیہ کے کافی مرد و وزن نے مجھ سے پوچھا کیا آپ کو پتہ ہے کہ اس شیشہ میں کیا ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ یہ محمد ﷺ کا بال مبارک ہے، میں نے کہا کہ آپ اس کو سونگھیں۔ انہوں نے جب سونگھا تو سب دیری دیری نائس (بہت خوب) کہنے لگے اور اپنے رومال اس پر ملنے لگے تو پھر انہوں نے میرا نام پوچھا اور بہت شکریہ ادا کیا تو میں نے جبل زیتون سے ان کے دور میں پر وہ علاقہ دیکھا جہاں سے حضرت داؤد علیہ السلام کا روضہ اور فلسطین کا مقبوضہ علاقہ نظر آ رہا تھا۔ رابعہ عدویہ کی قبر موضع رفع المسیح کے قریب ہے، اس پہاڑ پر کئی گرجے ہیں۔ واپسی پر اس پہاڑی سے پیادہ اتر، اس پہاڑی کے دامن میں ایک بہت بڑا کلیسا ہے جو جسمانیہ کلیسا کے نام سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ اس کلیسا میں ایک غار ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام اپنے شاگردوں کے ساتھ ذکر خداوندی کیا کرتے تھے، اس کلیسا سے آگے حضرت مریم علیہ السلام کا روضہ ہے جو ایک وسیع و عریض مکان کے اندر ہے لوگ اس تاریک مکان کے اندر موم بتی جلا کر جاتے ہیں، مریم علیہا السلام کی قبر بہت ہی تنگ کمرے میں واقع ہے، جہاں پانچ چھ آدمی بمشکل ساکتے ہیں۔ پادری یہاں انجیل پڑھتے ہیں اس عمارت کی تمام دیواریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی تصویروں سے بھری پڑی ہیں، ان کے زندگی کے مختلف ادوار کو ان تصاویر میں پیش کیا گیا ہے۔ سبکی لوگ خصوصاً ان کے پادری ان تصویروں کو

دیکھ دیکھ کر روتے ہیں، اور اس تصویر بنی اور عکس پرستی کو اپنی روحانیت کی ترقی و اضافہ کا باعث تصور کرتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن و جوانی اور بڑھاپے کی تصویریں، ماں کی گود میں جب وہ بولنے لگے، یہودیوں میں جب وہ تبلیغ کرتے تھے، نیز ان کو سولی پر چڑھانے، ہتھیلیوں پر میٹھیں ٹھونکنے، مریم کے رونے اور زمین پر بے ہوش مرنے وغیرہ کی فرضی اور خود ساختہ تصویروں کے دیکھنے سے طبیعت متضلل ہو جاتی ہے، باہر آ کر ایک پادری نے ہم سے پوچھا کہ آپ مسیحی ہیں (میرے ساتھ آسام کے رفقاء تھے) میں نے جواب دیا ہم اس پیغمبر کی امت میں سے ہیں، جس کی تشریف آوری کی بشارت صاحب روضہ کے بیٹے مسیح علیہ السلام نے دی تھی اس نے کہا کہ مسیح اور مریم کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے میں نے اس کو کہا کہ قرآن پاک کی یہ آیتیں سنئے، میں نے سورہ مریم کا دوسرا رکوع و اذکر فی الكتاب مریحہ آخر تک تلاوت کیا وہ پادری منتارہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے مکمل رکوع تلاوت کرنے کے بعد کہا، ہم عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بندہ اور رسول مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا ہے، اس نے کہا کہ تم مریم اور مسیح کے ساتھ اتنی بے پناہ محبت رکھتے ہوئے پھر بھی اس کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ پادری غصہ میں تھا، چلا کر یو لاسیح خدا کا بیٹا تھا اور اس کو یہودیوں نے سولی پر قتل کر دیا تھا اور کثیمۃ القیامہ میں آپ کی قبر ہے، میں نے جوابات دیئے، اس نے کہا کہ بغیر باپ کے کس طرح بیٹا پیدا ہو سکتا ہے، میں نے کہا: اس کا جواب تو قرآن مجید نے دیا ہے: ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا آدم جیسا ہے کہ ان کو بن باپ اور بن ماں پیدا کیا گیا اس دو ٹوک اور سادہ مثال پر وہ قانع نہ ہوا تو میر

نے الزامی طور پر اسے ایک عالم کا قول پیش کیا کہ اچھا اگر ایسا ہی ضروری ہے تو (معاذ اللہ) پھر داد اکون ہے؟ اس پر وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے چلا گیا۔

افسوس کی بات ہے جہاں کہیں بھی عیسائیوں کا تسلط ہے وہ برابر اپنے باطل عقائد و افکار کی اشاعت کرتے ہیں، مگر مسلمان گائیڈ جو باہر سے آنے والے مسیحیوں کی قیادت و رہبری کرتے ہیں وہ ان مسیحیوں کے عقائد کے خلاف ایک لفظ تک نہیں بول سکتے، اس کا علم ہمیں موضع رفع المسح میں ہوا۔ ایک مسلمان عیسائیوں کو ایک جگہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہنے لگا کہ یہاں عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا گیا وہ اتنا بھی نہ کہہ سکا کہ تمہارے عقائد کے مطابق یہ ان کی سولی کی جگہ ہے اور ہمارے مسلمانوں کے لیے یہ جگہ اس لیے متبرک ہے کہ یہاں سے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھایا تھا

مسیحیوں کے مدارس میں مسلمان بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ان مراکز میں پادریوں کی تبلیغ نے بعض عرب نوجوانوں کے عقائد کو متزلزل کر دیا ہے۔ عبدالاول عبدالقادر صلاح نامی ایک نوجوان جو یہاں کا باشندہ ہے اور دمشق یونیورسٹی میں پڑھ رہا ہے۔ اس سے بات چیت ہوئی اس نے وفات عیسیٰ کے بارے میں اپنے جن رجحانات کا اظہار کیا وہ ایک عیسائی کے خیالات تو ہو سکتے ہیں مسلمان کے نہیں، ان غلط افکار کے پھیلانے میں جامعہ ازہر مصر کے سابق شیخ ہشوت (جواب وفات پاپکے ہیں) کا بھی بہت بڑا حصہ ہے، جنہوں نے جمہور اسلام اور تمام امت کے متفقہ عقیدہ کے برخلاف وفات مسیح کی رائے پیش کی، اس طالب علم کو اپنے دلائل پر بہت ناز تھا۔ مگر بحمد اللہ اکابرین دیوبند بالخصوص حبر امت مکمل دوران حضرت مولانا شاہ انور شاہ

رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر جس انداز سے بحث کی ہے، اس سے اپنی کم استعدادی کی وجہ سے معمولی استفادہ کیا تھا، وہ میرے لیے اس مقام میں عزت و سعادت کا باعث بنا۔ (اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی ارواح طیبہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے) علمائے دیوبند کے مقابلہ میں موجودہ اکثر عرب علماء کی علمی قابلیت ہیج ہے، ان میں سطحی سرسری معلومات ہیں اور ادبیت ہے ان میں تحقیقی ٹھوس علوم کا فقدان ہے۔

جامع عمر کنیسۃ القیامہ :

یہاں مسجد کو جامع کہتے ہیں، بیت المقدس میں مسجد صخرہ اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ تیس تک مسجدیں ہوں گی، مگر سب میں اہم اور قابل دید جامع عمر ہے، جو کنیسۃ القیامہ کے عین مقابل ہے، کنیسۃ القیامہ شہر بیت المقدس کے درمیان مسیحیوں کا ایک بہت بڑا گرجا ہے۔ یہاں ہر وقت باہر ممالک سے آئے ہوئے سینکڑوں مسیحی موجود رہتے ہیں۔ ان کے باطل عقیدہ کی رو سے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مزار ہے۔ اس گرجے میں انہوں نے فرضی سولی بنا رکھی ہے، کہتے ہیں کہ اس سولی پر ان کو لٹکایا گیا، یہاں وہ گر گئے تھے، اس جگہ ان کی لاش کو رکھا گیا، اور یہاں ان کو غسل دیا گیا، اس جگہ مریم علیہا السلام غم کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر پڑی تھیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرضی مزار ایسی جگہ میں بنایا گیا ہے کہ اندر جانے والے مجبوراً سجدہ کی حالت میں جاسکتے ہیں، اس بڑے گرجے کے قرب و جوار میں لاطینی، آرمینی وغیرہ بے شمار گرجے ہیں۔

کنیسۃ القیامہ کے بالمقابل جامع عمر ہے مشہور ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے

شاہر میں بیت المقدس فتح کر کے یہاں کے مسیحیوں اور پادریوں کو امان دیکر پہنچا (اور مسلمانوں کو تاکید کی کہ مسیحیوں کے گرجوں، یا چرچوں کی کسی چیز کو نہ توڑیں) تو اس کنیہ کے بڑے پادری نے حضرت عمرؓ کو اس گرجہ کے دیکھنے کی دعوت دی، (اس جگہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ حنہ بنت فاقوۃ کا گھر تھا) حضرت عمرؓ وہاں تشریف لے گئے اور جب گرجہ سے باہر نکلے تو مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا تھا حضرت عمرؓ نے ساتھیوں کو نماز پڑھنے کے لیے کہا، پادری نے کہا کہ گرجے کے اندر جگہ ہے وہاں نماز پڑھ لیں مگر حضرت عمرؓ نے وہاں پڑھنے سے انکار کیا اور گرجے سے بیس قدم کے فاصلہ پر جنوب کی جانب اس میدان میں اذان دی اور نماز باجماعت پڑھائی جہاں اس کے بعد مسلمانوں نے جامع عمرؓ کے نام سے مسجد بنائی۔ یہ ان کی فراست تھی، اگر گرجے کے اندر وہ نماز پڑھتے تو آج مسلمان بھی وہاں جا کر نماز پڑھتے، دوسری بات یہ ہے کہ گرجے کے بالمقابل مسجد کی تعمیر سے پانچوں وقت آواز حق بلند ہوگی اور غیر مسلم اقوام کی ہدایت کا ذریعہ بن سکے گا۔ یہ جامع اگرچہ مختصر عمارت پر مشتمل ہے مگر اپنی تاریخی عظمت، جائے وقوع، شاندار عمارت اور ممتاز ستون کی بناء پر قابل دید ہے۔ اس مسجد میں ایک کتبہ پر عربی کے یہ چند اشعار پڑھے جو بہت پسند آئے:

عَقَوَاتُ عَفَّ نَسَاءَ كَرَمٍ فِي الْحَرَمِ	و تَجَنَّبُوا مَا لَا يِلْقَى بِمُسْلِمٍ
إِنَّ الزَّانِمِينَ فَإِنْ أَقْرَبْتَهُ	كَانَ الْوَقَاءُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ فَاعْلَمْ
مَنْ يَزْنِي يُزْنَ بِهِ وَ لَوْ بِجِدَارِهِ	إِنْ كُنْتَ يَا هَذَا لَيْبِئاً فَاعْلَمْ
يَا هَاتَكَأَحْرَمَ الرِّجَالِ وَقَاطِعاً	سَبِيلَ الْمُؤَقَّةِ عِشْتِ غَيْرَ مَكْرَمٍ
لَوْ كُنْتَ حَرّاً مِنْ سِلَالَةِ طَاهِرٍ	مَا كُنْتَ هَتَاكاً لِحَرَمَةِ مُسْلِمٍ

ترجمہ: (۱) پاکدامن بن جاؤ تو تمہاری بیویاں بھی پاکدامن رہیں گی۔ اور باثباتہ امور سے بچتے رہو (۲) بچک زنا ایسا قرض ہے جس کو اگر تم نے اپنے ذمہ لے لیا تو تمہارے گھر والوں کو اس کی ادائیگی کرنی پڑے گی۔ (۳) جس نے زنا کیا اس سے ضرور بدلہ لیا جائیگا خواہ اس کی دیوار سے کیوں نہ ہو اگر تم غفلت نہ ہو تو سمجھ لو۔ (۴) اے لوگوں کی آبروریزی کرنے والے اور محبت کے راستوں کو کاٹنے والے تو ذلیل و خوار ہو کر رہے گا۔ (۵) اگر تو کسی پاکیزہ نسل سے کوئی شریف انسان ہوتا تو مسلمان کی حرمت و عفت کی پروہدہ رہی نہ کرتا۔

آپ سکھ ہیں یا مسلمان؟

جامع عمرؓ سے واپسی پر راستہ میں ایک نوجوان دوکاندار نے پوچھا، آپ سکھ ہیں یا مسلمان؟ میں نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی کیونکہ ان مضحکہ خیز آوازوں سے ہمارے کان مانوس ہو گئے تھے، مگر اس کج بحث نے اوپنی آواز سے جب دوبارہ پوچھا اور اس پاس کے دوکاندار بھی تعجب کی نگاہ سے دیکھنے لگے تو مجبوراً جواب دینا پڑا میں نے کہا کہ داڑھی سکھوں کا شعار ہے یا مسلمانوں کا، تم اتنے بے شرم ہو گئے ہو کہ داڑھی کی وجہ سے ایک مسلمان کو سکھ کہتے ہو، کیا تم داڑھی منڈوانے کی وجہ سے عیسائی کہلاؤ گے، داڑھی تو حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے تمام پیغمبروں کے چہرے اس مبارک شعار سے مزین تھے، افسوس کہ تم اس مقدس زمین میں رہ کر حضور ﷺ کی سنت کی توہین کر رہے ہو، اس کے ساتھی دوکاندار نے کہا چونکہ جنگ عظیم میں یہاں سکھ رجمنٹ رہ چکی ہے، اسی بناء پر اس کو شبہ ہوا میں نے کہا جنگ عظیم کے وقت یہ کہاں موجود تھا اس نے کہا میں باپ اور بزرگوں سے ان کے واقعات سنے ہیں، میں نے کہا میں باپ نے

اس کو یہ نہیں بتایا کہ ہمارے باپ داداؤں کی داڑھیاں تھیں۔ میں نے کہا کہ تمام انبیاء کرام کی داڑھیاں تھیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "أَعْفُو اللَّحْيَ جُزْءًا الشَّوَابِ" (داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کنواؤ) نوجوان نے کہا سَامِ حَبِی ججھے محاف کیجئے مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔

چشمہ ایوب علیہ السلام :

منج کو داوی کدرون اور عین ایوب دیکھنے گئے، باب عمر کے راستے نیچے وادی کی طرف روانہ ہوئے، باب عمر مسجد اقصیٰ کی جانب جنوب کو ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس سے حضرت عمرؓ بیت المقدس کے وقت داخل ہوئے تھے، اس دروازہ سے چشمہ ایوب چھ فرلانگ نیچے وادی میں ہے، کہا جاتا ہے کہ اس چشمہ سے ایوب علیہ السلام نے غسل فرمایا تھا، اب یہاں کنواں ہے، اور اس پر واٹر پمپ لگا دیا گیا ہے، یہاں کے بعض مسلمان اپنی میت کو غسل دینے کے لیے یہاں لاتے ہیں۔

چشمہ ایوب سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر "برکتہ سلوان" ایک تاریخی قدیم چشمہ ہے، اس کا پانی موسم سرما میں بہت گرم اور موسم گرما میں بہت سرد ہوتا ہے، برکتہ سلوان کے دروازے پر جو دوکان ہے، اس کے مالک نے ہمیں اس چشمہ کے بارے میں بتایا کہ سلیمان علیہ السلام کے پڑپوتے ملک حذقیانے یہ چشمہ کھودا تھا، اس چشمہ کا منبع یہاں سے ایک سو تیس گز کی مسافت پر دور ہے۔ جہاں سے چشمہ نکلا ہے، وہاں تک انسان اس زمین دوز سرنگ میں جاسکتا ہے۔ اس نے بتایا کہ اس چشمہ کا پانی ذائقہ میں زمزم کی طرح ہے، ترک بادشاہوں نے اس چشمہ کی مکمل صفائی اور مرمت کی تھی، یہودیوں نے ترکی حکومت کے عہد میں اس چشمہ کے آس پاس زمین کو

خریدا، اور اس متصل زمین خریدنے کا بھی فیصلہ ہونے والا تھا، مگر عین موقع پر یہاں کے دیندار لوگوں نے ترکی حاکم کو اطلاع دی، اس نے حکم دیا کہ اس زمین میں مسجد تعمیر کر دی جائے، چنانچہ وہ جامع اب تک موجود ہے، دوکاندار نے مزید بتایا کہ اس وادی کا ذکر تورات میں موجود ہے، تورات نے اس وادی کو داوی کدرون کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ دوکاندار دعوت الاحرار کا ایک سرگرم رضا کار ہے۔ دعوت الاحرار اخوان المسلمین جیسی ایک مذہبی جماعت ہے جس کا مرکز لبنان میں ہے مگر یہ جماعت اخوانیوں کی مخالف ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ اخوانی صرف افکار پیش کرتے ہیں، عملی کام نہیں کرتے مگر درحقیقت دینی، مذہبی اقدار اور اسلامی روایات کی ترویج و اشاعت کے لیے جو مساعی جلیلہ اخوان المسلمین سرانجام دے رہے ہیں، وہ کوئی دوسری جماعت نہیں کر سکتی، اخوانیوں کے دلوں میں مذہبی دینی جذبات ہیں جو مکملہ حق بلند کرنے میں مصروف جہاد ہیں۔ صدر ناصر کے حامی لوگ ان دونوں جماعتوں کے مخالف ہیں، ان کا الزام ہے کہ یہ امریکہ کی قائم کردہ جماعتیں ہیں، یہاں فلسطینی مہاجر جمال عبدالناصر کے مداح و شیدائی ہیں ایک فلسطینی نے اپنی محبت کا اظہار ان الفاظ میں کیا تو تَشَقُّ قُلُوبُنَا لَوْ جَدَّتْ بِدَاخِلِهَا النَّاصِر۔ اگر ہمارے دلوں کو چیرا جائے تو ان کے اندر ناصر ہی ہوگا۔ دعوت الاحرار کے اس رضا کار نے رخصت ہوتے وقت یہ جملہ مکرر سے کر رکھا : اِنِّیْ اَطُوْقِ اَمَانَةً بِعَنْقِکَ فَاَوْصِلْهَا اِلٰی عِلْمَاءِ بَاکِسْتَانِ وَهٰی اَنْ یَشْتَغِلُوْا فِیْ قُلُوْبِ الْمُسْلِمِیْنَ دَارَ الْحَرِیَّةِ الْاِسْلَامِیَّةِ غَیْرِ خَائِفِیْنَ عَنِ قُوٰی الْبَاطِلِ۔ میں آپ کو ایک امانت سپرد کرتا ہوں جس کو آپ علماء پاکستان تک پہنچائیں کہ وہ مسلمانوں کے دلوں میں حریت اسلامی کی آگ سلگائیں

اور اقدار اسلامی کو زخم کرنے میں ہر باطل قوت کا مقابلہ کریں۔

وادئ کدرون کے یہ متبرک مشاہدات دیکھنے کے بعد قلعہ قدس دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے، یہ قلعہ بیت المقدس کی جانب جنوب مغرب میں ہے، راستہ میں یہودیوں کے مکانات دیکھے جن کو سمار کر دیا گیا ہے، راستہ ہی میں باب داؤد بھی دیکھا جہاں سے داؤد علیہ السلام کے روضہ کی طرف راستہ جاتا ہے یہ دروازہ اب بند ہے، قلعہ کے اندر جانے کی اجازت نہ ملی، یہاں ان دنوں فوج کی کڑی نگرانی ہے، قلعہ کے جانب مغرب یہودیوں کا مقبوضہ شہر ہے جو یہود ظلم کہلاتا ہے۔

موقف الباصات (بس سٹینڈ) کے قریب جانب شمال کو ابراہیم بن ادھم کی قبر بتاتے ہیں باب العمودی (جو بس کے اڈہ کے قریب ہے) سے دس گز کے فاصلہ پر وہ سنگین بلند دیوار ہے جس نے شہر بیت المقدس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، اور جسے یہودیوں کے آئے دن کے شرفساد سے بچنے کی خاطر مسلمانوں نے جنگ بندی کے بعد رضا کارانہ تعمیر کیا ہے۔ اس دیوار کے مغربی جانب یہود رہتے ہیں، اس کو القدس جدید کہتے ہیں، کسی نے بتایا کہ بیت المقدس سطح سمندر سے دو ہزار تین سو فٹ کی اونچائی پر واقع ہے اس لیے سردیوں میں برف باری ہوتی رہتی ہے۔ جون اور جولائی میں بھی یہاں بہار جیسا موسم رہتا ہے۔

اردگرد کی بستیاں :

بیت المقدس کے اردگرد مندرجہ ذیل بستیاں قابل دید ہیں :

مکمریہ، غزریہ، سورباہر، الدحیہ، قریہ خضر، بیت اللحم، حلقول، خلیل، قریہ

بنی نعیم، دورہ، یطاء، سموع، بنت امر، صوریف، سعیر، الشوع، اریحا، ان بستیوں کے دوکاندار بیت المقدس کے تھوک فروشوں سے سودا لے جاتے ہیں۔ ہر وقت بیت المقدس کے جنگ و تار یک مشقف بازاروں میں ہجوم رہتا ہے، بازاروں میں اکثریت عورتوں کی ہے، مگر یلو ضروریات کی خرید کا بوجھ صعب نازک نے اپنے کاندھوں پر اٹھایا ہے۔ دیہاتی عورتوں کا لباس تو قدرے پردے کا ہے، مگر شہری عورتوں کا لباس بالکل یورپی ہے۔ کالجوں کی لڑکیاں عموماً مرد حجام سے سر کے بال بنواتی ہیں۔ اور لڑکے عورت حجام سے حجامت کرواتے ہیں، مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کے ہمہ گیر سیلاب نے اس مقدس شہر کے مسلمانوں کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی

یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

دینی علوم سے بے تعلقی اور اجنبی تہذیب سے شغف کا کیا حال ہے اسکا کچھ اندازہ اس سے لگتا ہے کہ صرف اردن اور سعودی عرب کے پچاس ہزار نوجوان، فرانس امریکہ اور برطانیہ کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اور دشمنان اسلام کی زہریلی آغوش تربیت میں تمدن و تہذیب سیکھ رہے ہیں۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب

اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

یہ یورپی تہذیب یافتگان اسی فیصد وہاں کی مسکی عورتوں سے شادی کر کے آتے ہیں، ان ایمان اور حیا سوز یونیورسٹیوں سے فارغ شدہ نوجوانوں کو دیکھ کر

بیتہ اور زبان ۲۳۳

چھوٹے بچوں پر بھی انگریزی اور فرانسیسی زبان کا بھوت سوار ہو جاتا ہے، مسجد اقصیٰ کے باہر سکول کے ایک طالب علم نے مجھ سے پوچھا کیا آپ انگریزی بول سکتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، مگر عربی کو میں پسند کرتا ہوں، اس نے کہا مجھے تو انگریزی پسند ہے، میں نے کہا: عربیوں کی تو انگریزی کے ساتھ کچھ مناسبت ہی نہیں، تم ٹی اور ڈی بول ہی نہیں سکتے، وٹ کو وٹ اور ڈو کو دو سے تعبیر کرتے ہو، وقس علیٰ هذا انتہائی صدمہ ہوتا ہے کہ اپنے عرب نوجوان بھائیوں کی صورت دسیرت، وضع قطع، لباس، خور و نوش کے طریقے پور پی استادوں کی طرح ہیں، ان پلید ملکوں سے بندو بیوں میں درآمد شدہ گوشت، مچھلی، بغیر ذبح شدہ مرغ، انڈے، مربے، اچار، پنیر، دودھ، دہی، مکھن و دیگر اشیاء یہاں استعمال ہوتے ہیں، عرب چاول، بھنا ہوا گوشت، پنیر، اچار اور ترشی کی چیزیں بہت پسند کرتے ہیں، جمص یہاں کا مشہور سالن ہے، جو چنے کو پکانے کے بعد خوب پیس کر روغن زیتون اور ترشی کے ملانے سے بنتا ہے۔ یہاں عموماً گھی کی جگہ زیتون کا تیل استعمال کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ تیل گائے کے گھی سے زیادہ منید اور قوت بخش ہے، بعض لوگ تو صبح کے وقت ایک پیالہ روغن علی الدوام پیتے ہیں خالص روغن زیتون یہاں پانچ روپیہ میر ہے، روغن زیتون کی پیداوار قدس اور اس کے آس پاس باغمائے زیتون سے ہے۔ تالیں میں زیتون کے کافی باغات ہیں، ہر قسم کی سبزی یہاں موجود ہے، جو یہاں کی وادیوں میں پیدا ہوتی ہے،، زیادہ تر سبزی اریحا سے لائی جاتی ہے جو یہاں سے تیس کلو میٹر کی مسافت پر جانب مشرق کو ایک بہت بڑا شہر ہے، وہاں تمام زمین ہموار ہے اور دو دراز تک سنگترے، مالٹے، کیلے، سیب، امرود کے باغات ہیں اور سبزیوں سے بھرپور کھیت ہیں (افسوس کہ چند ہی دنوں

تجربہ علم و عرفان ۲۳۵

بعد۔ کھتر کو امن جقات و عیون و لز و ع و مقامہ کردہ و نعمة کائناتہا فاکھن کذلک و اور دنہا قوماً آخرین (الدخان: ۲۸ تا ۲۵) (کتے باغات اور خوشے تھے جو یہ لوگ چھوڑ گئے۔ کھیت اور شاندار مکانات اور عیش کے کتے سامان جن میں وہ حرے کر رہے تھے، ان کا انجام اسی طرح ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا وارث ایک دوسری قوم کو بتادیا) کا دلخراش منظر پیش آیا۔ العظمة للہ۔ (س)

یہاں بکرے کا گوشت بارہ روپیہ میر ہے گائے کا گوشت شاذ و نادر ہوتا ہے بھینس تو میں نے تمام اردن میں نہیں دیکھی۔ پھلوں کے سیزن میں انگور، انجیر، آٹھ آنے میر ملتے ہیں اور خشک انجیر دس آنے میر۔ تمام لوگ روٹی بازاروں سے خریدتے ہیں۔ جو (فرن) مشینوں سے پکائی جاتی ہیں، ایک کلو (سیر) روٹی ایک روپے میں ملتی ہے، بیت المقدس میں کنگھی، پن، ماچس، بسکٹ، ٹافیوں اور پلاسٹک کے سامان کے معمولی کارخانے موجود ہیں، یہاں زیتون کی لکڑی سے مختلف قسم کے تحائف بنائے جاتے ہیں جو یہاں کے لوگوں کے لیے معقول آمدنی کا ذریعہ ہیں، آپ ہر گلی میں ان تحائف کی دوکانیں دیکھیں گے، تسبیح، صلیبی نشانات، اونٹ، گھوڑے، کتے، آدمیوں اور دیگر حیوانات کے چھوٹے چھوٹے مجسمے بنائے جاتے ہیں جن کو یورپی سیاح بڑے قیمت سے خریدتے ہیں اور ان مجسموں کی شرعی قباحت کا کسی کو بھی احساس تک نہیں کہتے ہیں کہ یہ تو کاروبار ہے اس میں شریعت کا کیا دخل۔

اردن کے لوگوں کی مالی حالت اچھی ہے مزدور کی (یومیہ) مزدوری چودہ روپیہ روزانہ ہے، پولیس کا سپاہی اور فوجی کی تنخواہ چھ سو ماہوار ہے، پیش امام کی تنخواہ آٹھ سو سے ایک ہزار تک ہے، خطیبوں کی تنخواہ بارہ سو سے پندرہ سو تک ہے، اونٹنی طبعی کے افراد کی تنخواہیں تو بہت ہی زیادہ ہیں یہاں صحافت شاہی حکومت کے کنٹرول میں ہے۔ ایک ادارہ ادارۃ التحریر کے نام سے قائم ہے جس کی اجازت کے

غیر اخبارات ایک حرف بھی شائع نہیں کر سکتے، اتفاقاً ہمیں (پاکستانی حجاج کے ساتھ) سعودی دیزا حاصل کرنے میں اردنی حکومت کے تعاون اور حسن سلوک کے سلسلے میں شکر یہ ادا کرنے کے لیے اخبارات کے دفاتر میں جانا پڑا، بیت المقدس سے شائع ہونے والے تینوں اخبارات، فلسطین، الدفاع اور النجہاد کے ایڈیٹروں نے ہمدردی کی اور ہمیں مشورہ دیا کہ ادارۃ التحریر سے اجازت حاصل کر لیں، ان کی بازت کے بغیر ایک حرف بھی شائع نہیں ہو سکتا، اب آئیے آپ کو بیرونی مشاہد مقامات عزیز، بیت اللحم وغیرہ کی طرف لے چلوں۔ (ایمان الحق اگست ۱۹۶۷ء)

نگ سے چند دن قبل کے مشاہدات :

بیت المقدس میں چند روز قیام کے بعد مضافات اور ضواحي قدس دیکھنے کا عزم لیا۔ بستر زاویہ ہند میں ساتھیوں کے پاس چھوڑا اور گرم کپل اپنے ساتھ لے لیا۔

زمیر یہ :

موقف الباصات (بس سٹینڈ) سے عزیر یہ تک بس میں کرایہ ایک گرش لینے لگا جو یہاں سے دو گلو میٹر کی مسافت پر جانب جنوب مشرق میں ایک حسین و جمیل سبہ ہے، حضرت عزیر علیہ السلام کی قبر اس بستی کے درمیان ایک جامع میں واقع ہے۔ صحن سطح زمین سے دس گز نیچے ہے، مجاور سے ہم نے وضو کرنے کے لیے پانی یافت کیا اس نے کہا وہ سامنے کنواں ہے، اس سے پانی حاصل کر لیں، دیکھا تو پانی بگڑ گیا مسافت پر تھا، آدھی ہاتھ لبا کر کے لوٹا بھر سکتا ہے، پہاڑی پر پانی کی یہ بات قابل تعجب ہے، مسجد محضرہ کے جانب شمال میں بھی دو تین کنوئیں تھیں مگر وہاں آؤ حاکم تین گز کی مسافت پر تھا۔ قبر پر یہ کلمات درج ہیں :

ہذا ضریف نبی اللہ عزیر علیہ السلام یہ عزیر علیہ السلام کی قبر ہے، اس جامع کے محراب میں یہ آیت جاذب نظر خط سے نقش ہے :

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَدْحٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَٰذَا اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا قَالُوا اللَّهُ يَأْتِي بِنُورٍ بَعْدَ بَعْثٍ۔ (البقرة: ۲۵۹)

یاقم نے اس جیسے شخص کے واقعہ پر غور کیا جس کا ایک بستی پر ایسے وقت گزر ہوا جب وہ چھتوں کے بل گری پڑی تھی۔ اس نے کہا: اللہ اس بستی کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا، پھر اللہ نے اس شخص کو سو سال کے لئے موت دی اور اس کے بعد زندہ کر دیا۔

هذه الآية نزلت في حق صاحب هذا المقام۔

اے محمد مصطفیٰؐ کیا آپ نے اس شخص کا واقعہ نہیں سنا جو اس شہر (بیت المقدس) پر گزرا جبکہ یہ شہر مسمار ہو گیا تھا، بولا اللہ تعالیٰ اس شہر کو کیسے زندہ کرے گا پس اللہ تعالیٰ نے اسکو سو برس مردہ رکھ کر دوبارہ زندہ کیا، یہ آیت صاحب روضہ (عزیر علیہ السلام) کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے روضہ کے گرد و پیش، رومیوں اور عبرانیوں کے متعدد بڑے گرجے ہیں۔ خاص کر وہ گرجا قابل دید ہے جو روضہ کے جانب مشرق متصل ہے اس گرجے کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ عزیر علیہ السلام کی رہائش گاہ تھی، اس گرجہ میں زمین دوز پرانے مکانات ہیں جو قدامت اور مروایام کی وجہ سے بوسیدہ ہو گئے ہیں، اس قدیم تہہ خانہ کی کھدائی کا کام شروع ہے اس میں مزید تہہ خانوں کے برآمد ہونے کا سراغ لگایا گیا ہے۔ اس تہہ خانہ میں روغن زیتون نکالنے والا وہ آلہ

ابھی تک موجود ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عزیر علیہ السلام کے عہد مبارک کا ہے۔ عزیر یہ سے ہم مکہ یہ تک زیادہ روانہ ہوئے، راستہ میں سگریٹ سازی کا ایک بڑا کارخانہ دیکھا۔ مکہ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے یہاں سے شہر بیت المقدس صاف نظر آتا ہے۔ حضرت عمرؓ اسی راستے سے تشریف لائے تھے، مکہ یہ سے بیت اللحم تک بس میں سوار ہوئے۔ بیت المقدس سے بیت اللحم تقریباً دس کلومیٹر ہے اور کرایہ تین گرش ہے۔ اگر درمیان میں یہودیوں کا متبوضہ علاقہ نہ ہوتا تو مختصر راستہ چار کلومیٹر ہے، راستہ میں ”سورباہر“ قصبہ دیکھا یہاں کی شاندار جامع مسجد قابل دید ہے۔

بیت اللحم :

یہ بہت بڑا شہر ہے یہاں عیسائیوں کی اکثریت ہے یہ شہر پہاڑ پر واقع ہے یہاں کے دلکش خوبصورت مکانات صاف و شفاف سڑکوں، راستوں اور چاروں طرف حد نگاہ تک پھیلے ہوئے سرسبز شاداب باغات نے اس شہر کی رونق کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ شہر کے باہر آپ جہاں بھی نظر ڈالیں گے آپ کی نگاہیں سبزہ دانگوری پر پڑیں گی، نیچے تمام وادیاں، انجیر، زیتون، انگور، نارنج، سرو، خرمانی، آلوچہ کے درختوں سے لبریز ہیں، اوپر پہاڑوں کو دیکھیں تو وہاں بھی باغات کا سلسلہ قائم ہے۔ بیت اللحم میں تین مقدسات ہیں۔ کنیت المہد، جامع عمرؓ، قبر راحیل علیہا السلام۔

کنیت المہد :

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی جسکے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ (مریم ۲۳) (پس لے آیا اس کو دردِ طرفِ تنے درخت خرما کے) پھر لے آیا حضرت مریمؑ کو دردِ

ایک کھجور کے تنے کے پاس۔

مجھے ساتھی نے کہا: یہاں چشمہ اور کھجور کہاں ہیں میں نے کہا یہ تو ضروری نہیں کہ اب تک وہ کھجور اور چشمہ باقی رہیں اگر قرآن مجید کے لفظ سَرِيًّا کا معنی سردار لیا جائے (جیسا کہ بعض مفسرین فرماتے ہیں) قد جعل ربك تحتك سَرِيًّا اسے مریم تیرا پروردگار تجھ کو ایک بڑا سردار (عسلی بخشنے والا ہے) تو چشمہ کے موجود نہ ہونے کا کوئی اشکال باقی نہیں رہتا، اور اگر سَرِيَّا کا معنی چشمہ لے لیں تو بقول مفسرین یہ چشمہ اور کھجور بطور کرامت موجود ہو گئے تھے تاکہ حضرت مریمؑ ان امور خارقہ للعادۃ کو دیکھ کر مطمئن ہو جائے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس خشک زمین پر چشمہ نکالا اور اس خشک درخت پر کھجوریں لگا دیں وہ مجھے بھی بطور خرق عادت پٹا دینے پر قادر ہے۔

کنیت المہد مسیحیوں کے تصرف میں ہے انہوں نے یہاں عظیم الشان بڑھکودہ جرج تعمیر کیا ہے جسمیں سینکڑوں سونے کے چھوٹے جھاڑ فانوس اور کٹورے لٹکائے گئے ہیں، مسیح علیہ السلام کی پیدائش گاہ کو مصنوعی تاریکیوں میں گھیر دیا ہے، عیسائی کے اکثر و بیشتر عبادت خانوں میں جعلی تاریکی پیدا کرنے کے لیے جابجا دیواروں پر سیاہ غلاف لگا دیئے گئے ہیں اور بجلی کی روشنی سے ان مراکز کو محروم رکھا گیا ہے، یہاں بھی تمام دیواریں تصویروں سے بھری پڑی ہیں، جس جگہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی ہے، وہاں مسیحی نذرانے اور شکرانے رکھتے ہیں۔

جامع عمرؓ :

اس کنیت المہد کے سامنے جامع عمرؓ ہے یہ مجدد و منزلہ ہے، حضرت عمرؓ نے

اس جامع کی بنیاد رکھی ہے، انہوں نے یہاں کنیسۃ المہمد دیکھنے کے بعد نماز پڑھی تھی۔

قبر راحیل :

یوسف علیہ السلام کی والدہ محترمہ بی بی راحیل علیہا السلام کی یہ قبر شہر کے جانب مغرب ہے مقبرہ کے دروازے کے پاس یہ قبر واقع ہے یہاں سے پچاس قدم کے فاصلہ پر وہ چوک ہے جہاں قریہ خلیل کو جانبداری بسیں ٹھہرتی ہیں، اس چوک کے کنارے ایک دوکان سے میں کھجور خریدنے گیا۔ دوکان میں دوکاندار کی بیوی موجود تھیں۔ میں نے آدمی سے کہا کہ دو گرش کی کھجوریں دے دو، اس نے مجھے کھجوریں دیں اسکی بوڑھی بیوی نے مجھے ایک ٹاسیب دیا، میں نے کہا اس کی کیا قیمت ہے وہ کہنے لگی، بلاش میں بلاش کے کلمہ کو نہیں سمجھ سکا، میں نے پوچھا: ما معنی بلاش اس نے کہا جاننا، ای ہلا قیمۃ ہدیۃ منی سوچنے کے بعد معلوم ہوا کہ بلاش بلاشی سے مخفف ہے۔ بوڑھی کے اصرار پر میں نے وہ سیب لے لیا وہ بہت خوش ہوئی۔

قریہ خلیل :

بیت المقدس سے ۳۵ کلومیٹر اور بیت اللحم سے ۳۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے بیت اللحم سے خلیل تک تمام پہاڑی علاقہ باغات سے معمور ہے اور معلوم نہیں خلیل سے لے کر کہاں تک باغات کا یہ پیہم و مسلسل سلسلہ قائم ہے، ہمارے ساتھ حوٹہ کی اگر ٹھہری اور حسی برکت دیکھنا چاہیں تو حرم ابراہیمی کے اس ماحول کو آکر دیکھیں ہم نے شام کی سرسبزی و شادابی اور پھلوں کی بہتات کے متعلق ضرور سنا تھا اور پڑھا تھا مگر آج اللہ تعالیٰ نے اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا شرف بھی عطا فرمایا۔ واقعی شنیدہ کہے بود مانند

دیدہ۔ سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہے۔ ہمارے علاقہ کی زرخیز زمین میں ہر بمشکل انگور کا درخت لگتا ہے، یہاں پتھروں کے ڈھیروں میں انگور کے گنجان باغات ہمارے کھدے حوالہ کی زندہ جادید حسی تفسیر نہیں تو اور کیا ہے۔ راستہ میں بہت سے چھوٹے قصبے دیکھنے میں آئے جن میں بطریق، الدھیضہ اور قریہ خضر بہت خوبصورت ہیں۔ قریہ خضر کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں خضر علیہ السلام کی قبر ہے۔ شوق ہے کہ وہاں ہی پر اس جگہ کے دیکھنے کے لیے اتروں۔ اکثر صوفیا اور محدثین کی رائے ہے کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں، روایات میں جو پیشگوئی وارد ہے کہ دجالی فتنہ کی سرکوبی کے لیے جو نوجوان مدینہ سے نکلے گا اور مدینہ کے میدانوں میں دجال سے مقابلہ کرے گا، دجال اپنی خدائی ثابت کرنے کے لیے لوگوں سے کہے گا کہ میں اس نوجوان کو قتل کر کے دوبارہ زندہ کروں تو میری خدائی کا اقرار کر لو گے، چنانچہ دجال اس نوجوان کو قتل کر کے دوبارہ زندہ کر دے گا، یہ نوجوان ہنس کر بولے گا اب مجھے تو قتل نہیں کر سکتا کیونکہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ دجال دوبارہ قتل کرنے سے قاصر ہوگا۔ دجال اس نوجوان کو دوبارہ قتل کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرے گا مگر ناکام ہو کر یہاں سے بھاگ جائے گا (یہ دجال کے ساحرانہ کرشموں کا آخری کرشمہ ہوگا اور یہ شکست اس کے فرار اور فنایت کا باعث ہوگا) حدیث میں جس نوجوان کا ذکر ہے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ خضر علیہ السلام ہوں گے۔ امام بخاری و بعض دیگر محدثین کی عبارت سے خضر علیہ السلام کی وفات معلوم ہوتی ہے، ممکن ہے کہ یہ خضر علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ ہو اور اس وجہ سے قریہ خضر علیہ السلام سے موسوم ہو۔

ہم عصر کے وقت قریہ خلیل پہنچے، حرم ابراہیمی بس سٹینڈ کے قریب ہے، حرم

ابراہیمؑ اس احاطہ کا نام ہے جہاں ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اسباط و اولاد کی قبور ہیں، اس جگہ کو مدفن انبیاء اور غار انبیاء بھی کہتے ہیں، ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان تینوں کی ازواج مطہرات اور یوسف علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کی قبریں یہ خانہ میں ہیں۔ اس تہہ خانہ کے اوپر ایک مسجد تعمیر کی گئی ہے، ترکی دور حکومت میں سلطان عبدالحمید خان نے اس مسجد میں توسیع کر کے ازسرنو عايشان جامع مسجد کی شکل میں تعمیر کیا ہے۔ بانی کا نام اور تاریخ تعمیر مندرجہ ذیل اشعار میں ذکر ہے جو جامع کے اندرونی دروازہ پر کندہ ہیں:

عبد الحمید لہ المآثر محمد
دیامرہ هذا البداء جُددت
قاللہ یمنحہ الذی یرقی بہ
ان تسئلن عن ظلّ عصر اذخُن
(۱) سلطان عبدالحمید خان کے مناقب قابل ستائش ہیں، اور نیک مساعی کی نسبت ہمیشہ ان کی طرف ہوتی ہے (۲) اسکی فرمائش پر خلیل کی اس بلند پایہ مسجد کی عمارت کی تجدید کی گئی (۳) اللہ تعالیٰ اس کو طویل زندگی بخشے جس میں وہ کرم گستری کر سکے۔ (۴) اگر آپ تاریخ تعمیر دریافت کرنا چاہتے ہیں تو ابجدی کلمات میں اسکی تاریخ غلطہ عبدالحمید ۱۳۱۳ھ لا محذور ہے۔

اس تہہ خانہ میں اندر جانے کی اجازت نہیں ہے کہا جاتا ہے کہ اس میں ہزاروں پیغمبروں کی قبریں ہیں کہ اکثر پیغمبروں نے اپنے ورثہ کو وصیتیں کی تھیں، کہ ہمیں غار انبیاء میں دفن کر دیا جائے جیسا کہ یوسف علیہ السلام مصر میں وفات پائے، مگر انہوں نے وصیت کی تھی کہ میری لاش کو اپنے اباؤ اجداد کے مقبرہ کے پاس

لے جانا، مصر اور خلیل کے درمیان اتنی زیادہ مسافت نہیں مگر بد قسمتی سے بنی اسرائیل کے مقبوضہ علاقہ نے خشکی کے اس راستہ کو معطل کر دیا ہے۔

اوپر مسجد میں صرف سات قبروں کے نشانات لکڑی سے بنائے گئے ہیں، ہر قبر کی اونچائی سات فٹ اور لمبائی تیرہ فٹ اور چوڑائی پانچ فٹ ہے، محراب کے دو گز کے فاصلہ پر حضرت اسحاق علیہ السلام کی قبر ہے اور اس کے بالمقابل بائیں طرف ان کی بیوی سیدہ رفیقہ کی قبر ہے ان قبروں کی جانب شمال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا روضہ ہے، حضرت خلیل الرحمن ابراہیمؑ کی یہ قبر تمام روئے زمین میں دوسری قبر ہے جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، رحمت کائنات حضرت محمد ﷺ کے روضہ مطہرہ پر تو سب متفق ہیں، لیکن روضہ ابراہیمؑ میں بھی اکثر علماء کا اتفاق ہے، ان دو مقدس قبروں کے علاوہ دیگر انبیاء کرام کے مدفن مختلف فیہ ہیں، مثلاً آدم علیہ السلام کی قبر سراندیپ میں بھی بتائی جاتی ہے اور عراق میں دریائے دجلہ کے کنارے بھی، اور اسی مدفن انبیاء میں بھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر سے بائیں طرف حضرت سارہؑ کی قبر ہے، یعقوب علیہ السلام اور انکی بیوی لائقہؑ اور یوسف علیہ السلام کی قبور مسجد کے شمالی حصہ میں ہیں، اوپر سے تہہ خانہ دیکھنے کے لیے مسجد میں چھ سات چھوٹے سوراخ چھوڑ دیئے گئے ہیں، میں نے دیکھا تو نیچے ایک مدہم چراغ جل رہا تھا، تاریکی کی وجہ سے کچھ نہ دیکھ سکا، یہ چراغ خادم جلاتے ہیں، ان سوراخوں پر آپ اپنا چہرہ رکھیں تو تہہ خانہ سے آتی ہوئی ٹھنڈی خوشبودار ہوا محسوس کریں گے۔

اس مسجد اور روضہ ابراہیمؑ کے بارے میں مجھے حضرت شیخ الحدیث مولانا

ذکر یا صاحب کی کتاب فضائل حج کا ایک قصہ یاد آیا جو انہوں نے علامہ قسطلانی کی کتاب مواہب لدنیہ سے نقل کیا ہے، شیخ ولی الدین عراقی کا بیان ہے کہ میرے والد شیخ زین الدین عراقی اور شیخ عبدالرحمان بن رجب حنبلی دونوں حضرات ابراہیم علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے گئے۔ جب قریہ غلیل کے قریب پہنچے تو ابن رجب حنبلی نے کہا میں نے تو مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت کر لی، تاکہ حضور ﷺ کی روایت: لا تشد الرحال الا لثلاثة مساجد سے مخالفت نہ ہو، میرے والد زین الدین عراقی نے ابن رجب کو جواب دیا کہ آپ نے تو حدیث کی مخالفت کر لی اس لیے کہ آپ نے ان تینوں مسجدوں کے سوا دوسری مسجد میں نماز پڑھ لی، حدیث میں تو صرف مسجد الحرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کا ذکر ہے۔ میں نے تو حدیث رسول ﷺ پر عمل کیا، حضور ﷺ فرماتے ہیں: کنت نھمتکھ عن زیارة القبور الا فودھا (میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا سوا اب فودھا)۔

در حقیقت انبیاء کرام اور صلحاء امت کی قبور کی زیارت مستحسن امر ہے، چونکہ ابتداء اسلام میں لوگ بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہوئے تھے۔ اس لیے حضور ﷺ نے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا کہ مبادا کہیں قبر پرستی کا شکار نہ ہو جائیں۔ جب مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور توحید کا عقیدہ راسخ ہوا تو پھر قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی گئی۔ اور بعض روایات میں تو زیارت قبور کا فائدہ بھی ذکر کیا گیا ہے فلنھا تذکر الأخرۃ کہ قبروں کی زیارت کا مقصد یہی ہے کہ ان سے آخرت کی یاد تازہ ہو جائے۔ قبروں سے مرادیں نہ مانگیں۔ جیسا کہ بعض لوگ قبروں پر جا کر غلاف بوسی، قبر پرستی و دیگر خلاف شرع امور کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اہل قبور کو قاضی الحاجات

اور مشکل کشا سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے زیارة القبور ممنوع ہے اور ان کی تباہی و گمراہی کا باعث ہے۔ لاشد الرحال میں نمی فقط ہے یعنی قلیل ثواب حاصل کرنے کے لیے دور دراز مسجدوں میں نماز پڑھنے کی خاطر بیشمار مشکلات سفر اٹھانے کی کیا ضرورت ہے، جیسا کہ متحدہ الوداع پڑھنے کے لیے دہلی کی جامع مسجد میں دور دراز سے مرد اور عورتیں حاضر ہوتی ہیں۔ بے پناہ ہجوم کی وجہ سے بے پردگی، ناجائز امور اور کئی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نیز لاشد الرحال میں مستغنیٰ امہ امام احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق اہل مسجد ما ہے جو مسند احمد میں ہے اور جس کو صاحب فتح الباری اور علامہ عینی نے نقل کیا ہے۔ لا یتبغی للمصلی أن یشد الرحال الی مسجد یمغی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ و مسجدی یعنی نمازی کو مناسب نہیں کہ وہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی خاطر سفر کرے ماسوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، اور مسجد نبوی کے (اگر سنتی منہ عام ہو اور لاشد الرحال الی مکان ما مراد لیا جائے تو پھر تجارت، سیاحت، جہاد اور طلب علم کے لیے بھی سفر ناجائز ہو جائے گا، (ماخوذ از افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دوران درس ترقی شریف مع اختصار) ۱

روضہ ابراہیم کے دروازہ پر مقام ابراہیم من دخله کان آمناً سلام علی ابراہیم اور اس کے نیچے یہ اشعار درج :

عطفاً لخلیل اللہ أرجوا نظرة أرقی بها العلیا فی الدارین

اگر وہ نوازش الہی خدا کے دوست ایک نگاہ کا امیدوار ہوں جس کے ذریعہ میں دارین کی بلند یوں پر فائز ہو جاؤں۔

أصبحت محسوباً وعبداً خاضعاً ومفاعراً فی خدمة الثقلین

میں آپ کا خدمتگار غلام ہوں اور اس وجہ کی خدمت کرنے پر فخر کرنے والا ہوں۔

دعوتِ عبدک سمعی لا یرتجی الا رضاک ولمعة بالعين
اے آقا! ”ورولش“ آپ کا غلام ہے جو آپ کی رضامندی اور آنکھوں کی ایک نظر کا
امیدوار و طالب ہے۔

أسعفه فی سرّ وجهه غیراً أنت الغفور علیہ فی العالمین
از روئے غیرت آپ اس کے مطالبہ کو قبول فرما آپ ظاہر و باطن کے دونوں حالات
میں بہت بڑے غفور ہیں۔

وعلیک مع سکّان غارک دائماً ابھی صلوات اللہ فی الکونین
آپ پر بعد سا کائناتِ غار ہمیشہ کے لیے خداوند قدوس کی تروتازہ و عمرہ رحمتیں دنیا
و آخرت میں نازل ہوتی رہیں۔

اہل خلیل کی پیاری باتیں :

قریہ خلیل کی آبادی تیس ہزار سے متجاوز ہے، خلیل کا قدیمی نام حبرون ہے۔ جو بعد میں ابراہیم خلیل اللہ کی نسبت سے قریہ خلیل سے مشہور ہو گیا ہے۔ یہاں کے لوگ انتہائی خوش خلق اور دیندار ہیں، یہاں کے عربوں میں وہی اخلاق پائے جاتے ہیں جو انکے آباؤ و اجداد کے متعلق کتابوں نے بیان کئے ہیں۔ حرمین شریفین کے بعد تمام بلادِ عربیہ میں یہ واحد بستی ہے جس میں نہ مسجدیں ہیں اور نہ مسیحیوں کے مدارس و کنائس، نہ یہاں سینما ہے اور نہ فحاشی و عریانی کے ایمان سوز مناظر جس جگہ بھی آپ جائیں وہاں کے باشندے آپ کو اہلاً و سہلاً سے خوش آمدید کہیں گے۔ ویسے تو اردن کے تمام باشندے پاکستانیوں سے بڑی محبت رکھتے ہیں، پاکستانی فوج اور

پاکستانی عوام کی جرأت و شجاعت کی داد دیتے ہیں، مگر خلیل کے باشندے فلسطینی اور حلیم المراجی میں سب سے آگے ہیں، واقعی یہ اہل خلیل ہیں، عربوں کی فصاحت اور بلاغت اور طاقت و زبان کا اندازہ یہاں آکر محسوس ہوتا ہے، آپ اگر کسی کو السلام علیکم کہیں گے تو جواب و علیکم السلام مع السلامة اہلاً و سہلاً یا مرحباً

سنیں گے، معصوم بچے پیاری زبان سے مرحبا یا حاج پاکستانی کہتے ہوئے بہت محبوب نظر آتے ہیں، اگر آپ نے کسی معصوم بچے کو شکر ا کہا تو فوراً اس کے جواب میں غصا کہے گا اور بڑوں سے بھی عفو یا لا شکر علی الواجب سنیں گے۔ انت موقق، انت مغفور، انت مقبول، یہ ان کے پیارے کلمات ہیں، زیادہ محبت کے اظہار کے لئے اہلین اور مرحمتیں استعمال کرتے ہیں بعض تو یا مائدہ مرحباً بھی کہہ لیتے ہیں، گا کہ دوکاندار کے پاس اگر روزانہ کئی دفعہ آئے تو السلام علیکم کہے گا اور دوکاندار اہلاً و سہلاً سے جواب دے گا اگر کوئی غصہ میں آجائے تو دوسرا اس کو صل علی النبی کہہ کر اس کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیگا۔ آپ وضو سے فارغ ہو جائیں تو آپ کو زمرم یا مزرم کہیں گے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو زمرم کا پانی پلائے اس کے جواب میں آپ جمعاً یا اجمعین کہیں گے۔ آپ نماز سے فارغ ہو جائیں تو آپ کو حرماً یا تعقل اللہ کی دعا کریں گے، یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو حرم مکہ میں نماز پڑھنے کی سعادت بخشے۔ اس کے جواب میں بھی آپ جمعاً یا معکم کہیں گے۔ صبح کے وقت صباح الخیر کہیں گے، اس کا جواب آپ صباح النور سے دیں گے، شام کے وقت مساء الخیر اور جواب مساء النور ہوگا۔ پانی پئیں تو آپ کا ساتھی ہمیشہ کہے گا آپ ہتاکم اللہ کہیں گے، آپ اگر کسی ہوٹل میں چلے جائیں تو بیٹھے ہوئے

سائن قدرتی طور پر لذیذ اور نہ لطف ہیں۔ قریہ خلیل سے قریہ بنی نعیم چھ کلومیٹر ہے یہاں لوط علیہ السلام کی قبر ہے یہ ایک معمولی بستی ہے یہاں سے ”دورہ“ دس کلومیٹر ہے، نوح علیہ السلام کا مزار یہاں بتایا جاتا ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی قبر عراق میں ہے۔ خلیل سے واپسی پر ”حلول“ کی بس میں بیٹھے، حلول تقریباً دس میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، اس میں یونس علیہ السلام کی قبر ہے، جو متصل گمراہوں کی تحویل میں ہے ہم نے اہل خانہ سے اجازت مانگی ایک عورت نے دروازہ کھولا ہمیں اندر جانے کی اجازت دی اور وضو کے لیے کنوئیں سے پانی نکالا جو دوڑیڑھ گز کے فاصلہ پر ہوگا۔ قبر پر یہ آیت لکھی گئی ہے: فَتَدَاوِي فِي الظُّلُمَاتِ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ۔ (انبیاء: ۹۸) (بس پکارا بیچ اندھیروں کے یہ کہ نہیں کوئی معبود مگر تو، پاکی ہے تجھ کو تحقیق میں تھا ظالموں میں)

یہاں سے کچھ فاصلہ پر حضرت یعقوب علیہ السلام کے توام (جزواں) بھائی (جو پیغمبر تھے) کی قبر ہے۔ عبداللہ بن مسعود کی قبر بھی یہاں بتاتے ہیں اور حضرت ایوب علیہ السلام کی قبر بھی۔

قریہ حلول کے سامنے قریہ بیت عمر ہے جو سامنے دکھائی دیتا ہے اس میں حضرت یونس کے والد محترم نبی مٹی علیہ السلام کا روضہ ہے حلول میں ہم اتفاقاً ایک جنازہ میں شریک ہوئے۔ قبرستان میں پہلے سے قبر تیار تھی چونکہ یہ پہاڑی علاقہ ہے اس لیے بروقت قبر کھودنا مشکل ہے تدفین کے بعد تمام لوگ قبرستان سے نکل کر دو صفوں میں کھڑے ہو گئے ایک صف والے ترتیب وار آتے اور دوسری صف والوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے مصافحہ کرتے وقت زبان سے یہ کلمات کہتے جاتے تھے۔

عظمہ اللہ أجرک وأعطاک الصبر والسکون، خدا آپ کو اجر جزیل اور صبر و تسلی بخشے، ایسا وہ صف میت کے خویش و اقارب پر مشتمل تھی اور بالمقابل کی صف میں گاؤں اور آس پاس کے لوگ تھے جو رخصت لیکر چلے گئے ہمارے علاقہ میں غلط رواج ہے۔ میت کے ورثہ خواہ کتنے غریب ہوں مگر وہ سووی یا غیر سووی قرضہ سے جنازہ میں شریک ہونے والوں کے لیے کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔

حلول سے ہم قدس کی بس میں بیٹھے، واپسی پر قریہ خضر میں اترنے کا ارادہ تھا مگر بارش کی وجہ سے یہ ارادہ ترک کرنا پڑا بس کے کلینر نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے پاکستان میں عورت کا مہر بہت کم ہے میں نے کہا پاکستان کے مختلف علاقوں میں مختلف مقدار میں مہر دیا جاتا ہے، تاہم عام طور پر پانچ سو روپیہ سے ایک ہزار تک مہر ہے اس نے کہا یہاں ایک سو دینار (دو ہزار روپیہ) مہر منجمل (نقد) ہے اور ڈیڑھ سو دو سو دینار (تین چار ہزار روپیہ) مہر غیر مؤجل ہے (یعنی خاوند کے ذمہ ہے جب بھی خاوند کی استطاعت ہو وہ عورت کو ادا کرے گا، اس نے کہا کہ مہر کی گمرانی نے بہت سے نوجوانوں کو شادی کے انتظار میں بوڑھا کر دیا ہے۔ اور کئی نوجوان لڑکیاں تجرد کی زندگی بسر کرتے کرتے سر کے بال سفید کر چکی ہیں، میں نے کلینر کو بتایا کہ یہی حالت وہاں بھی ہے۔ (ماہنامہ الحق اکتوبر ۱۹۶۷ء)

عشاء کے وقت ہم واپس بیت المقدس پہنچے مسجد محضرہ کے چاروں طرف بلند کھمبوں میں مرکزی بلب گنبد محضرہ کے بالمقابل نصب ہیں ان کی روشنی مسجد محضرہ پر پڑنے کی وجہ سے رات کے وقت یہ سنہری گنبد دور دوراز سے چمکتا ہوا نظر آتا ہے، مگر یہ سے رات کے وقت بیت المقدس کا نظارہ بھی عجیب دلکش ہے۔ جہ

کی نماز مسجد محرمہ میں پڑھی، یہاں کے قاضی القضاۃ استاد عبد اللہ خوشہ نے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق پر تقریر کی، استاد عبد اللہ خوشہ قدس کا باشندہ ہے اور عمان کے محکمہ قضاء کا بڑا قاضی ہے۔ اور خطبہ غالباً یہاں کے بڑے عالم یا سین صادق الہامی نے دیا۔ قاضی عبد اللہ خوشہ کے ساتھ میری ملاقات عمان میں ان کے محاکمہ شرعیہ کے دفتر میں ہوئی تھی۔ مجھے پاکستانی سفارت خانہ کے چیف سیکرٹری نے کہا مجھے قاضی عبد اللہ خوشہ سے ضروری کام کے سلسلہ میں ملنا ہے، آپ میری ترجمانی کریں۔ چنانچہ میں نے ان کی خوب ترجمانی کی۔ قاضی صاحب بہت خوش ہوئے اور مجھ سے پاکستان کے احوال و کوائف کے بارے میں پوچھنے لگے۔ دینی مدارس اور علماء کرام کے حالات سے حدودِ حجہ خوش ہوئے اور دعائیں دینے لگے۔

اریحا :

جمعہ کی نماز کے بعد ساتھیوں نے اریحا جانے کا پروگرام بنایا، جمعہ کی وجہ سے اڈہ پر اچھا خاصا ہجوم تھا، جمعہ کی نماز کے لیے آس پاس کے دیہات کے لوگ مسجد اقصیٰ آتے ہیں۔ بمشکل عصر کے وقت ہمیں اریحا کی ایک بس میں جگہ ملی، اریحا بیت المقدس سے ۳۵ کلومیٹر شمال مشرق کی طرف واقع ہے، ہماری بس جب جبل زیتون کے دامن میں جا رہی تھی تو ہم آخری ٹکا ہوں سے مسجد محرمہ اور مسجد اقصیٰ کی مقدس عمارت کو دیکھ رہے تھے اور ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد پہاڑوں کی وجہ سے بیت المقدس کی آبادی ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی اب ہماری بس اس سڑک پر جا رہی تھی جس پر ہم عمان سے بیت المقدس آئے تھے، بس نے جب ۲۸ کلومیٹر کی مسافت طے کی تو پہاڑی راستہ ختم ہوا۔

آگے سڑک کے دونوں طرف دو بورڈ نظر آئے ایک پر اریحا اور دوسرے پر ضرع نبی موسیٰ علیہ السلام مکتوب ہے، سید می سڑک عمان تک جاتی ہے، سڑک سے جانب جنوب موسیٰ علیہ السلام کی قبر ایک میل دور ہے، جانب شمال کو یہ راستہ اریحا کا ہے اس موڑ سے اریحا سات کلومیٹر کی مسافت پر ہے، چونکہ ہمارے ساتھ بسترے اور سامان تھا اس لیے ہم کو یہاں اترنا باعث تکلیف تھا، ہم بس سے سیدھے اریحا چلے گئے۔ سامان کے پاس اڈہ پر ایک ساتھی کو چھوڑ کر ہم مغرب کی نماز کیلئے مسجد چلے گئے، یہ مسجد عمر کے نام سے مشہور ہے اس کو جامع عمر کہتے ہیں، نماز پڑھ کر ہم اڈہ پر واپس آ گئے، مالک اڈہ سے میں نے ہوٹل کے بارہ میں دریافت کیا کہ ہم رات گزارنے کے لیے کسی ہوٹل میں کمرہ کے متلاشی ہیں، اس نے کہا میرے اس دفتر سے ہوٹل کا کمرہ تو اچھا نہیں ہوگا، یہاں رات گزاریں، سامان کے نقل و حمل سے بھی بچ جائیں گے۔ اس نے ہمیں اپنے دفتر کی چابی دیدی، حسن خلق اور مہمان نوازی کے یہ مظاہرے اردن میں قدم قدم پر دیکھنے میں آئے۔ افسوس کہ عربوں کی خوبیوں سے عموماً صرف نظر کیا جاتا ہے، عشاء کی نماز ہم نے ایک اور مسجد میں پڑھی جو اڈہ کے قریب ہے۔ یہاں تمام اریحا میں صرف دو مسجدیں ہیں اس مسجد میں دو نابینا حافظ ہیں جو ہماری باتوں کو سن کر ہم سے پوچھنے لگے کہ تم پاکستانی ہو؟ میں نے کہا آپ نے ہمیں کیسے پہچانا، انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ یہاں پاکستانی آئے تھے وہ بھی آپ جیسی باتیں کر رہے تھے انہوں نے کہا اڈہ ہمارے ساتھ کچھ وقت کیلئے مسجد میں بیٹھ کر پاکستان کے احوال سے ہمیں محفوظ کرائیں، ایک نابینا حافظ قریہ خلیل کا باشندہ تھا، دوسرا قدس کا۔ انہوں نے ہمیں قرآن مجید کی تلاوت سنائی اور میرا پتہ نوٹ کر لیا، کہنے لگے ہم پاکستان

دیکھنے ضرور جائیں گے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیسے پاکستان دیکھ سکیں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے عراق، حجاز، سورہ لبنان، ترکیا کے ممالک دیکھے ہیں، اب صرف افغانستان و پاکستان دیکھنے کی خواہش ہے

اریحا تاریخی نقطہ نظر سے اہم شہر ہے، بعض مفسرین اہبطوا مصراً کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس شہر سے مراد غالباً اریحا ہے، بنی اسرائیل جب صحرائے سینا میں تہجین اور شیر (من و سلویٰ) کے کھانے سے شکایت کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم تو ایک ہی طرح کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے، خدا سے ہمارے لیے دُعا کیجئے کہ وہ ہمیں ترکاری، ساگ، سبزی، تھوم پیاز عطا فرمادے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اریحا جانے کا حکم دیا جہاں علاقہ قوم آباد تھی، بنی اسرائیل علاقہ سے دُر کے مارے اریحا جانے سے انکار کر گئے تو چالیس سال تک صحرائے سینا میں بھٹکتے رہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ یوشع بن نون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو لیکر اریحا کو فتح کیا۔ بعض مفسرین نے مصر سے قدس اور بعض نے الیہ بھی مراد لیا ہے کیونکہ اہبطوا مصراً میں مصر اسم مکرمہ ہے جس کا معنی "تم کسی بھی شہر میں چلے جاؤ تو وہاں تمہیں مطلوبہ سبزیوں مل جائیں گی"۔ مگر قرین قیاس یہ ہے کہ مصر سے اریحا مراد لیا جائے کیونکہ اس علاقہ میں اریحا ایک ایسی جگہ ہے جہاں چاروں طرف دور دراز تک، ہموار زمین ہے جو کچھ تو دریائے اردن سے سیراب ہوتی ہے اور اکثر حصہ یہاں کے مشہور چشموں سے جو عین السلطان، عین الدویک، عین العرطل کے نام سے مشہور ہیں اس وسیع زرخیز زمین کے سینہ پر صحرائے سینا میں پھیلے ہوئے لاکھوں بنی اسرائیل کا گزر اوقات ہو سکتا تھا اور یہاں کی ترکاریاں انکی شدت حرم

اور شوق سبزی خوری کو پورا کر سکتی تھیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

اریحا اور زرعی پیداوار :

زرعی پیداوار کے لحاظ سے اریحا اردن کا دل ہے، ہر قسم کی سبزیاں اور پھل یہاں پیدا ہوتے ہیں، پھلوں میں مالٹا، انگترہ، کیلا، سیب، انار، انگور، انجیر، امرود وغیرہ کے کئی باغات ہیں، یہاں سے اردن کے دوسرے شہروں میں یہ پھل اور ہر قسم کی سبزی ٹرکوں کے ذریعے بھیجی جاتی ہے، موسم سرما میں اردن کے امیر لوگ سرد مقامات سے آکر یہاں رہتے ہیں اور گرمیوں کے موسم میں رملہ چلے جاتے ہیں جو یہاں کے سرد ترین مقامات میں سے ہے۔ قدس اور عمان بھی گرمیوں میں سرد علاقوں میں شمار ہوتے ہیں اریحا کے ارد گرد کئی مَخَانِم (مہاجر کمپ) ہیں جن میں فلسطینی مہاجر آباد ہیں۔ مخیم عقبہ جد مخیم، عین السلطان، مخیم نوبعہ وغیرہ میں چالیس ہزار تک مہاجر بس رہے ہیں جو زراعت و تجارت میں مصروف ہیں

اریحا کے جانب مغرب میں دو میل کی مسافت پر ایک پہاڑ (جو سامنے نظر آتا ہے) کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی چوٹی پر عیسیٰ علیہ السلام نے کافی عرصہ عبادت کی ہے۔ اب اس جگہ پر کئی گرجے اور مسجدیں تعمیر کی گئی ہیں۔ اس پہاڑ کے دامن میں "مطار اریحا" ہوائی جہازوں کا اڈہ ہے، جہاں ہولباڈ ٹریننگ کرتے ہیں، یوشع بن نون کے بعد بنی اسرائیل کافی عرصہ تک یہاں پر قابض رہے، پھر رومن کا قبضہ ہوا۔ حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں یہ خطہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اور اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ اریحا سے کچھ فاصلہ پر شرجیل علیہ السلام اور ابو عبیدہؓ، معاذ بن جبلؓ کی قبور ہیں، صبح ہم موقف العکسبات (ٹیکسی سٹینڈ) گئے

ٹیکسی کو یہاں ٹیکسی کہتے ہیں۔ ٹیکسی والے سے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے روضہ تک آنے جانے کا کرایہ پوچھا، اس نے کہا کہ میں ایک دینار لوں گا، ایک دوکاندار ہماری گفتگو غور سے سن رہا تھا، اس نے ہمیں بلایا اور کہا کہ یہ آپ سے زیادہ کرایہ مانگ رہا ہے آپ پانچ منٹ انتظار کریں تھوڑی دیر میں میرا بھائی فوجی جیب میں آجائے گا وہ ویسے بھی وہاں فوجی کمپ کی طرف جائے گا تو آپ کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار :

معمولی انتظار کے بعد فوجی جیب آگئی، دوکاندار نے اپنے بھائی کو کہا کہ یہ پاکستانی میرے مہمان ہیں، ان کو خرچ موسیٰ تک پہنچا دیجئے۔ ہم جیب میں بیٹھ گئے وہ اریحا میں مختلف فوجی چوکیوں سے ہوتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے مزار تک پہنچا اور روضے کے دروازے کے سامنے جیب کھڑی کر دی، ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا اس نے کہا: لا شکر علی الواجب (حقاً مستعد و ن لکل المساعدة) یعنی یہ ہمارا فرض تھا ہم ہر خدمت کے لیے تیار ہیں، شکر یہ کی ضرورت نہیں، ہم ایک گھنٹہ تک اس مبارک روضہ میں رہے، ایک اولوالعزم بغیر کی پر عظمت و جلال زندگی نگاہوں میں آگئی، مسجد کی دیوار پر روضہ تعمیر کرنے والے کا نام سلطان ابوالفتح بیرس لکھا ہوا ہے جس نے ۶۸۶ء میں اس مقبرہ کو تعمیر کیا تھا۔ روضے کے دروازے پر وَ اَلْقِيَتْ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي، وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيْمًا، وَالْعُظُوْرُ وَ كَتَبَ مَسْطُوْرٌ کی آیات درج ہیں۔ سب سے زیادہ لطف یہاں کے ایک کتبہ پر لکھے ہوئے اس شعر سے حاصل ہوا۔

اِنْ رِلْتُ يَا رَبِّ الْعِصْبَا يَوْمًا اِلَى اَرْضِ الْحَرَمِ
بَلَّغْ سَلَامِي رَوْضَةً فِيْهَا التَّبِيُّ الْمَحْتَرَمِ

”اے باد صبا! اگر زمین حرم پر آپ کا گزر ہو تو میرا سلام اس مقدس روضے تک پہنچا دیجئے جہاں حضرت محمد ﷺ آرام فرما ہیں۔“

اس روضہ کے چاروں طرف فوجیوں کی چوکیاں ہیں، یہاں سے کچھ فاصلے پر نئی پوش علیہ السلام کی قبر بتاتے ہیں۔

بحیرہ مردار :

سامنے ٹیلے پر آپ چڑھ کر البحر الميت (بحیرہ مردار) کا نظارہ دیکھ سکتے ہیں۔ بحیرہ مردار عمان کو چائنوالی سڑک کی جانب جنوب میں ڈھائی میل کی مسافت پر ہے۔ بحیرہ مردار کے ساحل پر لوط علیہ السلام کی قوم بستی تھی، جن کے علاقہ کو سدوم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہاں چار بڑے شہر تھے جن میں لاکھوں انسان آباد تھے، انہوں نے لوط علیہ السلام کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کو الٹا دیا، محکمہ آثار قدیمہ ان بستیوں کے آثار کا سراغ لگا رہا ہے اب بحیرہ مردار کے ساحل پر تفریح گاہیں بنی ہوئی ہیں، یہاں سے واپسی پر ہم موڑ تک ایک میل پیادہ چلے۔ برف باری ہو رہی تھی ہم بسوں اور ٹیکسیوں کو اشارہ کرتے مگر کوئی بس اور ٹیکسی کھڑی نہیں ہوتی تھی۔ بالآخر ایک ٹرک کو اشارہ دیا وہ کھڑا ہوا ہم اس کے پچھلے حصہ میں سوار ہوئے۔ سوار ہونے کے بعد پتہ چلا کہ وہ مرغیوں کا ٹرک ہے جو عمان جا رہا تھا میں نے ساتھیوں کو کہا۔

کبھی مسجدوں میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی مرغیوں کے ٹرک میں ہمیں مل گیا ٹھکانہ

دار الخلافہ اردن عمان میں :

دس میل تک سطح زمین ہموار ہے آگے پھر پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد عمان شہر کی چمکتی ہوئی آبادی نظر آئی "عَبْدَلّٰی" عمان کا مشہور بس اسٹینڈ ہے۔ وہاں اتر کر اوٹنی بس میں سوار ہوئے اور جامع حسین کے پاس اترے، وہاں کئی پاکستانی ملے جنہوں نے (شركة نقلیات الاقتصادی) اقتصاد ٹرانسپورٹ کمپنی سے جدہ تک بحری جہاز کے دو طرفہ ٹکٹ خریدے تھے۔ بعض دوسرے پاکستانیوں نے "شركة نقلیات ہند" بدر ٹرانسپورٹ کمپنی سے تبوک کے راستہ بسوں کے ذریعے سفر کرنے کے ٹکٹ لیے تھے۔ بحری جہاز کے ٹکٹوں پر لکھا گیا تھا کہ تین دن کے بعد بندرگاہ عقبہ سے جہاز روانہ ہوگا، اس لیے ہم نے بھی بحری جہاز سے جانے کا فیصلہ کیا میرے ساتھیوں نے کہا کہ اب جہل راس العین جاتے ہیں وہاں ہمارا سامان پڑا ہے، ہم وہاں رات گزار کر صبح سویرے اقتصاد کمپنی آجائیں گے۔ میں حاجی عبدالقدوس صاحب عطار کے ہاں گیا جن کے مکان میں، میں ایک ہفتہ رہ چکا تھا، حاجی صاحب موصوف افغانستان کے ایک عالم ہیں جو عرصہ گیارہ سال سے عمان میں عطر فروشی کا کام کرتے ہیں۔ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور عشقوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

بغداد میں مجھے ایک افغانی عالم نے انکے نام خط دیا تھا میں جب عمان پہنچا تو جامع حسینی کے قریب ہوٹل میں رہائش کا انتظام کیا۔ دو دن بعد جب حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی اور وہ خط انہیں دکھایا تو انہوں نے فوراً پوچھا آپ کا سامان کہاں ہے؟ میں نے کہا سامنے ہوٹل میں، وہ بہت ناراض ہوئے اور کہا کہ آپ میرے مہمان ہیں

آئیے وہاں سے سامان لے آئیں۔ انکی چھوٹی سی دکان جامع حسینی کے بالمقابل ہے اور مکان مدرج رومانی کے قریب ہے گیارہ سال میں گیارہ حج کئے اور اکثر جمعہ کے دن مسجد اقصیٰ جایا کرتے ہیں، تمام رات نوافل دعوات میں مصروف رہتے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار :

صبح ہم نے اقتصاد کمپنی سے ٹکٹ خریدے اور فرصت پا کر سسلط روانہ ہوئے، جہاں شعیب علیہ السلام کا مزار ہے، سسلط سے اریحا تک دو پہاڑوں کے درمیان ۲۵ کلومیٹر کا راستہ ہے، اس کو دادی شعیب کہتے ہیں، شعیب علیہ السلام کی قبر کے قریب وہ کنواں بھی بتاتے ہیں جہاں موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے آکر شعیب علیہ السلام کی بھیڑ بکریوں کو پانی پلایا تھا۔ سسلط میں نبی جارد کی قبر بھی بتاتے ہیں۔

اصحاب کہف کی غار :

دوسرے دن اصحاب کہف کی غار دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے، جو عمان سے تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ قریہ صحاب کو جانوالی بس سے وہاں تک دوگرش لیتے ہیں، یہ جگہ قریہ ابوخلندہ اور قریہ رجب کے درمیان ہے۔ سڑک کے کنارے بورڈ لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت درج ہے: كهف اهل كهف The cave of the seven sleepers (سات نیند کرنے والوں کی غار) اس بورڈ سے دو فرلانگ کی مسافت پر یہ غار واقع ہے لوہے کے دروازے پر یہ عبارت: حفرة و اكتشفه نياہة عن دائرة الآثار الأستاذ رفیق وفا الدجانی (استاد رفیق وفاد جانی نے اس غار کا سراغ لگایا ہے) یہاں دو مسجدوں کے نشانات ہیں ایک غار کے اوپر

اور ایک غار کے سامنے جانب جنوب کو غار کے اندر ایک دوسری غار ہے جو نسبتاً زیادہ کھلی ہے یہاں چالیس پچاس قدم ابو عئندہ گاؤں کی جانب اور بھی کئی غار ہیں۔ بعض علماء دمشق کے قریب یہ غار بتاتے ہیں اور بعض طرسوس (ترک) میں کھف اہل الکھف بتاتے ہیں۔

عمان اردن کا دار الخلافہ ہے جو زید بن ابی سفیان نے فتح کیا تھا یہاں جالوت کا قلعہ قابل دید ہے جس میں پرانے زمانے کی بہت سی یادگاریں پائی جاتی ہیں، عمان کا شہر کئی پہاڑوں پر پھیلا ہوا ہے، جبل عمان، جبل رأس العین، جبل زرقاء، جبل القلعة، جبل حسین، جبل لوبدہ وغیرہ۔ عمان نفاست اور خوبصورتی میں ایک ممتاز شہر ہے، اس کی آبادی دولاکھ سے متجاوز ہے، یہاں سے دمشق ریلوے لائن بھی جاتی ہے۔ عمان سے دمشق ۲۲۰ کلومیٹر ریلوے لائن پر واقع ہے اور جی ٹی روڈ کی مسافت اس سے بہت کم ہے، یہ ریلوے لائن عمان کو ترکی، شام اور مدینہ منورہ سے ملاتی ہے۔ مدینہ منورہ ۸۸۰ کلومیٹر دور ہے، مگر اب مدینہ منورہ کی ریلوے لائن معطل ہے۔ ترکیوں کے دور حکومت میں یہ لائن کچھ مدت تک قابل آمد و رفت تھی۔ اردن کی سڑکوں کی مجموعی لمبائی نو سو میل سے زیادہ نہیں ہے، یہاں کے عمدہ مکانات، صاف ستھری سڑکیں، شاندار ہوٹل، حسین و جمیل مسجدیں، پہاڑوں کے بیچ دریا سڑکیں شہر کی رونق افزائی کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ یہاں المدرج الرومانی (جس کو مدرج فرعون بھی کہتے ہیں) عہد قدیم کی عمارت ہے جس پر آثار العصور الامویۃ لکھا ہے۔ یہ عمارت پہاڑ کے دامن میں ہے، پچاس میڑھیوں میں تین منزل ہیں نیچے پانی کا تالاب ہے، سامنے بادشاہ کا کمرہ بتاتے ہیں، ان منزلوں میں رہائش کے کمرے بھی

ہیں کھدائی کا کام شروع ہے۔

یہاں کی اکثر مساجد مڑین و منقش ہیں، خاص کر جامع حسینی جو عمان کے مرکزی خطہ میں واقع ہے، اس جامع میں ابراہیم زید انگیلانی الخطیب کی سحرانہ اور دل آویز تقریریں سننے کے قابل ہیں۔ جامع حسینی کی تاریخ تاسیس ۱۳۳۱ھ ان اشعار سے واضح ہے:

حسین بن عون من بنی مجد عدنان
نصار أمیر المؤمنین ہلا ثانی
اعادہ حق الخلافة بعد ما
ثوت زمنا بالفصب فی آل عثمان
لقد شاد فی عمان للخیبر جامعاً
بہمة عبد اللہ مرتفع الشان
فجاء بحمد اللہ صرح دیانة
وأسس بالتقوی فاروی بعمان
یعبّر عن علیہا الحسین و آلہ
و فوق المیانی تتجلی ہمة الیان
لذلک سعید الجدد قال مؤرخا
بفضل حسین ۱۳۳۱ھ جل مسجد عمان

تبلیغی جماعت :

یہاں تبلیغی جماعت کا ایک وفد دیکھا جو عمان کی مساجد و بازاروں میں

مصروف تبلیغ ہے میں بھی ایک دن رات اس بابرکت جماعت کے ساتھ رہا۔ یہ خطہ کی مسجد میں قیام پذیر تھے وہاں پولیس کے ایک سپاہی نے ہنگونکالنے کی کوشش کی وہاں کئی مقامی باشندوں نے سپاہی کی مخالفت کی مگر وہ اصرار کرتا رہا، تو ایک عرب بولا کہ آپ فلان محلہ کی مسجد میں آجائیں وہاں تمام اہل محلہ کو آپ اپنے بھائی پائیں گے، وہ آپ کی اپنی مسجد ہے چنانچہ امیر کے مشورہ پر یہ جماعت وہاں منتقل ہوئی، اس جماعت میں راولپنڈی کے ایک عالم اور علاقہ چچھ کے ایک معمر بوڑھے سے ملاقات ہوئی جو ایک سال سے تبلیغی چلنے میں مصروف سفر ہیں۔ عمان کے چند باشندوں نے اس جماعت کے ساتھ رہنے کی بدولت داڑھیاں رکھ لی ہیں۔ مدرج رومانی کے قریب حنیفوں کی ایک مسجد ہے جس میں ایک ترکی امام مقیم ہے۔

یہاں کی ہر مسجد میں لاوڈ سپیکر نصب ہے طلوع صبح صادق سے آدھ گھنٹہ پہلے موزن تلاوت شروع کرتا ہے اور پھر اذان سے قبل سبحان من اصبیح الصباح سبحان من فلق الصباح سبحان من اضاء بنورہ ولاج سبحانہ وتعالیٰ علی لا الہ الا اللہ وغیرہ کلمات پڑھتا ہے، اذان کے بعد الصلوٰۃ والسلام یا من اسکنک اللہ تعالیٰ فی المدینۃ المنورۃ۔ نماز سے قبل سورہ اخلاص تین دفعہ تمام حاضرین پڑھتے ہیں، پھر امام کہتا ہے: الیٰ روح النبی محمّد و الیٰ ارواح الانبیاء الفاتحہ۔ حضور اکرم ﷺ اور انبیاء کے ارواح طیبہ پر فاتحہ پڑھو۔ تمام حاضرین سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں (یہ کلمات انہوں نے اپنی طرف سے رائج کر لئے ہیں۔) امام اقامت کے بعد استقموا واعتدلوا یرحمکم اللہ تعالیٰ کہتا ہے جمعہ کے دن خطیب وقت سے پہلے تقریر شروع کرتا ہے۔ جب موزن پہلی اذان دیتا ہے تو

حاضرین سنت پڑھ لیتے ہیں۔ اس کے بعد خطیب منبر پر چڑھ کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے حاضرین کو مخاطب کرتا ہے، اس کے بعد دوسری اذان پڑھ کر امام خطبہ شروع کرتا ہے اور درمیان خطبہ میں وہ سلطان حسین بن طلال کے لیے دعائیہ کلمات پڑھ کر موزن تین دفعہ آمین یا رب العالمین کہہ دیتا ہے۔ پھر خطیب خطبہ کو مکمل کر دیتا ہے۔ عمان کے تقریباً ہر گھر میں انگور، انجیر، سرو کے درخت ہیں۔ عمان کے چوراہوں پر بڑے بڑے بورڈ پر اللہ، الوطن، الملک لکھا ہوا ہے، عمان میں عیسائی بکثرت ہیں۔ اس لیے یہاں عیسائی مدارس اور گرجے بھی بکثرت ہیں، ایک اجنبی عیسائی اور مسلم کا فرق نہیں کر سکتا۔

شرکتہ اقتصاد میں ایک منبر کا نام عدنان ہے ایک دن اس نے مجھے کہا میرے لیے دعا کرو میں نے کہا کہ اللہ آپ کو حج بیت اللہ شریف اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت سے مستمع فرماوے، وہ خاموش ہو گیا کسی ملازم نے مجھے بعد میں بتایا کہ عدنان تو مسیحی ہے وہ اس قسم کی دعاؤں سے ناراض ہوتا ہے۔ یہاں ادرازا بھی رہتے ہیں جو عقیدے کے لحاظ سے یہودیوں کے قریب ہیں ان کے مذہب میں کوئی چیز حرام نہیں، اقتصاد والوں نے ہمیں کہا کہ صبح اپنے بسترے وغیرہ یہاں لے آؤ، آپ کو صبح کی بس میں یہاں سے عقبہ جانا ہوگا تمام ساتھی صبح سویرے جمع ہو گئے تھے، دو گھنٹے سامان کو اٹھانے اور ٹکٹوں کی جانچ پڑتال میں خرچ ہوئے۔ بسوں کا یہ اڈا مختلف ٹرانسپورٹ کمپنیوں کا مرکز ہے یہاں سے بغداد، دمشق، مکہ، مدینہ، تبوک، لبنان، کویت، عقبہ یرموک، اندلس و دیگر دور دراز ممالک کو جانے کے لیے آپ کو بسیں ملیں گی۔ بعض بسوں پر شرکتہ نقلیات الاندلس عبر الصحراء بعض میں نقلیات

برموت، بعض مواقیت الحجہ لکھا ہوا ہے بسوں اور ٹکیوں پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور بسم اللہ مجرہا و مرساہا۔ اور یا رَضِیَ اللہ فی رَضِیَ الوالدین لکھا ہوا ہے۔ ایک ٹرک کے پیچھے یہ شعر لکھا ہوا تھا جو بہت پسند آیا۔

لا تَکُنْ لِلْعِشِ مَجْرُوحُ الْفَوَادِ
انما الرزق علی رب العباد

ایک بس کے پیچھے یہ عبارت درج تھی: لا تَسْرِعْ فَاِنَّ الْمَوْتَ اَسْرَعُ

ہم نے جس بس سے روانہ ہونا تھا اسکے آگے شیشہ پر محفوظین مع السلامة اور ڈرائیور کے بالمقابل بس کے اندر شعارنا الخدمۃ لکھا تھا۔ طویل انتظار کے بعد بس عقبہ کی جانب روانہ ہوئی (عقبہ میں کیا دیکھا، یہ اگلی فرصت میں سنئے۔

(ماہنامہ الحق اکتوبر ۱۹۶۷ء جنوری ۱۹۶۸ء)

☆

مسجد حرام کی فضاؤں میں

اردن سے سعودی عرب تک

عقبہ عمان سے جانب مغرب تین سو کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ تمام زمین پتھریلی ہے، زمین کے بعض خطے کوئلہ نما سیاہ پتھروں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ عمان سے عقبہ کی جانب ریلوے لائن بھی جاتی ہے، جس پر مال گاڑی دن میں ایک دفعہ آتی جاتی ہے، راستہ میں ہم نے نماز پڑھنے کے لیے ڈرائیور کو بس ٹھہرانے کے لیے کہا مگر سخت سرد آندھی کیوجہ سے ہم باہر نماز نہ پڑھ سکے۔ راستہ میں معان کا قصبہ آیا جو عمان سے دو سو کلومیٹر دور ہے، یہاں ترکی سے آئے ہوئے حاجیوں کی بیشمار بسیں کھڑی تھیں، معان سے آگے دو راستے ہیں ایک راستہ جنوباً مدینہ منورہ کو تبوک اور خیبر سے ہوتا ہوا پہنچتا ہے، دوسرا راستہ جس پر ہم جا رہے تھے جانب مغرب عقبہ کی طرف جاتا ہے، معان میں ہوٹلوں کی عمارتیں بہت شاندار ہیں، معان کے قرب و جوار میں ایک راستہ کرک کی طرف جاتا ہے کرک کے قریب ”موتہ“ ایک گاؤں ہے جہاں بعض حضرات صحابہ عبد اللہ بن روح اور زید بن حارثہ اور جعفر طیار وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبور ہیں، یہاں کے عرب باشندوں کا کہنا ہے کہ جس جگہ صحابہ کرام شہید ہوئے ہیں وہاں پیر اور جمعہ کی رات تلواروں کی جھنکار اور گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، اسلامی تاریخ کا غزوہ موتہ اسی جگہ سے منسوب ہے۔

آگے جا کر تقریباً معان سے بارہ میل ایک راستہ جانب شمال ”الہترا“ (پٹرا) کی طرف جاتا ہے، جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وادی ہے جو انتہائی سرسبز و شاداب ہے، وہاں ہارون علیہ السلام کی قبر بھی بتاتے ہیں، یہاں مغایر شعیب وہ مقام ہے جہاں شعیب علیہ السلام رہتے تھے اور مشہور ہے کہ ”مدین“ اس جگہ کا نام تھا اور بعض لوگ ”سلط“ کے قریب مدین کو بتاتے ہیں۔ اس وادی موسیٰ اور مقام ”ہترا“ کو دیکھنے کے لیے موڑ پر دو بیس کھڑی ہوئی دیکھیں جن پر From london to bomby (لندن سے بمبئی تک) لکھا ہوا تھا، یہ سیاح خشکی کے راستہ پر لندن سے یہاں تک آئے ہوئے تھے، اور بمبئی تک کا سفر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ہترا (پٹرا) پہاڑوں کے اندر ہمارے ہاں کے موہنجوداڑو اور ٹیکسلا کی طرح عہد قدیم کے تراشیدہ مکانات، محلات اور آثار قدیمہ کی ایک تاریخی جگہ ہے۔

بندر گاہ عقبہ میں :

عشاء کے وقت ہماری بس عقبہ پہنچ کر مدینۃ الحجاج (حاجی کمپ) کے دروازے کے پاس کھڑی ہوئی، بینکڑوں پاکستانی بس کی طرف دوڑے، بس سے اتر کر یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ہم پاکستان کے کسی شہر میں جا رہے ہیں، کمپ میں بارہ سو تک پاکستانی زائرین خجاز جمع ہوئے تھے، فردی کے مہینہ میں بھی یہاں موسم بہار جیسا تھا، گرم کوٹ، کپل اتارنے پڑے کمپ کے برآمدے اور باہر کا میدان بھرا ہوا تھا، بمشکل ایک گوشہ میں جگہ میسر ہوئی، یہ حاجی کمپ دراصل ”شام“ سے آنوالے حاجیوں کے لیے تعمیر کیا گیا ہے، جو شام سے بسوں کے ذریعہ آ کر ایک دن رات کے لیے ٹھہرتے ہیں، اور پھر دوسرے دن صبح بحری جہاز سے جدہ چلے جاتے ہیں، پاکستانی

حاج کا یہ پہلا موقع ہے کہ عقبہ سے بحری راستہ سے گئے ورنہ عمان تک پاسپورٹ سے آنوالے حاج جو کہ خشک راستہ سے جایا کرتے تھے کمپ کے برآمدوں کی چھتیں گتوں اور پلائی وڈ کی ہیں، یہ اللہ کا شکر ہے کہ یہاں سردی نہیں تھی، اور نہ بارش کا خطرہ تھا، ورنہ اس کمپ میں رہنا انتہائی مشکل ہوتا۔

ایلیہ :

صبح ہم اس جگہ کو دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے جو حاجی کمپ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر جانب مغرب کو بحیرہ احمر کے کنارے واقع ہے، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں بنی اسرائیل پر ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کی وجہ سے عذاب خداوندی نازل ہوا تھا، جس سے وہ بندر بن گئے تھے، یہاں انہوں نے تالاب بنایا تھا، اور بحیرہ احمر سے ایک چھوٹی نہر کے ذریعہ اس تالاب کو آب رسانی کی تجویز بنائی تھی۔ سورہ بقرہ میں وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الْغَابِرِينَ اَتَعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ (البقرة: ۶۵) اور اسی طرح سورہ اعراف میں وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةً لِّلْبَحْرِ (الاعراف: ۱۶۳) میں اس قوم کی جہاں کا ذکر، اکثر مفسرین اسی بستی سے ”ایلیہ“ مراد لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہود کو ہفتہ کے دن شکار سے منع فرمایا تھا، مگر اہل ”ایلیہ“ نے حکم خداوندی کی نافرمانی کی اور اسی دن مچھلیوں کے شکار کرنے کے لیے عجیب حیلہ تجویز کرنے لگے، دریا کے کچھ فاصلے پر تالاب بنایا اور ایک نہر کے ذریعہ سے پانی تالاب میں لے آئے، چونکہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش تھی کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں پانی کی سطح پر آ جاتی تھیں اور دیگر دنوں میں غائب رہتیں، ہفتہ کے دن صبح بند کھول کر تالاب میں پانی پہنچایا جاتا اور اسی پانی میں مچھلیاں بھی چلی جاتی اور شام کو پانی بند کر دیا جاتا اور اتوار کی صبح کو اس

تالاب سے مچھلیاں پکڑ لی جاتیں، یہ جیلہ سازی ان کے لیے باعث ہلاکت ہوئی، اللہ تعالیٰ نے انہیں مسخ کر کے بندر بنا دیا اس جگہ سے دو میل مغرب کی طرف ایلات کے نام سے خلیج عقبہ کے سرے پر اسرائیل کی بندرگاہ ہے ایلات کی پہاڑیوں کے اس طرف (جانب مغرب) صحرائے سینا ہے، ”عقبہ“ اردن کی بندرگاہ ہے اور ”ایلات“ یہودی۔ یہ دونوں بندرگاہیں آنے والے ساحل بحرہ احمر کے شمالی سرے میں واقع ہیں، عقبہ کی اس بہتی کی وجہ سے یہ خلیج ”خلیج عقبہ“ کے نام سے موسوم ہے، عقبہ سے آٹھ میل کی مسافت پر ”الھل“ ہے جو سعودی عرب کی بندرگاہ ہے، سعودی عرب کی سرحد یہاں سے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر ہے، عقبہ میں اکثریت فلسطینی مہاجرین کی ہے، جو اکثر ”غزہ“ اور ”بیرسج“ کے علاقوں سے نکالے گئے ہیں۔ اہل عقبہ دینی لحاظ سے قابل رشک ہیں ان کی سادہ زندگی اور دینی ولولہ حسن اخلاق اور اکرام ضیوف موجب صد ستائش ہے، نماز کے وقت مساجد نمازیوں سے بھر جاتی ہیں، یہاں کی عورتیں باپردہ ہیں۔

بعض پاکستانیوں کی ناشائستہ حرکات :

ہمارے پاکستانیوں میں بعض سندھیوں کی عورتیں جب بے پردہ بازاروں میں گھومتی تھیں تو بعض عرب بھائی انتہائی افسوس کے ساتھ ہمیں شکایت کرتے تھے کہ ان عورتوں کے مردوں کو سمجھا دو کہ وہ ان کو بازاروں میں گھومنے سے منع کریں۔ بد قسمتی سے سندھیوں میں بعض ایسے لوگ بھی ہمارے قافلہ میں شامل تھے، جو محض تجارت اور جلب زر کے لیے اپنے گھروں سے نکل کر خانہ بدوش ہو گئے ہیں، یہ لوگ ایران کے شہروں میں بھیک مانگتے مانگتے عراق پہنچتے ہیں، پھر وہاں یہ طور طریقہ جاری

رہتا ہے یہاں تک کہ حجاز پہنچ جاتے ہیں، یہاں انہوں نے کھجوروں کے باغات کے تمام کواڑ چوری کر کے جلا دیئے ہیں، اس قسم کے لوگ پاکستان کی نیک نامی کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ عمان کے مشہور اخبار ”الدستور“ میں ایک پاکستانی بھکاری لڑکی کی تصویر شائع ہوئی تھی جس کے ضمن میں حکومت اردن سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ ایسے لوگوں کو اس شہر سے دود کر دیا جائے۔

ہمارے قافلہ میں اکثریت معزز اور شریف پاکستانیوں کی تھی، ہمارے ساتھ کچھ حاجی بھارت اور افغانستان کے تھے، اہل عقبہ کے دینی جذبات کو دیکھ کر میرے ایک مخلص دوست حاجی محمد یوسف صاحب آسامی (جو شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں) نے مجھے عقبہ کی جامع کبیر (بڑی مسجد) میں نماز مغرب کے بعد تبلیغ کرنے کے لیے کہا میں نے معذرت کی کہ عرب مسلمانوں کے سامنے ایک عجیب کیسے تبلیغ کر سکتا ہے مگر ان کے شدید اصرار پر مجھے نماز مغرب کے بعد کچھ مسائل بیان کرنے پڑے، زندگی میں یہ میری پہلی تقریر تھی جو عرب بھائیوں کے مجمع میں عربی زبان میں تھی، پاکستانیوں سے ایسے بھی اردنی مسلمانوں کو دلی محبت ہے، پھر جب انہوں نے ٹوٹی پھوٹی عربی زبان میں قرآن وحدیث رسول کا ذکر ایک پاکستانی کے زبان سے سنا تو اہل عقبہ بہت خوش ہوئے، اور ان میں سے چند نوجوانوں نے مجھے ”جامع صغیر“ (چھوٹی مسجد) میں عشاء کی نماز کے بعد سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات پر درس دینے کے لئے کہا، عرب نوجوان بھائیوں کی حوصلہ افزائی سے انکی اس فرمائش کی تعمیل میرے لیے باعث مسرت تھی۔ اس مجلس میں بسوں کی کہنی کے ایک ڈائریکٹر ”ابوخلدون“ نے مجھے پاگٹ سائز کے

قرآن مجید کا اگر انقدر تحفہ بطور انعام دیا۔ عشاء کی نماز جامع صغیر میں پڑھی۔ وہاں کافی عرب جمع ہوئے تھے، نماز کے بعد سورہ بقرہ کے ابتدائی رکوع کا ترجمہ اور تشریح، استاد مکرم حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری اور استاد مکرم حضرت حافظ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب درخواستی کے منہج پر بیان کیا۔

دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر کے تذکرے :

کالج کے ایک طالب علم نے دریافت کیا کہ آپ عرب ممالک کی کس یونیورسٹی کے فارغ ہیں، میں نے کہا پاکستان کے مذہبی مدارس ہی سے فیض یافتہ ہوں، پھر اس نے پوچھا کہ ان مدارس کے اساتذہ جامعہ ازہریہ جامعہ دمشق کے سند یافتہ ہوں گے میں نے بتایا کہ ہمارے اساتذہ کی اکثریت دنیا کی عظیم ترین مذہبی درسگاہ ”دارالعلوم دیوبند“ کے سند یافتہ ہیں، طالب علم نے دارالعلوم دیوبند کے حالات و کوائف دریافت کئے اور کہا کہ آپ بھی وہاں کے فارغ ہیں میں نے بتایا کہ میں ”دارالعلوم حقانیہ“ اکوڑہ تنگ کا سند یافتہ ہوں، دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند کا عکس ہے، دارالعلوم حقانیہ کے بانی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے فارغ ہیں اور وہاں استاد بھی رہ چکے ہیں دیگر اکثر اساتذہ بھی دیوبند کے فارغ ہیں۔ اکثر نوجوانوں نے میرا پتہ نوٹ کیا اور خواہش ظاہر کی کہ ہم کوشش کریں گے کہ دارالعلوم حقانیہ میں چند دن رہ کر آپ کے مشائخ و اساتذہ کی علمی و روحانی فیوضات سے استفادہ کریں“ انہوں نے کہا کہ اگر ان بزرگوں کے علوم و معارف عربی زبان میں شائع ہو جائیں تو عرب بھی ان سے استفادہ کر سکیں گے۔ آدھی رات تک اکابرین دیوبند کی سوانح اور ان کے علمی، عملی، مذہبی سیاسی کارہائے

نمایاں کے تذکرے عرب انتہائی مسرت کیساتھ سنتے رہے۔ اور بار بار خوشی کا اظہار فرماتے کہ اسلام کے جانثار مجاہد پاک و ہند میں بھی موجود ہیں، میں نے ان سے اجازت مانگی، ان میں سے ایک نوجوان ”علی موافی“ (جو دائرۃ مہناء العقبہ میں ملازم ہے) نے مجھے آئندہ رات اپنے مکان پر آنے کی دعوت دی اور کہا کہ میرے ساتھی آپ کے منتظر ہوں گے۔

ہم مقررہ وقت پر ٹیکسی میں وہاں پہنچے، بندرگاہ کے اکثر ملازمین جمع ہوئے تھے انہوں نے قبوہ پیش کیا، پھر چائے پلائی، چائے نوشی کے بعد چند آیات کا ترجمہ و تشریح بیان کیا، ان میں سے ایک نے التحیات للہ والصلوات الخ کا مفہوم و تشریح دریافت کیا۔ مجھے حضرت الشیخ مولانا عبدالحق صاحب کی وہ تقریر یاد تھی جو انہوں نے اس موضوع پر درس ترمذی شریف میں فرمائی تھی، میں نے وہی بیان کی، علی موافی اور اس کے ساتھی بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ التحیات کا معنی و مفہوم اب ہمارے ذہن میں آگیا، حالانکہ عربی ہماری اپنی زبان ہے مگر اس تشریح سے مطالب سمجھ میں آئے۔

عرب بھائیوں کا خلوص :

میں عقبہ میں جتنے دن رہا، ہر رات کسی نہ کسی دوست کے مکان پر درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا، حاجی احمد موسیٰ الریاطی، عبداللہ الریاطی، طاہر ہاشم عابدین، محمد قاسم اشبول ابوالبراء ایم الضابطہ، ابوسلامہ محمود الکبریٰ، عرفات الدویک، ابوخلدون اور دیگر بھائیوں کی دعوتوں میں کچھ بیان کرنے کے مواقع اللہ تعالیٰ نے میسر فرمائے۔ عرب بھائیوں کی دعوتیں بہت پر تکلف ہوتی ہیں، اور قبوہ کا دور جاری رہتا ہے، ہر دو

منٹ بعد صاحب دعوت مہمانوں کو یا موحباً بکھ اہلاً و سہلاً کے کلمات سے تواضع کرے گا۔ ایک دفعہ دعوت کے بعد ایک صاحب نے ایک لمبی دعا کی جن کے بعض کلمات مجھے اب بھی یاد ہیں۔ اللہم یناقش العجلۃ اخلف علی من بذلہ وعتی من اکلہ، وازقنا بدلہ فی العجلۃ العجلۃ العجلۃ۔

ملتان کے حکیم احسان الحق صاحب اکثر و بیشتر دعوتوں میں میرے ساتھ مدعو ہوتے تھے حکیم صاحب کے علاج سے وہاں کافی مریضوں کو اللہ تعالیٰ نے شفا دی، عرب پاکستانی حکماء کے بہت معتقد ہیں رات کا اکثر حصہ تو اہل عقبہ کے ساتھ درس قرآن اور دیگر باتوں میں گزرتا مگر دن کے اوقات بمشکل گزرتے۔

جہاز کے لیے کمپنی والوں کا ٹال مٹول :

جہاز کے انتظار نے پریشان کر رکھا تھا کیونکہ ۱۰ افروری کو تمام حاجی اپنا اپنا سامان باندھ کر منتظر جہاز تھے، ٹکٹوں پر کمپنی والوں نے جہاز کی روانگی کی تاریخ ۱۰ افروری لکھی تھی اور جہاز کا نام ”المہلبک عبدالعزیز“ لکھا تھا، ۱۰ افروری کی عصر کو کمپنی والوں نے ہم کو ٹیلیفون کیا انہوں نے معذرت کی کہ راستہ میں طوفان آنے کی وجہ سے جہاز بروقت نہ پہنچ سکا، دو دن مزید انتظار کرنا پڑا، دو دن بھی گزرے مگر جہاز نہ آیا جب کوئی جہاز دور سے سمندر میں دکھائی دینا تو کمپ میں شور و غل برپا ہوتا اور حاجی لوگ اپنا اپنا سامان باندھ لیتے اور جب تحقیق سے معلوم ہوتا کہ یہ مسافر بردار جہاز نہیں یا شامیوں کیلئے ہے تو انتہائی رنج و غم کا سامنا ہوتا۔ بعض حاجی تو صبح سے لیکر شام تک ساحل سمندر پر جہاز کے انتظار میں بیٹھے رہتے بجائے دو دن کے پندرہ دن گزر گئے۔ یام حج قریب ہونے لگے، رفتہ رفتہ حاجیوں میں افواہ پھیل گئی کہ یہ غدار کمپنی

ہے اور ہمیشہ سے حاجیوں کیساتھ دھوکہ کرتی ہے اس دفعہ بھی کمپنی والوں نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ افغانستان کے پندرہ حاجیوں نے واپس عمان جا کر کمپنی سے اپنی رقم واپس لے لی اور جہاز کے راستے پر جانے والی بسوں کی ٹکٹیں خریدیں۔ کمپ میں سترہ سو ۷۰۰ پاکستانی حاجی جمع ہو گئے تھے، مگر جہاز کا نام و نشان تک نہیں تھا، کمپ کے تمام ساتھیوں نے مجھے مجبور کر دیا کہ آپ رئیس المتصرفیہ (ڈپٹی کمشنر) کو صورت حال سے آگاہ کیجئے، میں نے براہ راست رئیس المتصرفیہ کے پاس جانا مناسب نہ سمجھا، چونکہ عربی ممالک میں علماء اور خطباء عوام و خواص کے مقتدا ہوتے ہیں اور بڑے بڑے حکام اہل علم کو احترام و عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس لیے میں نے یہاں کے بڑے قاضی شیخ مقوض عوض کو سارا ماجرا سنایا جو پور سعید (پورٹ سعید) کے باشندے ہیں اور یہاں مبعوث الازہر کی حیثیت پر وعظ و ارشاد کے عہدہ پر کام کر رہے ہیں، انتہائی ہمدرد اور پاکستانیوں سے محبت رکھنے والے ہیں، فقہ و تفسیر میں محقق عالم اور مضمون نگار ہیں کئی تصانیف کے مصنف بھی ہیں۔ خاص کر قبس من الإسلام اور الإسلام والاسرة ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

شیخ معوض نے رئیس المتصرفیہ کو ٹیلیفون پر حالات سے آگاہ کیا اور کمپنی کی دغا بازیوں اور مسلسل وعدہ خلافیوں کا ذکر کیا، رئیس نے اسی وقت کمپنی کے مدیر ”ابو غسان“ کو ٹیلیفون کیا کہ بہت جلد باخرہ (بحری جہاز) کا انتظام کیا جائے ورنہ آپ قانون کے مجرم ثابت ہوں گے۔ کمپنی والے نے رئیس کو بھی جھوٹے وعدوں سے ٹال دیا، تین چار دن کے بعد تمام پاکستانی رئیس کے دفتر میں گئے اور شکایات کیں، انہوں نے مدیر امن العام (انسپکٹر جنرل پولیس) کو فون کیا، عصر کے وقت مدیر

امن العام نے آکر حاجی کیمپ کا معاملہ کیا اور ہمیں تسلی دی کہ ہم فوری طور پر انتظام کر دیں گے۔ عقبہ کی ٹاؤن کمپنی کے چیئرمین اور دیگر شرفائے بستی نے تمام حکام کے سامنے ہماری پریشانیوں کا تذکرہ کیا ہم اہلیاں عقبہ کی شانہ روز ہمدردیوں اور تملطقات کے تاحیات سپاس گزار رہیں گے خاص کر احمد الضابط جن کی دوکان پاکستانیوں کی مشورہ گاہ تھی اور ان کا ٹیلیفون چوبیس گھنٹے انکے لیے وقف تھا۔ ”البیروق والبرید“ بلکہ تاروڈاک کے انچارج ابوسلامہ محمود الکبار جی نے ہمیں مجبور کیا تھا کہ آپ اردنی حکومت میں جہاں بھی ٹیلیفون کرنا چاہیں آپ اس کی قطعاً فیس نہیں دیں گے۔ ایک دفعہ میں نے عمان کے لیے ڈاک خانہ سے کال بک کی جب میں نے کمپنی والوں سے فون پر بات کر لی تو آخر میں ابوسلامہ فون پر کہنے لگے آپ نے ڈائریکٹ کیوں مجھے نہ بتایا میں آپ کو عمان کا فون ملا دیتا اور پوسٹ ماسٹر کو کہنے لگا کہ مولانا سے فیس نہ لیں۔ یہ فیس میں دوں گا۔

۲۶ مئی ۱۹۷۲ء کو کیمپ کے اکثر حاجیوں نے مجھے کہا آپ اپنی مرضی سے ایک ساتھی ہم میں سے منتخب کر کے عمان چلے جائیں اور وہاں اپنی جدوجہد سے کمپنی والوں کے ظلم و ستم و استبداد سے تمام بھائیوں کو چھڑالیں۔ میری طبیعت چونکہ علیل تھی اس لیے میں نے اس طویل سفر سے معذرت کی۔ جبکہ عمان پر برف باری کا موسم تھا، مگر سن رسیدہ بوڑھوں اور بوڑھی ماؤں کے شدید اصرار نے عمان کی سخت سردی کی طرف دوبارہ جانے پر آمادہ کیا۔ سفر حج میں سب سے بڑھ کر نیکی حاجیوں کی خدمت ہے، خدمت حجاج کے نیک ارادہ پر میں نے اپنے ساتھ ملتان کے بھائی رحمت علی صاحب کو منتخب کیا جو انتہائی مخلص اور سمجھ دار ہیں، حاجی محمد شفیع زرگر ملتان والے بھی

ہمارے ساتھ جانے کو تیار ہوئے، شام کے وقت نیکی میں بیٹھ کر آدھی رات کو عمان پہنچے، رات ایک ہوئی میں گزاری، صبح استاد خلیفہ عبدالرحمن ”الحاجی“ (ایڈووکیٹ) کے پاس گئے جن کے نام ہمیں سفارشی خط دیا گیا تھا، استاد موصوف عمان کے مقبول اور معزز صاحب اثر و رسوخ علماء میں سے ہیں وہ اپنے دفتر سے ہمارے ساتھ روانہ ہوئے کمپنی کے مدیر کے پاس آکر مدیر کو کافی ڈانٹا۔ مدیر نے کہا میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی، سعودی سفارت خانے کی طرف سے ممانعت ہے، استاد نے مدیر کو کہا، جب آپ کے بس میں ویزا حاصل کرنا نہیں تو کس لیے ان سترہ سو پاکستانیوں کو آپ نے ساحل بحیرہ احمر پر پھینک دیا ہے، استاد نے کہا کہ آپ ایک درخواست شاہ حسین کے نام لکھ کر قصر الملک ”شاہی محل“ میں چلے جائیں اور شاہ حسین سے ملاقات کر کے تفصیلی احوال اس کو سنائیں اور میں خود بھی اس سے شام کے وقت اس بارے میں ملوں گا۔ استاد موصوف نے کمپنی کے دفتر سے وزارت خارجہ کو ٹیلیفون کیا اور نائب وزیر خارجہ ”ہاجم اہل“ سے ٹائم مقرر کیا کہ دونوں شام کے وقت شاہ حسین کی ملاقات کے لیے ”قصر الملک“ جائیں گے۔

حجاج کے معاملہ میں شاہ حسین کی دلچسپی :

ہم درخواست لکھ کر شاہ حسین کے محل میں گئے، دروازے پر مقررہ پولیس افسر نے ہماری درخواست دیکھ کر ہمارے لیے اندر جانے کی اجازت طلب کی مگر جواب ملا کہ شاہ حسین عمان میں متعین ایرانی سفیر کی وفات ہونے کی وجہ سے سفیر کی کوٹھی پر جا رہا ہے پولیس افسر نے انتہائی خلوص و مودت سے ہماری درخواست لے کر ہم کو ہفتہ کی صبح ملاقات کے لیے کہا۔ مغرب کے وقت میں نے اپنے دونوں ساتھیوں

کو کہا کہ کل جمعہ ہے، دفاتر بند رہیں گے، اگر مناسب سمجھیں تو یہ رات اور جمعہ کا دن بیت المقدس میں بسر کر لیں گے، انہوں نے میری تجویز پسند کر کے اومنی بس میں ”عبدلی“ جانے کو کہا ”عبدلی“ سے ٹیکسی میں بیٹھ کر بیت المقدس روانہ ہوئے۔ جب ہم وہاں پہنچے مسجد اقصیٰ میں عشاء کی نماز ہو گئی تھی، رات زاویہ ہندیہ میں گزاری، صبح کو جبل زیتون اور بیت اللہ کی دوبارہ سیر کی، واپسی پر مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ ادا کی، ترکی حاجیوں کی وجہ سے مسجد اقصیٰ بھر گئی تھی، اس جمعہ میں اندازاً بیس ہزار نمازی شامل ہوئے تھے، فلسطین کے مفتی امین الحسینی نے تقریر کی، دوپہر کا کھانا ہم نے انکل موئینٹر (ماموں مونچھوں والے) کے ہوٹل میں کھایا، اکثر پاکستانی اس ہوٹل میں کھانا کھاتے ہیں۔ یہ ایک پاکستانی کا ہوٹل ہے جس کی مونچھیں بہت لمبی ہیں۔

جمعہ کی نماز کے بعد ہم اریحہ روانہ ہوئے، وہاں رات گزار کر صبح موئی علیہ السلام کے روضہ کی زیارت کے لیے گئے، وہاں سے ایک ہیل پیادہ آکر ”الطریق المرفقت“ پختہ سڑک سے عمان کی بس میں سوار ہوئے، عمان میں بس سے اتر کر سعودی سفارت خانہ روانہ ہوئے، معلوم ہوا کہ شاہ حسین کی خصوصی سفارش پر پاکستانیوں کو ویزا کی اجازت مل گئی ہے، انتہائی مسرت نصیب ہوئی، خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر یہ ادا کیا۔ عقبہ کو مبارک باوی کا ٹیلیفون کیا اور شکر یہ ادا کرنے کے لیے استاد عبدالرحمن کے ہاں گئے، استاد عبدالرحمن کہیں باہر تشریف لے گئے تھے، اس لیے کاغذ پر شکر یہ کے کلمات لکھ کر اس کے سیکرٹری ”جوہر عبداللہ“ کے حوالہ کر دیا، عصر کے وقت ٹیکسی میں بیٹھ کر عشا کی نماز سے قبل عقبہ پہنچے، سیدھے احمد الضابطہ کی دکان پر گئے وہاں عقبہ کے عرب دوست ہمارے آنے کے منتظر تھے، عرب دوست ہم سے گلے

ملتے اور ہمارے سروں اور پیشانیوں کو بوسہ دیتے جیسا کہ عرب خوشی کے موقع پر کرتے ہیں، ہم نے ان کا شکر یہ ادا کیا پاکستانیوں کو پتہ چلا تو کمپ سے جلوس کی شکل میں آئے۔ بعض نے رنگین کاغذوں کے ہار بنائے تھے۔ اور ہمارے گلوں میں ڈالنے لگے، تمام رات خوشی میں گزری، شاہ حسین انتہائی رحم دل اور قوم پرور بادشاہ ہے، پاکستانیوں کے ساتھ اسے بہت محبت ہے۔

۳۰ مرزی قعدہ کو پاسپورٹ وغیرہ مکمل کر کے کمپنی والوں نے عقبہ پہنچا دیے، شام کو محمود الکبریٰ نے دائرۃ الاسلامیہ بمیناء عقبہ (محکمہ دائر لیس) کے مدیر سے ”ملک عبدالعزیز“ جہاز کے بارہ میں دریافت کیا، اس نے بذریعہ فون جواب دیا کہ ”عرفات“ نامی جہاز پاکستانیوں کے لیے جدہ سے تین دن ہوئے ہیں روانہ ہو گیا ہے، شاید کل رات کو پہنچ جائے، اسی اثناء میں یہ رنچ وہ اور المناک واقعہ پیش آیا کہ تقریباً ستر پاکستانی مرد و عورتوں کے پاسپورٹ پر سعودی سفارت خانہ کا ویزا نہیں لگایا گیا تھا، اور بعض کے پاسپورٹ ہی گم ہو گئے تھے، ان بھائیوں نے مجھے سہ بارہ عمان جانے پر مجبور کیا، میرے قریبی دوستوں نے ان کو سمجھایا کہ آپ خود چلے جائیں، جبکہ جہاز کی آمد چوبیس گھنٹوں کے اندر متوقع ہے، ہم نے رئیس الحصر فیہ کو اس تشویشناک معاملہ سے مطلع کیا اور اس سے معاونت کی درخواست کی رئیس نے سفارت خانہ کو اطلاع دی، ان ستر افراد کے لیے ایک بس عمان سے آئی اور ان کو عقبہ سے معان تبوک کے راستہ لے جایا گیا۔

۲۲ مرزی الحجہ کی صبح کو جہاز بندرگاہ پر کھڑا ہوا تھا، اطلاع ملی کہ سامان باندھ لو، بلدیہ (ٹاؤن کمیٹی) کے شرکوں میں سامان اور بسوں میں حاجیوں کو رصیف (پلیٹ

قادر) تک پہنچایا جائے گا، اسی اثناء میں کبریتی صاحب نے یہ المناک خبر بھی سنا دی کہ جہاز صرف پانچ سو مسافروں کے لیے ہے، یہ خبر ہمارے لیے سوہانِ روح تھی کہ پانچ سو ساتھی چلے جائیں گے اور باقی بارہ سو رہ جائیں گے، یہ خبر تمام حابیوں میں پھیلی، ہر ایک اس کوشش میں تھا کہ سب سے پہلے جہاز میں سوار ہو جائے جب دروازہ کھلا تو تمام حاجی پروانہ دار جہاز کی طرف دوڑے اور تقریباً تین چار فرلانگ کا راستہ طرفہ العین میں طے ہوا، دیکھا تو باختر عرفات کھڑا تھا، عرفات کے پیارے گلے سے انتہائی اطمینان و سرور ہوا۔ پولیس کے افسر اور سپاہی کافی تعداد میں جہاز کی سیڑھیوں پر ترتیب وار کھڑے تھے مگر پاکستانیوں کے سیلاب نے سیڑھیوں کو توڑ ڈالا، بعض تو جہاز میں چھلانگیں لگا کر سوار ہوئے، پولیس نے نظم و ضبط قائم کرنے کے لیے لاشی بھی چلائی مگر رضائے مولا کی طلب میں سفر کی بے شمار صعوبتیں برداشت کرنے والے پاکستانیوں کے لیے لاشیوں کی یہ دھمکیاں کب اثر کر سکتی تھیں جبکہ دیارِ حبیب پر پہنچانے والی سواری سامنے رصیف پر روانہ ہونے کے لیے مستعد تھی، مختلف حکومتوں کے سفارت خانوں میں کئی کئی دن دھکیلے جانے والے راستہ میں مختلف پاکستانی ایجنٹوں کے فریب و ظلم سے نجات پانے والے سردیوں، بارشوں اور برف باریوں کے مصائب سے آشنا، اہل و عیال سے طویل مفارقت کے عاوی تھوڑے وقت میں سینہ سمندر میں سوار ہوئے۔ ”مدیر امن العام“ (ایکٹر جنرل پولیس) چلا تارہا کہ یہ تو چھوٹا جہاز ہے، اتنے مسافروں کو کیسے لے جاسکے گا مگر کمپنی کے مالک نے جہاز کے کیپٹن کو رشوت کا لقمہ دے کر اسے ہموار بنا دیا تھا۔ کیپٹن نے کہا کہ یہ میری ذمہ داری ہے۔ عقبہ کے احباب و اکابر ہمیں الوداع کرنے کے لیے

رصیف پر کھڑے تھے۔

جہاز کی روانگی :

عصر کے وقت جہاز نے سیٹی بجائی، جہاز کا ٹنگر اٹھا اور آہستہ آہستہ جہاز رصیف سے جدا ہوا، دو فرلانگ کی مسافت پر جا کر سمندر میں جا کر کھڑا ہوا، آدمی رات کے وقت جہاز روانہ ہوا، خوشی کے مارے کسی کو نیند نہ آئی، تمام رات دیارِ حبیب کی باتیں ہوتی رہیں، احکام حج کا تذکرہ ہوتا رہا، الحمد للہ کہ عقبہ میں پچیس روزہ قیام انتہائی دلچسپی و سکون سے بسر ہوا، تمام ساتھی بخیریت رہے، البتہ ہم میں سے ایک رفیق مقبرہ عقبہ میں سمندر کے کنارے رہ گیا جس نے اپنی بیوی کو اپنی موت سے تین دن قبل نیند سے اٹھ کر بتایا تھا کہ میں اب اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں اور آپ کی مزید رفاقت مجھے نصیب نہ ہوگی، کیونکہ میں نے نیند میں یہ کلمات سنے ”اب دنیا کو چھوڑ کر ہمارے پاس آنا“ بیوی نے اس کو تسلی دی، ساتھیوں نے اس کو سمجھایا کہ یہ پراگندہ خواب ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ طویل زندگی دے گا اور حرمین شریفین کی زیارت سے سرفرازی بخشے گا۔ مگر وہ روتا رہا ہر وقت مولیٰ نے بخشش و مغفرت طلب کرتا رہا، دوسرے دن گوشت کھانے سے ہیضہ کی شکایت ہوئی تیسرے دن عقبہ کے بڑے ہسپتال میں شہادت پائی، اس کی بیوی کا صبر و استقلال دیکھنے کے قابل تھا کہ وہ ذکر و اذکار میں مصروف تھیں، پاکستانیوں نے اس کی تجوید و تکفین کے لیے چندہ جمع کیا مگر عقیدہ کی ٹاؤن کمیٹی نے تمام اخراجات اپنی طرف سے ادا کئے اور وہ رقم اس کی اہلیہ کو بطور اعانت دیدی گئی۔ افسوس کہ وہ بیماری ہیہ بھی ان سترہ مے میں سے ایک تھی جو خشکی کے راستہ پر روانہ ہوئے، صبح اٹھے تو جہاز مضیق اور شرم الشیخ سے

گزرنے والا تھا، مضیق وہ تنگ جگہ ہے جہاں سے بمشکل ایک جہاز گزر سکتا ہے، صحرائے سینا ہم سے جانب مغرب رہ گیا تھا، اور بحیرہ قلزم یہاں سے آٹھ گھنٹوں کی مسافت پر تھا، جہاز میں نماز باجماعت ہوتی رہی، حج کے مسائل و احکام کا ذکر و مذاکرہ ہوتا رہا۔ عقبہ کے دوران قیام میں حج کے اکثر مسائل سے ساتھیوں کو مختلف علماء نے روشناس کرا دیا تھا، رات کو ستاروں کی چمک اور سمندروں میں ستاروں کا عکس اور سمندر پر دور دور جہازوں کی بجلیاں عجب دلکش نظارہ پیش کر رہی تھیں۔ دن کو جہازوں کی فلک بوس چھتیں وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَئَاتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ۔ (الرحمن: ۲۳) (اور خاص کر اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں پہاڑ جیسے اونچے جہاز اور کشتیاں) کا نقشہ پیش کر رہی تھیں۔

اکثر لوگوں نے اس خیال سے کہ جہاز والے کھانا کھلائیں گے جیسا کہ عام دستور ہے، عقبہ سے اشیاء خورد و نوش نہ خریدیں، جہاز روانہ ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ کھانا اپنے ذمے ہوگا، دو دن رات تو ساتھیوں نے ایک دوسرے کو کھانا کھلایا مگر تیسرے دن کھانے کی چیزیں ختم ہو گئیں، جہاز میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو تمام حاجیوں کے پاس گئی اور انہیں کہا کہ جن کے پاس زیادہ آٹا یا چاول موجود ہوں وہ اپنے لیے صرف دو دن کا ذخیرہ رکھ کر باقی تمام ذخیرہ اپنے ساتھیوں کو مناسب قیمت پر دے دیں، جدہ میں پھر آٹا اور چاول کی بہتات ہے، اکثر حاجیوں کی اشیاء خورد و نوش سٹور میں ڈالی گئی تھی، کمیٹی نے ماتحت عملہ کو سٹور کھولنے کا حکم دیا، وہاں سے لوگوں نے اپنا اپنا سامان خوراک نکال کر اپنے احباب میں مناسب دام پر فروخت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فاقہ کشی کا یہ مشکل مسئلہ بھی حل فرمایا۔ اب ایک دوسری مشکل سامنے آئی وہ

یہ کہ کمپنی کے ایک حصہ دار جو ہمارے ساتھ شریک سفر تھے جہاز کے ایک کمر کو (جو کنکٹوں اور پاسپورٹوں کے انطباق پر مامور تھا) کہا کہ یہ تمام پاسپورٹ جدہ میں مجھے ملنے چاہئیں، اور اس کی مصلحت یہ تھی کہ ان سترہ سو حاجیوں کو ایک معلم کے حوالے کر کے فی حاجی کے حساب سے مناسب کمیشن اپنے لیے وصول کر لے، ہم نے کمر کو کو سمجھایا کہ اس ظالم کے ہاتھ میں ہمارے پاسپورٹ نہ دیں، اور کمر کو کمپنی کے کئے ہوئے تمام کارناموں سے آگاہ کیا، کمر کو انتہائی شریف اور رحمدل تھا، اس نے ہمیں اطمینان دلایا کہ میں قطعاً کمپنی والے کو تمہارے پاسپورٹ نہیں دوں گا۔

رات کو کمپنی والا میرے کمرے میں آیا اور کافی منت سماجت کی اور پھر کافی رقم دینے کا لالچ دیا، میں نے اسکو کہا کہ ہم حاجی فروشی کے لیے نہیں آئے ہیں۔ آپ اس ذیل ارادہ میں ہم سے معاونت کی توقع نہ کیجئے، کمر کو نے مجھے تمام پاسپورٹ دے دیئے، میں نے چند احباب کی اعانت اور ہمدردی سے معمولی وقت میں ہر ایک کو اپنا اپنا پاسپورٹ پہنچا دیا۔

القت میں برابر ہے جفا ہو کہ وفا ہو

ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

کمپنن کو پہلے سے کہا گیا تھا کہ میقات آنے سے قبل ہمیں اطلاع دیدی جائے، تاکہ احرام کے لیے غسل یا وضو کر کے احرام کے کپڑے وقت سے قبل پہن لئے جاویں، چنانچہ سیٹی پر حاجیوں میں ایک انقلاب رونما ہوا، ہر ایک غسل یا وضو کے لیے مستعد ہوا اور بکسوں اور بسترؤں سے احرام کے کپڑے نکالنا شروع کئے، کافی دیر بعد دوسری سیٹی ہوئی تو حاجی احرام باندھنے کے لیے تیار ہوئے زبان سے دُعائِ تکلی خدا

کرے کہ تمام حاجیوں کو حج مرور و مقبول نصیب ہو جس کا ثواب اور بدلہ جنت ہے، صحیح روایات سے ثابت ہے، حج مرور حاجی کو گناہوں سے ایسا پاک کر دیتا ہے، جیسا کہ بچہ پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک و صاف ہوتا ہے۔ چاروں طرف آہ و بکا، گریہ زاری، ذکر و اذکار کا غلغلہ ہے کسی نے صرف حج کی نیت باندھ لی اور زبان سے یہ کلمات کہے :

”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُریدُ الْحَجَّ فِیْسَرَةً لِّیْ وَتَقْبِلُهُ مِنِّیْ“ اے میرے مولا! میں حج کی اوائلی کارواہ کر چکا ہوں پس میرے لئے حج آسان فرما کر قبول فرما۔
کسی نے صرف عمرہ کی نیت کر لی اور زبان سے یہ کلمات کہے :

”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُریدُ الْعُمْرَةَ فِیْسَرَةً لِّیْ وَتَقْبِلُهَا مِنِّیْ“ اے میرے مولا! میں عمرہ ادا کرنے کی نیت کر رہا ہوں پس میرے لئے عمرہ آسان فرما اور قبول فرما۔
کسی نے عمرہ اور حج دونوں کی نیت کر لی اور زبان سے یہ کلمات کہے :
”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُریدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فِیْسَرَةً لِّیْ وَتَقْبِلُهُمَا مِنِّیْ“ اے میرے مولا! میں عمرہ اور حج دونوں کی نیت کرتا ہوں پس دونوں میرے لئے آسان فرما اور قبول فرما۔ پہلی قسم افراد ہے، دوسری قسم تمتع اور تیسری قسم حج قرآن ہے، ان میں جس قسم کی نیت آپ کریں وہ بہتر ہے اور ائمہ اربعہ میں کسی نہ کسی کے ہاں افضل ہے۔

تلبیہ :

میں نے تو قرآن کی نیت کر لی جو امام ابوحنیفہؒ کے ہاں افضل ہے، تلبیہ یعنی حج کا محبوب ترانہ۔

”لَبَّیْکَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ عَلَیْکَ لَاحِرَیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ

وَالْمَلٰئِکَةُ لَا شَرِیْکَ لَکَ“

اے اللہ ہم تیرے در پر حاضر ہو رہے ہیں، آپ کا کوئی شریک نہیں ہم تیرے در پر حاضر ہیں، یقیناً تمام تعریفیں اور نعمتیں اور بادشاہی آپ ہی کے لیے ہے آپ کا کوئی شریک نہیں آپ کے در پر حاضر ہیں کی صداؤں سے سطح سمندر پر ایک غلغلہ بلند ہو گیا، دنیاوی باتوں کو چھوڑ دیا گیا، زبانوں پر لبیک کے پیارے کلمات تھے، تضرع و الحاح کے ساتھ دعائیں مانگی جا رہی تھیں، اس وقت اگر کوئی خدا نخواستہ یہ لہجہ غلط اور بیہودہ کلام میں گزارے تو ماسوائے بدنی تکالیف، مال خرچ کرنے، اور اہل و عیال سے دور رہنے کی زحمت کے اور کیا حاصل ہوگا؟

احرام :

اب دیارِ حبیب کے آثارِ رونما ہونے لگے، یہ احرام اسکی بین دلیل ہے، دنیا کے کپڑے تو اس لیے حاجیوں نے اتار کر احرام کی دو چادریں پہن لی ہیں کہ یہ رب العالمین کی بارگاہِ قدس میں حاضر ہونے کا لباس ہے، جس طرح شاہی دربار میں داخلہ کے لیے ممتاز لباس پہنا جاتا ہے، خدا (جس کے قبضہ قدرت میں سلاطین عالم کی ارواح ہیں) کے شاہی دربار میں حاضری کا یہ لباس ہے، شاہانِ دنیا کے دربار میں غنی اور فقیر آقا و غلام کے درمیان امتیاز کرنے والا لباس ہوتا ہے، اور حاکم و محکوم کے علیحدہ علیحدہ نشانات اور تحفے، بخلاف اس شہنشاہی دربار کے یہاں تو شاہ و گدا امیر و غریب سب کے سب برابر ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

تھوڑی دیر بعد ایک لالچ میں پولیس کا ایک افسر اور دیگر حکام آئے، انکو جب جہاز میں قدم رکھنے کی جگہ ملی اور ہجوم دیکھا تو غصہ میں آ گئے، کمپنن کو بلا کر کافی ڈانٹا اور کہا: لعد لعبتہ بالذوام آپ نے تو ان ارداح سے کھیلنا ہے، اس چھوٹے جہاز میں اتنے نفوس، کمپنن نے کہا مجھے اردنی حکومت نے مجبور کر دیا تھا، اتنے میں جہاز کا مالک بائشب آگیا، اس نے حکام کو راضی کرنے کی کوششیں کیں مگر بے سود ثابت ہوئیں، جہاز کے مالک کو جرمانہ کر دیا گیا ان کے جانے کے بعد ڈاکٹر آیا جو پاکستانی تھا، اس نے ہم سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس "شہادۃ البراز" (پاخانے کے معائنے کا طبی سرٹیفکیٹ ہے) ہم نے کہا نہیں وہ چلا گیا ہم تمام دن جہاز میں رہے، خیال تھا کہ جمعہ کی نماز مسجد الحرام میں پڑھیں گے مگر

خ ہزاروں لغزشیں حائل ہیں لب تک جام آنے میں

شام کے وقت ہمیں جہاز سے اترنے کی اجازت ملی، سامان جہاز ہی میں چھوڑنے کا حکم ملا، اتر کر بسوں میں سوار ہوئے، دو میل دور ایک جگہ پر اتارا گیا، دیکھا تو صحرا میں شاندار کمرے ہیں، قیمتی پلنگ اور بسترے ہیں کسی نے کہا بہت شاندار حاجی کیمپ ہے، میں نے کہا یہ ہسپتال معلوم ہو رہا ہے، پوچھا تو جواب ملا: "ہذا مستشفى السعودی (یہ سعودی ہسپتال ہے) آپ کو یہاں دو دن رہنا ہوگا تاکہ شہادۃ البراز آپ کو مل سکے، ایک گھنٹہ کے اندر اندر سترہ سو پاکستانیوں کو مختلف قسم کے کھانے پہنچا دیے گئے، پھر ہر ایک کو ایک ڈبہ دیا گیا، چند منٹ بعد پاکستانی نرس آئی۔ اس نے ہر ایک کا نام پوچھا اور ڈبوں پر وہ نام لکھ لئے، ہم نے نرس سے دریافت کیا کہ یہ ڈبہ کس لئے ہے؟ اس نے ہنس کر جواب دیا کہ اس میں پاخانہ کر کے اپنے اپنے کمرے

احرام سے قبل امیر فقیر کا امتیاز ہو سکتا تھا جبکہ دستار کی زرق برق رنگینیاں اور کوٹ پتلون سے فرق مراتب نمایاں تھا، مگر احرام کے بعد رب العلمین کی بارگاہ میں فقیرانہ ہمیں میں جانا ہوگا، جہاں عجز و نیاز، تواضع اور انکساری کام آئے گی، امیرانہ لباس اور شاہانہ وضع قطع کو یہاں چھوڑنا ہوگا، مسکینی اور فقری اختیار کرنی ہوگی۔ بزرگان دین سے سننے میں آیا ہے کہ جس طرح اس احکم الحاکمین کے دربار میں حاضری سے قبل اپنا محبوب و مرغوب لباس اتار کر احرام باندھا جاتا ہے اسی طرح دنیا کی محبت اور خواہشات کی اتباع بھی دلوں سے نکال کر اللہ و رسول کی محبت و اطاعت کو دل میں جگہ دینی چاہیے۔ سحری کے وقت احباب نے جگایا اور بشارت کی کہ وہ سامنے جدہ کی بجلیاں جلمک جلمک کر رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا

صبا پیام رسانید و شادمان کشیم
طلوع صبح سعادت در انتظار ماست

جدہ کے ساحل پر :

ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا کہ جہاز ساحل سے دور لنگر انداز ہوا، جدہ کا دن تھا تمام ساتھی حدودِ جدہ میں تھے کہ جمعہ کی نماز مسجد الحرام میں پڑھی جائیگی، بے شمار بحری سفینے ساحل جدہ پر لنگر انداز تھے۔ سفینہ الحجاج اور سفینہ عرب پر پاکستانی جہتے اپنے ہم وطنوں کو سلامی دے رہے تھے۔ مختلف ممالک کے جہازوں سے سمندر میں ایک شہر آباد ہو گیا تھا، ہمارا جہاز ایک گھنٹہ تک کھڑا رہا ہم نے کمپنن کو کہا کہ رصیف (پلیٹ فارم) پر جہاز لے جائیں اس نے بتایا کہ ابھی تک ہمیں اجازت نہیں ملی، کمپنن نے ہمارے اصرار پر خطرہ کے الارم دینے کا حکم دیا چنانچہ دو الارم بج گئے،

کے ٹیبلوں میں رکھنا ہوگا، صبح یہ ڈبے ڈاکٹر کے ہاں معائنہ کے لیے جمع کئے جائیں گے، ہم اس وقت بڑے ڈاکٹر کے پاس گئے مگر وہ نہ ملے پھر ایک لیڈی ڈاکٹر آئی جو مصری تھی اس کو ہم نے سمجھایا کہ ان ڈبوں پر خدا اور رسول کے نام ہیں کیونکہ کسی کا نام عبد اللہ کسی کا عبدالرحمن، محمد شفیع وغیرہ ہے تو ان ڈبوں میں ٹٹی کرنا کتنی بے ادبی ہے، میں نے کہا: ان مکان هذا امر اللہ فأهلأ وسهلأ لأمر اللہ (اگر یہ اللہ کا فرمان ہے، تو بسرو چشم قبول ہے) وإن کان امر رسول اللہ فأمرہ مطاع (اور اگر یہ رسول خدا کا حکم ہے تو ہم اس کے تابعدار ہیں) لیڈی ڈاکٹر نے کہا: هذا امر اولی الامر (یہ ارباب اقتدار کا فرمان ہے) بعض نے تو نا سمجھی میں اس حکم کی تعمیل کی اور سمجھداروں نے اس حکم کی خلاف ورزی اپنے لیے کامیابی سمجھی، مجبوراً دو دن وہاں رہنا پڑا۔ پیر کی شام کو تبلیغی جماعت کے دو ساتھی (جو شریک سفر تھے) ہمارے کمرے میں آئے اور فرمانے لگے کہ آج رات ہسپتال کی مسجد میں تمام ساتھیوں کو اکٹھا کرنے کا انتظام ہو چکا ہے، آپ آکر مسائل حج بیان کریں، میں نے کہا بہت خوب، اکثر احباب عشاء کی نماز کے لیے آئے اور نماز کے بعد تقریر کا آغاز اس شعر سے ہوا:۔۔۔۔۔

اجازت ہو تو آکر میں بھی شامل ان میں ہو جاؤں

سنا ہے کل تیرے در پر ہجوم عاشقان ہوگا

پھر حسب استطاعت بیان ہوا، اللہ تعالیٰ ان تبلیغی حضرات کو اپنی رحمت کے خزانوں سے جزائے خیر عطا فرماوے، ان کی شبانہ روز کوششوں سے ملت بیضا کی نشر و اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ پیر کے دن ظہر سے پہلے مستثنیٰ سے نجات ملی، مدینہ الحجاج میں بسوں کے ذریعہ جا کر معلوم کی فیس ایک سو ریال ادا کی۔ ظہر کی نماز کے

بعد بس میں روانہ ہوئیں، جدہ سے مکہ معظمہ تقریباً پچاس کلومیٹر ہے، دو طرفہ سڑک ہے اور ہر ایک سڑک صاف، شفاف اور اتنی چوڑی ہے کہ چار بسیں باسانی چل سکتی ہیں مگر ان دنوں بسوں، ٹرکوں اور ویکنوں اور کاروں کے دو طرفہ اجوم کا تانتا بندھا ہوا تھا، ہر طرف سفید لباس میں بلبوس انسانوں کی ایک دنیا تھی، سب کی زبان پر لبیک اللہ لبیک کے نعرے تھے۔ اللہ اللہ ایہ سرزمین حجاز ہے یہاں وحی نازل ہوتی تھی، یہاں کا ذرہ اسلام کی صداقت کی شہادت دے رہا ہے، احرام کی حالت میں اس بابرکت زمین میں جانا محض فضل ایزدی ہے۔

مکہ مکرمہ کے آثار :

جوں جوں مسافت طے ہوتی گئی، اشتیاق دید کی حرارت بڑھتی گئی۔۔۔۔۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد

واقرب ما یكون الشوق يوماً إذا دنت الخيام إلى الخيام

ہم دایر امن اور دار سلام کی طرف جا رہے تھے جہاں سب کے لیے امن و سلامتی ہے حیوان ہو یا انسان تمام کے تمام مامون و محفوظ ہیں، نہ یہاں قتل و غارت ہے، اور نہ ظلم و عدوان، نہ کسی جاندار کا شکار کیا جاتا ہے، اور نہ کسی درخت اور گھاس کو کاٹا جاتا ہے۔ یہ سرزمین مکہ، مدینہ اور بیت المقدس تمام روئے زمین پر مجدد و شرف کی یادگار ہے، شمس کے پاس یہ مینار حدود و حرم کو زمین حل سے جدا کر رہا ہے، حرم کی ان حدود کی نشاندہی انبیاء کے حید امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ اور انہیں کی وہ دعا ہے جو ہر سال ان دنوں میں اقطار عالم سے مسلمانوں کو مقناطیس کی طرح کھینچ لیتی ہے۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُيُوتًا بِهَيْئِكَ الْمُحَرَّمِ
وَرَبَّنَا لِيَقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْنَدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ
الْثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (سورہ ابراہیم ۲۲)

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنے اہل و عیال کو ایک چٹیل میدان میں
بسیا یا ہے جو تیرے باعزت گھر کے قریب ہے تاکہ نماز کو قائم کریں، پس بعض لوگوں
کے دلوں کو ان کی طرف مائل فرما دے اور ان کو پھلوں کی روزی عطا فرما تاکہ وہ آپ
کا شکر و سپاس ادا کریں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان کی صدائے بازگشت
ہے جو ہر سال ان دنوں میں مسلمانوں کے دلوں میں بیت اللہ کی وید کے جذبات
ابھار دیتی ہے اور لاکھوں انسان اقصائے عالم سے یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ حضرت
ابراہیم نے ایک اونچے پہاڑ پر کھڑے ہو کر یہ اعلان فرمایا تھا:

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ
كُلِّ فَتْقٍ عَمِيقٍ (الحجہ ۲۲) اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیجئے تاکہ وہ دور دراز راستوں
سے تیرے پاس پیادہ اور بلبے اونٹوں پر سوار ہو کر حاضر ہوں۔

حرم میں داخلہ :

اس کے بعد ہم حرم میں داخل ہوئے، وہ حرم جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف
منسوب کر کے محبوب و محترم بنا دیا ہے، حالانکہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے
مگر اپنی طرف نسبت کرنے سے منسوب کی عظمت کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
حضور اکرم ﷺ کو ان کلمات کے کہنے پر مامور فرمایا قرآن مجید میں ہے: اِنَّمَا
أَمَرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأَمَرْتُ أَنْ أَكُونَ

مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ مجھے حکم دیا گیا کہ اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے
محترم بنا دیا اور ہر چیز اکی ہے اور یہ کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں۔

حدود حرم کی دعائیں :

حرم کی حدود میں داخل ہوتے ہوئے زائرین کی زبانوں پر یہ کلمات تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا الْحَرَمَ حَرَمُكَ وَالْبَلَدَ بِلَدِكَ وَالْأَمْنَ أَمْنُكَ وَالْعَبْدُ عَبْدُكَ جَنَّتُكَ
مِنْ بِلَادٍ بَعِيدَةٍ بِذُنُوبٍ كَثِيرَةٍ وَأَعْمَالٍ سَيِّئَةٍ أَسْأَلُكَ مَسْأَلَةَ الْمَضْطَرِّينَ
إِلٰهَكَ الْمَشْفِقِينَ مِنْ عَذَابِكَ أَنْ تَسْتَقْبِلَنِي بِمَحْضٍ عَفْوِكَ وَأَنْ تَدْخُلَنِي فِي
فَسِيحِ جَنَّتِكَ جَنَّةِ النِّعِيمِ۔ اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَأَمْنُكَ فَحَرِّمْ لِحِمِّي وَدَمِي
وَشَعْرِي وَبَشْرِي عَلَى النَّارِ وَأَمْنِي مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ۔

اے اللہ یہ تیرا ہی حرم ہے اور تیرا ہی شہر ہے اور تیرا ہی امن ہے، میں تیرا
بے بندہ ہوں، اے ہمارے مولا! ہم دور دراز شہروں سے گناہوں کے بوجھ لادے
ہوئے تمہاری رحمت و مغفرت کی امید پر حاضر ہوئے ہیں، انتہائی تقشیر کیا تجھ تم
ہی سے مانگ رہے ہیں، تمہارے عذاب سے خائف و ترساں ہیں، اپنی خالص
بخشش سے ہمیں اپنی وسیع جنتوں میں داخل فرما اے خدا! یہ تیرا حرم اور امن ہے
ہمارے گوشت پوست، خون بال دوزخ کی آگ سے بچا اور ہمیں قیامت کے دن
اپنے عذاب سے بچا۔

حج کی باتیں :

گزشتہ سے پیوستہ: مکہ مکرمہ کے مقدس شہر کی آبادی پر نظر پڑتے ہی یہ دعا

و روزیان ہوئی : اللہم اجعل لی بہا قراراً و اذقنی فیہا رزقاً حلالاً اے خدا! مجھے اس شہر میں سکون اور رزق حلال عطا فرما۔

تھوڑی دیر بعد مسجد حرام کے پیارے بلند و بالا مینار نظر آئے۔ بے تابانہ نگاہیں میناروں کی طرف انھیں آنکھوں کے سامنے پڑ شکوہ بابرکت مینار اور کانوں سے مسجد الحرام کے میناروں سے عمر کی پیاری اذان سن رہے تھے۔

اکتوں کرا دماغ کہ پُر سد ز باغبان

بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

کنڈیکٹر نے بس کا دروازہ بند کیا ہوا ہے کسی کو اترنے کی اجازت نہیں،

بسوں، کاروں اور پیدل چلتے والوں کے لیے بے پناہ ہجوم کے باعث ہماری بس نے چند فلائنگ کی مسافت دو گھنٹہ میں طے کی۔ محلہ جیاد میں اتر کر ”سراج قصاص“ معلم

کے مکان میں اپنا سامان رکھ دیا، وضو کر کے مسجد الحرام روانہ ہوئے، یہ جنت کی زمین، فرشتوں کا شہر، معطر نورانی فضا، روح پرور اور ایمان افزا ماحول، وحی الہی کا جائے

نزول، رحمت کائنات ﷺ کا مولد و مسکن، مسلمانان عالم کا قبلہ، ام القریٰ، بکۃ مکہ، عروض البلاء، مذہب اسلام کی عظمت و شوکت کی عظیم الشان یادگار، حضرت ابراہیم

و اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی فرود گاہ، اور ہم جیسے سیہ کاروں کی حاضری اور ورود قدم فرط محبت سے لرز رہے ہیں اور دل و فو رشوق سے امنڈ رہا ہے، کسی نے کہا

وہ سامنے کعبۃ اللہ ہے

اللہم زد بیتک هذا تشریفاً و تکریماً و تعظیماً و مہابۃ و رفعة و براً

خداوند! اس مقدس گھر کی شرافت و کرامت تعظیم و جلال میں اضافہ

فرما۔

کعبہ سنتے ہیں کہ گھر ہے بڑے داتا کا ریاض

زندگی ہو تو فقیروں کا بھی پھیرا ہوگا

اللہ اکبر! یہ لمحہ طیبہ زندگی کے تمام لحات و ساعات میں کتنا مبارک اور

باسعادت ہے جس میں کئی سالوں کی طویل و مدید اشتیاق و تمنائے بعد بیت اللہ جلیل

کے انوار و تجلیات پر آشکبار آنکھوں کی لگا ہیں پڑیں، روح بے پناہ خوشی سے جھوم رہی

ہے۔

نازم پچشم خویش کہ جمال تو دیدہ است

افتم بہ پائے خویش کہ بکویت رسیدہ است

جمال و جلال کعبہ نے سفر کے تمام تھکاؤٹوں کو راحت و سرور میں تبدیل

کر دیا، قدرت کے کرشمے ہیں جس جگہ کی آستان بوی شہنشاہان جہاں اور تاجداران

دنیا ہر دور اور ہر زمانہ میں اپنے لیے باعث سرفرازی و سعادت سمجھتے رہے ہیں، ہم جیسے

فقیروں کو بھی اس مقدس گھر کے در تک رسائی نصیب ہوئی۔

جذب دل نے آج کوئے یار میں پہنچا دیا

جیتے جی گلشن جنت میں داخل کرویا

ڈھونڈتے ڈھونڈتے جا پہنچے ہم اس گھر کے تنگ

دل گم گشتہ میرے حق میں تو رہبر نکلا

اللہ اللہ! یہ آنکھیں بھی اس قابل ہوئیں کہ جمال کعبہ کی دید سے شرف اندوز

ہو رہی ہیں ابھی ہم نے تعمیر شدہ برآمدوں میں سے بیت اللہ شریف کی طرف جارہے

ہیں کہ نماز عشاء کے لیے اقامت شروع ہوگئی۔ یہ ہماری اولین نماز ہے کہ عین قبلہ ہمارے سامنے ہے جو قبلہ کی طرف دن میں پانچوں وقت ہزاروں میل دور سے رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ آج اسی کے سامنے کھڑے ہیں۔

حضرت عمرؓ ایک دفعہ خانہ کعبہ کی آغوش میں نماز پڑھاتے وقت لایلاف قریش کی سورت تلاوت فرما رہے تھے۔ فلیعبدوا ربہ ہذا البیت پڑھتے ہوئے بے اختیار اس مبارک گھر کی طرف انگلی سے اشارہ فرما گئے۔

نماز سے فراغت کے بعد دو گانہ شکر یہ ادا کیا۔

بے خودی شوق کی اور عرض تمنا ان سے نہیں معلوم کہ منہ سے میرے کیا کیا نکلا
نالہ کر لینے دیں اللہ نہ چھیڑیں احباب
ضبط کرتا ہوں تو تکلیف سوا ہوتی ہے

یا اکرہ الاکرمین، یا رب البیت العتیق اپنے گھر سے تمہارے سراپا یمن و برکت مقدس گھر تک کتنے حجاب اور موانع کے طبقات تھے جو رفتہ رفتہ دفع ہوتے رہے، دوری کے وہ تجلیات ختم ہو گئے ہیں، اب تو خانہ کعبہ سامنے ہے، یہ باب السلام ہے اور یہ چاہ زمزم، سامنے مقام ابراہیمؑ اور بیت الجلیل، جس کے ارد گرد سفید پوش حجاج کرام طواف کر رہے ہیں اور اس کے کونہ میں یہ ہجوم حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے جمع ہے۔

حضرت شیخ حافظ الحدیث در خواستی صاحبؒ کی بات یاد آئی، ”قدم ہوں مسجد حرام میں اور نگاہیں خانہ کعبہ پر تو تمام الجھنیں دور ہو جاتی ہیں، اور قدم ہوں مسجد

نبوی ﷺ میں، نگاہیں گنبد خضراء پر تو روایات و احادیث کے اشکالات رفع ہو جاتے ہیں۔“ ساتھی نے کہا باب السلام (باب بنی شیبہ) کی طرف سے آکر حجر اسود کو بوسہ دینے سے طواف شروع کریں گے، تلبیہ پڑھتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو ”کیونکہ زائر حرم کی دعا (جب اس کی اولین نگاہیں خانہ کعبہ پر پڑ رہی ہوں، مقبول و مستجاب ہیں۔“ باب السلام سے داخل ہوتے وقت مسنون دعا بسم اللہ والصلوة والسلام علی رسول اللہ پڑھتے ہوئے آگے بڑھے، اسی اثناء میں وہ دعائیں پڑھنی چاہئیں جو رسائل حج میں درج ہیں۔ الحمد للہ کہ ”حجر اسود کا بوسہ آسانی نصیب ہوا یہاں کسی کو ڈھکیلنے کی اجازت نہیں ہمارے ہونٹوں کی بلند بختی کا کیا کہنا کہ ”حجر اسود“ کی تقبیل سے لطف اندوز ہوئے۔

حجر اسود :

”حجر“ کے معنی پتھر اور ”اسود“ کے معنی ہیں کالا، اس کا لے پتھر کا رنگ عقیق سیاہ کی طرح ہے، اس کا مکمل دور و دو فٹ یا کم دیش ہے۔ یہ پتھر بیت اللہ کے جانب مشرق و جنوب کے گوشہ میں باہر کی طرف دیوار میں ایک گز کی بلندی پر جڑا ہوا ہے، اس کے متفرق ٹکڑوں کو چاندی کے خول میں یکجا جمع کر دیا گیا ہے، کہتے ہیں کہ یہ چاندی کا خول عبداللہ ابن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھوں کا لگا ہوا ہے جسکے ۶۲ھ میں حصین ابن نمیر نے یزید بن معاویہؓ کے حکم پر مکہ معظمہ پر فوج کشی کی اور ”ابی قیس“ بیڑی پر جانق نصب کر کے پتھر برسانے تو مخنیق کی سنگ باری سے حجر اسود کی ٹکڑے ہوا، ابن زبیرؓ حصین کے لکڑوں کو چاندی کے حلقہ میں جمع کر دیا، یہ پتھر حضرت ”ابراہیم“ علیہ السلام کے مبارک ہاتھ سے نصب شدہ ہے اس لیے حبر کہ ہے، حضور ﷺ نے

اسے بوسہ دیا ہے، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین و مفسرین، محدثین اور ہر قرن کے اولیاء اللہ اور صلحاء امت نے اس کو بوسہ دیا ہے اور قیامت تک زائرین حرم اسے بوسہ دیتے رہیں گے، کتنی خوشی اور بلند بختی ہے اور بلند اقبالی ہے کہ انبیاء کرامؓ اور صحابہؓ و تابعین کی بوسہ گاہ کو بوسہ دیا جائے جو در حقیقت ان کے مطہر و مقدس ہونٹوں کو بوسہ دینے کے مترادف ہے۔

عن ابن عباسؓ قال رسول اللہ ﷺ : لما نزل من السماء الحجر الأسود، كان أبهى من اللبن سودته خطايا بني آدم۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”حجر اسود“ دودھ سے زیادہ سفید تھا جبکہ اسے آسمان سے اتارا گیا تھا، بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر ڈالا۔ عن ابن عمرؓ أن الحجر الأسود والمقام الأبراهيمي ياقوتتان من الجنة۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ”حجر اسود“ اور ”مقام ابراہیمی“ دونوں جنتی یاقوت ہیں۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: إن النبي ﷺ قال: من دعا عند الحجر الأسود استجاب الله دعاءه۔

حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص بھی حجر اسود کے آغوش میں اللہ تعالیٰ سے مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمائے گا۔

یہ بھی منقول ہے کہ یہ پتھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا دست راست ہے اپنے بندوں سے اس کی وساطت سے مصافحہ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ نے اس پتھر کو بوسہ دیتے وقت فرمایا تھا :

والله اني اعلم أنك حجر لا تنفع ولا تضر ولولا يقبلك النبي ﷺ لما قبلتک۔ خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ آپ ایک سیاہ پتھر ہیں نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان اگر حضور اکرم ﷺ آپ کو بوسہ نہ دیتے تو آج میں بھی آپ کا بوسہ نہ لیتا۔ ”انحاف السعادة“ میں حضرت علیؓ سے منقول ہے۔ انه ينفع ويضر کہ یہ پتھر نفع و نقصان کا ذریعہ ہے، در حقیقت حضرت عمرؓ نے مشرکین عرب کے غلط عقائد کی اصلاح کے باعث فرمایا تھا کہ یہ پتھر اس لیے نہیں چوما جاتا کہ یہ بذات خود کسی کو نفع پہنچانے والا یا نقصان دہ ہے، بلکہ حضور ﷺ کی پیروی مطلوب ہے، اور حضرت علیؓ کے فرمان کا یہ مقصد ہے۔ کہ اس کو بوسہ دینے اور اس کے پاس دعا کرنے سے رب البیت برکات و عنایات نازل فرماتے ہیں

شیخ طرسوس رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اس پتھر کی یہ خاصیت ہے کہ آگ کی حرارت اس پر کبھی اثر انداز نہیں ہو سکتی، اس کو اگر کئی دن آگ میں رکھا جائے، یہ ٹھنڈا رہے گا اور اگر اس کو پانی میں ڈالیں تو ٹکڑی کی طرح پانی کی سطح پر تیرتا رہے گا اور کبھی نہیں ڈوبے گا۔

عن ابن عباسؓ قال : قال رسول الله ﷺ : في الحجر والله لبيعتته الله يوم القيامة له عينان يبصر بهما، ولسان ينطق به يشهد على من استلمه بحق۔ (رواه الترمذی)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس پتھر کے بارے میں فرمایا، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس پتھر کو قیامت کے دن اٹھالے گا جبکہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جسکے ذریعہ ان خوش قسمت لوگوں کے

بارے میں گواہی دے گا، جنہوں نے خلوص و صداقت سے اس کے بوسے لئے ہیں۔

طواف :

حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر طواف کی نیت کے بعد دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر بسم اللہ اکبر واللہ الحمد پڑھ کر اس کو بوسہ دینے کے لیے آگے بڑھیں اگر بوسہ ممکن نہ ہو تو دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر ہاتھوں کو چوم لینا چاہیے اگر دونوں ہاتھوں کا رکھنا مشکل ہو تو صرف دایاں ہاتھ رکھ دیں اور اگر ہجوم زیادہ ہو تو پھر کسی کو دھکیلنے کی ضرورت نہیں دور سے اشارہ کر کے اپنے ہاتھوں کو چوم لینا چاہیے، ہماری خوش قسمتی ہے کہ مطاف میں بالکل ہجوم نہ تھا اکثر حاجی منیٰ کو چلے گئے، کل عرزد کا دن ہے، ہمیں ہر شوط میں حجر اسود کا بوسہ نصیب ہو رہا تھا، ہم جیسے دیر سے پہنچنے والوں کی قلیل تعداد رہ گئی ہے۔

مناسک حج کی کتابوں میں ہر شوط کی علیحدہ دعائیں درج ہیں، اگر کتاب سے دعائیں پڑھیں یا یاد سے دونوں بہتر ہیں، اور اگر قرآن مجید کی کچھ سورتیں یاد ہیں تو ان کی تلاوت بھی افضل ہے۔ اگر دعائیں یاد نہیں تو رِبعاً آخفاً فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قناً عذاب النار کی دعا پڑھیں۔ لاحول ولا حول الا باللہ العلی العظیم پڑھیں۔ امام زین العابدینؑ جب آدمی رات کے وقت یہاں پہنچے تھے تو انہوں نے طواف کرتے ہوئے یہ دعائیاں شعار پڑھے تھے ۔۔۔۔۔

یا من یجیب دعا المضطر فی الظلم

یا کاشف الضر والبلوی مع السقم

اے میرے مولا! جو تار یکبوں میں پریشان حال کی دعائیں قبول فرماتا ہے

اور ہر تکلیف و مصیبت اور بیماریوں کو دور فرماتا ہے۔

قد نام وفدک حول البیت والتبہوا

وعین جودک یا مولای لم تنم

آپ کے مہمان خانہ کعبہ کے ارد گرد سوئے ہوئے ہیں اور کچھ بیدار ہیں مگر اے مولا! آپ کی چشم سٹا کبھی نہیں سوتی۔

إن کان عفوک لا یرجوة ذو عطاء

فمن یجود علی العاصیون بالنعم

اگر تیرے بخشش و کرم کی امید خطاوار نہ رکھیں، بھلا کون گنہگاروں کو نعمت درگزر سے نوازے گا۔

ہب لی بحدک فضل العفو عن ذلک

یا من الیہ رجاء الخلق فی الحرم

اپنے جود و کرم سے میرے گناہوں اور لغزشوں کو معاف فرما، تمام مخلوق کی امیدیں تیرے حرم پاک سے وابستہ ہیں۔ (بعض اکابر یہ اشعار شیخ اکبر عربی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حطیم رکن یمانی :

پہلے تین چکروں میں ”زل“ (موٹوں کو ہلاتے ہوئے تیز قدم چلنے کو زل) کہتے ہیں۔ باقی چار چکروں میں اپنی چال چلنا چاہیے۔ ”حطیم“ ذی کھارکن یمانی کا استلام نصیب ہوا، احرام کے کپڑے اور جسم کے ظاہری اعضاء ”ملتزم“ کے التزام سے مسعود و محفوظ ہوئے ”باب الکعبہ“ (کعبہ کا دروازہ) اور ”حجر اسود“ کے

درمیان جگہ کو "مترزم" کہتے ہیں۔ یہاں انتہائی تواضع و انکساری کے ساتھ رب البیت سے اپنے لئے اور اپنے والدین و اقارب، اساتذہ و مشائخ، غرض تمام متعلقین و جملہ اہل اسلام کے لیے دُعائیں مانگی جائیں۔ وَمَنْ دَعَى بِأَبِ كَعْبٍ فَتَنَهُ جوختی کے دروازے کو کھٹکھٹائے گا وہ مقصود پا کر جائے گا۔ اکرم الا کریمین کے بارگاہ قدس میں لجاجت و انتہائی عاجزی کے ساتھ جو دُعائیں بھی مانگیں اسے شرف قبولیت نصیب ہوگی۔

مقام ابراہیم :

مترزم کے پاس دُعا کر کے "مقام ابراہیم" میں دو رکعت پڑھ لیں۔ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی تھی۔ اب یہ پتھر ایک کہنی جالی دار کمرہ میں محصور ہے۔ حضرت شیخ الفییر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ سے دوران درس میں یہ بات ہم نے سنی تھی "کہ پہلی بار جب میں حج کے لیے گیا تو "مقام" والے پتھر کو میں نے دیکھا، اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک قدموں کا نشان تھا، آدمی رات کو میں طواف سے فارغ ہوا تو ایک شخص نے مجھے بلایا میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے زمزم کا پانی قدیمین میں ڈالا اور مجھے فرمانے لگے کہ اس پانی کو نوش فرمائیں۔ میں نے زمزم کا پانی قدیمین سے پی لیا، بجز اللہ یہ سعادت مجھے حاصل ہوئی ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ "مطہانی" کو وسیع کرنے کے منصوبہ میں اس پتھر کو بلوری شیشہ کے اندر رکھ کر اوپر کی عمارت کو ہٹا دیا جائے گا، ان کی کہنی جالیوں میں بعض سادہ لوح زائرین اللہ تعالیٰ کے نام خطوط لکھ کر ڈال دیتے ہیں، بعض نے اشرفیاں، ریال ریال، سونے، چاندی کے زیورات اور بعض نے تو اپنے نوٹوں بھی یہاں ڈال دئے ہیں۔ (ماہنامہ الحق مارچ ۱۹۶۸ء)

مقام ابراہیم میں دو گناہ اور دُعا کے بعد چاہ زمزم کی طرف روانہ ہوئے۔ خدا کرے کہ زمزم کی شراب جسمانی و روحانی طہارت و تزکیہ کا باعث ہو۔ قبلہ رخ ہو کر اس کا پینا مسنون ہے، زمزم جو آجکل کنوئیں کی شکل میں موجود ہے، یہ آج سے چار ہزار سال قبل حضرت اسماعیلؑ کے عہد طفولیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور رحمت خاصہ سے حضرت اسماعیلؑ کی شدت پیاس بجھانے کے لیے چشمہ کی صورت میں نمودار فرمایا تھا، اب یہ چشمہ زمین دوڑتہ خانے کے اندر کنوئیں کی شکل میں موجود ہے، زمزم کا یہ کنواں خانہ کعبہ سے تقریباً چالیس گز کی مسافت پر بجانب مشرق و جنوب حجر اسود کے بالمقابل واقع ہے، مردوں کے لیے علیحدہ جگہ اور عورتوں کے لیے علیحدہ جگہ متعین ہے، میزھیوں سے نیچے اترنے کا انتظام ہے۔ اب اس میں تین دائرہ پمپ لگائے گئے ہیں، ہجوم نہ ہونے کے وقت ڈول سے بھی پانی نکالنے کا انتظام ہے، زیادہ ہجوم کے وقت پولیس وہ کہنی جالی دار دروازہ بند کر دیتی ہے، جو کنوئیں کے پاس لگایا گیا ہے، دروازہ سے باہر متعدد ڈوٹیاں لگی ہوئی ہیں ان سے بآسانی سیرابی میسر ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے : عَمِدُ مَاءٍ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ فِيهِ طَعَامُ الطَّيِّمِ وَشِفَاءُ السُّقْمِ (تمام روئے زمین پر بہتر پانی زمزم ہی کا ہے جس میں غذائیت اور شفاء ہے۔ آب زمزم کو پیٹ بھر کر پینا چاہئے اور اس وقت دین و دنیا و آخرت کی عافیت و سلامتی کی دعا کرنی چاہیے، جیسا کہ صادق و مصدوق علیہ التسلیمات نے فرمایا ہے ھو لِمَا شَرِبَ لَہُ" یہ پانی ہر اس غرض کو پورا کرتا ہے جس کے لیے نوش کیا جائے، عبد اللہ ابن عباسؓ نے آب زمزم پیا تو یہ دُعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اِسْأَلُکَ عَلِمًا نَافِعًا (اے میرے مولا! مجھے نفع رسان علم عطا

فرما) وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ (میرے رزق میں فراخی نصیب فرما اور ہر بیماری سے شفاء عطا فرما)

اس پانی کو جتنا بھی پیا جائے فائدہ ہی فائدہ ہے، پیٹ بھر کر پیا جائے اور ہر سال پر بیت اللہ کی طرف نگاہ اٹھائی جائے، آجکل تو یہ خانہ میں خانہ کعبہ نظر نہیں آتا، خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنا کافی ہے، بعض حضرات پانی کو برتن میں ڈال کر اوپر چڑھ جاتے ہیں، اور خانہ کعبہ کو نگاہ کئے ہوئے آب زمزم نوش فرماتے ہیں، بچا ہوا پانی اپنے چہرہ، سر اور جسم کے اعضاء پر مل لینا چاہیے۔

دارقطنی میں ابن عباسؓ کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے ”زمزم کا پانی جس غرض کے لیے پیا جائے وہی غرض پوری کرتا ہے، اگر آپ شفا یابی کے لیے نوش کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کو تندرستی و صحت عطا فرما دے گا، اگر بغرض غذا یت استعمال کریں تو خداوند تعالیٰ آپ کو سیر کر دے گا اور اگر پیاس بجھانے کی غرض سے پییں تو اللہ تعالیٰ پیاس دور کر دے گا۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی وارد ہے ”اور اگر اس کو اس نیت سے پئیں کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ نصیب ہو تو یقیناً اس کی پناہ نصیب ہوگی۔“

صحیح مسلم میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ ”جب وہ نبوت کی خبر سن کر مکہ مکرمہ اسلام لانے کی نیت و غرض سے حاضر ہوا تو مجھے مکمل مہینہ آنحضرت ﷺ کی زیارت کا موقع نہ مل سکا، چونکہ اپنے ساتھ توشہ خوراک نہیں لایا تھا، اس لیے تمام مہینہ آب زمزم پینے سے غذا یت حاصل کرتا رہا۔ ابوذرؓ فرماتے ہیں: میں موٹا ہو گیا میں اپنے جگر میں بھوک کی وجہ سے کمزوری کا کوئی اثر محسوس نہیں کرتا تھا، جب رحمت کائنات ﷺ نے ابوذر غفاریؓ کا یہ سارا بیان سن لیا تو فرمایا: کہ ”آب زمزم میں

برکت ہے، اس میں غذا یت ہے جو پینے والے کو سیر کرتی ہے، حضور ﷺ کو آب زمزم اتنا مرغوب و محبوب تھا کہ فتح مکہ کے بعد جب حضور ﷺ واپس مدینہ پہنچ گئے تو مکہ میں اپنے مقرر کردہ خطیب سہیل بن عمروؓ نے آب زمزم سے دو مشکیزے بھر کر اونٹ پر لا دے اور قاصد کے ذریعہ مدینہ منورہ بھیج دئے۔ سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کی خاطر ہر سال لاکھوں شن پانی لاکھوں حجاج کرام کے ذریعہ دنیا کے مختلف گوشوں تک پہنچایا جاتا ہے، اس پانی کی یہ خاصیت ہے کہ طویل عرصہ گزرنے کے باوجود اس کے ذائقہ میں تلخی، بدبو اور بد مزگی پیدا نہیں ہوتی۔

آب زمزم پیٹ بھر کر پینے کے بعد صفا کی طرف سعی کی نیت سے روانہ ہوئے ”باب الصفاء سے نکلے، زبان پر ابدء بما ہدء اللہ بہ۔ اِنَّ الصفاء والمروة من شعائر اللہ (میں اس جگہ سے سعی کا آغاز کرتا ہوں جس جگہ کو اللہ تعالیٰ نے مقدم ذکر فرمایا ہے)

شَعَائِرُ اللّٰهِ فَمَنْ حَمَّ الْبَيْتَ اَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطُوفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَذَلِكَ اللّٰهُ شَآءُ ذُو عِلْمٍ (۱۵۸: ۲) خداوند کریم کا ارشاد ہے: یقیناً صفا اور مروه اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں پس جو کوئی حج بیت اللہ کرے یا عمرہ، تو اس کو ان دونوں جگہ کے درمیان طواف کرنا چاہیے، اور جو کوئی نفل نیکیاں کرے تو اللہ تعالیٰ نیکیوں کا بدلہ دینے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اب صفا پہاڑی کا معمولی حصہ باقی رہ گیا ہے، اکثر حصہ تراشا گیا ہے، ان پہاڑی پتھروں پر یا اس کے نیچے جگہ میں کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنا چاہیے، دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے ہس اللہ اللہ اکبر پڑھ کر دعا مانگی

چاہیے۔ یہاں حضرت ہاجرہؓ پانی کی تلاش میں اس وقت آئی تھیں جبکہ آپؐ کا نورِ نظر لختِ جگر، شیرِ خوار بچہ اسماعیل علیہ السلام شدتِ پیاس سے مانی بے آب کی طرح ترپنے لگا تو اس کی ماما بھری ماں اپنے لاڈلے اکلوتے بچے کی جان بچانے کی خاطر صفا پہاڑی کی طرف دوڑی تاکہ اس اونچی جگہ سے کہیں پانی کا سراغ مل سکے، اس نے جب چاروں طرف نظر دوڑائی تو پانی کا سراغ نہ ملا اور نہ کوئی جاندار حدِ نگاہ تک نظر آیا۔ صفا سے مروہ کی طرف روانہ ہوئی، شاید وہاں سے کوئی پانی کا نشان مل سکے، وہاں بھی ماسوائے سنسان، لبقِ دقِ صحراؤں کے اور کچھ نظر نہ آیا اور یائے نیل کے سرسبز و شاداب کنارے میں پیدا شدہ خاتون اور قریہ حبرون علاقہ شام کے سردترین مقامات میں رہائش پذیر ہاجرہؓ اور سرزمینِ حجاز کی بے آب و گیاہ پہاڑی علاقہ، ریت کے ڈھیر، خاموش فضا میں ہمہ گیر تنہائی کا عالم، عجب دلخراش منظر تھا، سیاہ پہاڑوں کی آغوش میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیویؓ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہؓ حضرت ہاجرہؓ سات مرتبہ پانی کی تلاش میں دوڑی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ہاجرہؓ کے اسی واقعہ کی یادگاروند کرہ میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی جاتی ہے۔ اِن الصفا والمروة کی آیت آیاتِ مبرکہ کے بعد ذکر ہونے کی وجہ حضراتِ منسیرین یہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فضائلِ مبر بیان کرنے کے بعد طائفہ صابریں کی سیدہ اور سراجِ حضرت ہاجرہؓ کے مواقعِ صبر کو بیان فرمایا ہے، حضرت ہاجرہؓ کے تسلیم و انقیاد اور صابرِ ضائعِ مولیٰ پر مبر اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب ہوا کہ اس کی دوڑ کو قیامت تک حج اور عمرہ کرنے والوں پر لازم کر دیا اور ”صفا مروہ“ کو شعائر اللہ (خدا کی نشانیاں) کے لقب سے نوازا۔ حضرت ہاجرہؓ جب پیاس و ناامیدی کے عالم میں مروہ سے اتر رہی

تھی، انہوں نے اسی اثناء میں ایک غیبی آواز سنی: من أدب، تم کون ہو؟ انا أم ولد ابراهيم هاجرہ میں حضرت ابراہیم علیہم السلام کے فرزند کی والدہ ہوں، میرا نام ہاجرہؓ ہے، حضرت ہاجرہؓ نے جواب دیا، ہاتھ دوبارہ پوچھتا ہے الی من و تملکما، حضرت ابراہیمؑ نے تمہیں اس سنسان وادی میں کس کے حوالہ کر دیا ہے؟ حضرت ہاجرہؓ نے جواب دیا: و کلنا الی اللہ انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا ہے، فرشتے نے فرمایا: و تملکما الی کما انہوں نے تو خدائے قادر و کافی کے سپرد چھوڑا ہے حضرت ہاجرہؓ جب لختِ جگر کے پاس پہنچیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ زمین سے پانی پورے زور سے پھوٹ کر نکل رہا ہے۔ حضرت ہاجرہؓ نے چشمہ کے ارد گرد منڈیر بنا کر جمع کر دیا، حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت ہاجرہؓ پانی کو روکنے کے لیے منڈیر نہ بناتیں تو آج یہ بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔

حجاجِ کرام صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت حضرت ہاجرہؓ کے صبر و تسلیم اور ہمت و استقلال کو پیش نظر رکھیں جبکہ اس نے حکمِ خداوندی کے پیش نظر صفا و مشقتیں برداشت کی تھیں، آج تو یہاں ہر قسم کی سہولت مہیا ہے چاروں طرف آبادی ہے صفا سے مروہ تک صاف شفاف راستہ ہے، اوپر لنگر ہے اس وقت یہ چٹیل میدان اور پہاڑوں میں سنگلاخ راستہ تھا۔

صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے جو دعا بھی آپؐ کریں، بہتر ہے اگر تلاوتِ قرآن کریم کریں تو انسب ہے، سب سے مختصر اور جامع دعا یہ ہے، رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا لَمْ نَعْلَمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ (اے پروردگار مجھے اپنی مغفرت و رحمت میں جگہ دے اور میرے گناہوں کو

معاف فرما، یقیناً تو ہی سب پر غالب اور سب سے زیادہ کرم فرما ہے۔

صفا سے چل کر سبز ستون سے دوسرے سبز ستون تک ذرا دوڑ کر جانا چاہیے، مردہ پر چڑھ کر وہی عمل کرنا چاہیے، جو صفا پر کیا تھا، خانہ کعبہ کے ارد گرد طواف ہو، یا صفا مردہ کے درمیان سستی، یہ درحقیقت انبیاء کرامؑ، حضرات صحابہ کرامؓ و تابعینؓ، شہداء و صلحاء کے نقوش اقدام پر چلنا ہے۔ سات دفعہ چلنے کو سستی کہتے ہیں اور صفا مردہ کے درمیان خطہ کو مسلی، صفا سے آغاز کر کے مردہ پر ختم کیجئے، عمرہ کے طواف و سستی سے فارغ ہو کر حج کے لیے طواف شروع کیا۔ کیونکہ میں نے قرآن کی نیت کی تھی میرے ساتھی نے تمتع کی نیت کی تھی، سستی کے بعد اس کو سرمنڈوانے کے لئے حلاق نہیں مل رہا تھا بمشکل کسی سے قینچی ملی اس کے بال ایک آدمی نے قینچی سے کاٹ لئے۔ تب اس نے حج کے لئے نیت کر لی۔ ہر شوط میں حجر اسود کا بوسہ نصیب ہوا، سستی سے فارغ ہو کر ”منیٰ“ جانے کے لیے مسعی کی جانب نکلے، ہم نے شام کو صرف پانی سے روزہ افطار کیا، رات کا اکثر حصہ گزر گیا ہے۔ ہمیں بھوک کا قطعاً احساس تک نہیں۔ زمزم کے پانی نے سیر کر دیا ہے، محض خانہ پوری کے طور پر کچھ کھانے کے لیے بازار گئے، مگر تمام بازار بند ہے صرف ایک ہوٹل کھلا ہوا ملا، کھانے کے متعلق دریافت کیا تو پتہ چلا کہ روٹی ہے مگر سالن نہیں، روٹی خرید لی، ٹیکسی میں بیٹھ کر منیٰ روانہ ہوئے، منیٰ جاتے وقت ”فرزدق“ اور ”جریر“ کا مکالمہ یاد آیا جو عقبہ الارزون کے مشہور عالم شیخ معوض نے بتایا تھا۔

قال أبو عبيدة التقي جرير والفرزدق وهما حاجبان فقال فرزدق ---

فإِنَّكَ لَاقٍ بِالْمَنَازِلِ مِنْ مَنِيٍّ فَخَارًا فَخَيْرًا نَبِيٍّ بِمَا أَنْتَ فَخَرٌ

اے جریر آپ منیٰ کی منزلوں میں جا کر مجد و شرف کے امور پر فخر کریں گے، پس مجھے بتادیں کہ آپ منیٰ میں کس چیز پر فخر کرنے والے ہیں۔

فقال جرير بليتيك اللهم لبتيك جرير نے جواب دیا کہ میں لبتيك اللهم لبتيك کے کلمات پر فخر کرنے والا ہوں۔

قال أبو عبيدة وكان أصحابنا يستحسنون هذا الجواب من جرير ويعجبون به۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھی جریر کے اس جواب کو بہت پسند کیا کرتے تھے۔

راستہ چونکہ خالی تھا، اس لیے ہم چار پانچ منٹ کے وقفہ میں پہنچے ”مسجد خیف“ کے بڑے دروازے کے بالمقابل سڑک کے ایک کنارے فروکش ہوئے ساتھیوں کو بٹھلا کر قریب کی ایک دوکان سے انتاس کے مرتبے کا ڈیہہ خریدا، اس کے ساتھ ہم نے روٹی کھائی، مکہ مکرمہ کی بابرکت روٹی اور مسجد خیف کی آغوش میں انتاس کے قتلوں سے کھانا عجب کیف کا باعث ہے۔ ساتھی تجھ پڑھ کر ذرا آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے، مسجد خیف میں نصب شدہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نشر شدہ موثر اذان نے ہمیں جگایا الحمد للہ کہ منیٰ میں صبح کی یہ نماز باجماعت نصیب ہوئی سنت تو یہ ہے کہ منیٰ میں پانچوں نمازیں (ترویہ کے ظہر سے لیکر عرّفہ کی فجر تک) پڑھی جائیں، مگر بحکم قضائے الہی ہم نے ظہر کی نماز جدہ کے مسجد الحجاج میں پڑھی، مغرب اور عشا کی نمازیں مکہ مکرمہ میں۔ صرف یہ فجر کی نماز منیٰ میں نصیب ہوئی۔ الحمد للہ ما لا یدوک کلمہ لا یشترک کلمہ۔ کچھ نہ کچھ تو میسر ہوا۔ (الحق مارچ ۱۹۷۸ء)

مسجد حرام کی فضاؤں میں

منی :

مکہ مکرمہ سے تین میل دور جانب مشرق دو پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع میدان ہے، جہاں امیر الہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے پیش فرمایا تھا۔ ابلیس ملعون نے دوسو ذال کران کو اس اداہ سے روکنے کی کوشش کی تو امیر الہیم علیہ السلام نے ابلیس کو کنکریاں مار کر بھگایا تھا۔ اب بھی یہی ابراہیمی سنت جاری ہے، کنکریاں مارنے کو عربی میں ”رمی الجمرات“ کہتے ہیں سورج نکلنے کے بعد ہم عرفات روانہ ہوئے، آج پیر کا دن ہے، کل بروز منگل یوم النحر (قربانی کا دن) ہے منی سے عرفہ تک موجودہ حکومت نے پانچ سڑکیں تعمیر کی ہیں، ہر ایک سڑک پر بسوں، ویکینوں، ٹرکوں اور کاروں کا ہجوم سمندر کی طرح ٹھانٹیں مار رہا ہے۔ منی سے مزدلفہ جانب مشرق کو تقریباً تین میل اور مزدلفہ سے عرفات بھی اتنی مسافت پر بجانب مشرق واقع ہے، گویا منی، مزدلفہ، عرفات تینوں ایک ہی لائن میں واقع ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ ہماری بس سب سے آگے جانے والی بسوں کی قطار میں منسلک ہے، مگر آگے چل کر معلوم ہوا ہزاروں بسیں آگے نکل چکی ہیں، چھ میل کی یہ مسافت تقریباً ایک گھنٹہ میں طے ہوئی، مسجد نمرو پہنچے تو دیکھا کہ دادی عرفات کا وسیع خطہ لاکھوں حجاج سے معمور تھا، بعد میں معلوم ہوا کہ آجکل کے مطوف

اپنی سہولت کی خاطر اپنے حجاج کو ۸ ذی الحجہ کو منی میں ٹھہرنے نہیں دیتے، سیدھے عرفات پہنچاتے ہیں، کتنی افسوس کی بات ہے، کہ مطوفین حضرات اپنی آسانی کے لیے ہزاروں نفوس کو منی میں ٹھہرنے کی سنت عظیمہ سے محروم کر دیتے ہیں، مجبوری کا مسئلہ تو اہلگ ہے کہ انسان عرفہ کی صبح مکہ پہنچا تو وہ بجائے منی اترنے کے سیدھا عرفات جائے گا۔

جبل رحمت :

جبل الرحمة (رحمت کی پہاڑی) سے آدھ میل دور ہماری بس رک گئی، اور ازدحام کی وجہ سے بسوں کا آگے جانا مشکل ہو گیا، بس سے اتر کر جبل الرحمة کی طرف پیدل روانہ ہوئے، جبل الرحمت کو جبل الدعاء بھی کہتے ہیں یہ ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے، اس پر یا اس کے قرب و جوار میں ٹھہرنا افضل ہے، خاص کر اس جگہ جہاں بڑے بڑے سیاہ پتھر ہیں، یہ جگہ رحمت کائنات ﷺ کے ٹھہرنے کی جگہ ہے، اگر یہاں جگہ نہ مل سکے تو جہاں بھی ٹھہرنا میسر ہو وہاں ٹھہر جائے، مگر عرفہ کے نشیب میں نہ ٹھہرے ہمیں جبل الرحمت کے ایک گوشہ میں بیٹھنے کی جگہ میسر ہوئی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دریا موجزن ہے۔ وظلّلنا علیکم الغمام کا منظر ہے بادلوں کے ٹھنڈے سایہ نے واقفین عرفہ (حجاج) کو معلموں کے سائبانوں سے بے نیاز کر دیا ہے، موسم انتہائی خوشگوار ہے۔ جبل الرحمة سے دیکھا تو چاروں طرف خیمے ہی خیمے نظر آرہے ہیں، سائبانوں، بسوں، ٹرکوں، کاروں اور انسانوں کی آبادی حدنگاہ تک پھیلی ہوئی ہے، وہ انسانی سمندر جو مسجد الحرام میں بحکم ایزدی سٹ جاتا ہے یہاں اپنی شکل میں موجیں مار رہا ہے۔ عرفات کا یہ دن ذکر واذکار، تبلیہ، تلاوت اور دعاؤں میں بسر کرنا

چاہیے، مناسک حج کا لب لباب، مجور اور نچوڑ آج کا دن ہے۔ اس دن خداوند کریم سات آسمانوں کے اوپر سے عرفات کے اس میدان میں جمع ہونے والوں کو محبت کی نگاہوں سے نوازتا ہے اور اپنے ان بندوں پر مہابت اور فخر کے طور پر فرشتوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے :

هٰؤُلَاءِ عِبَادِيْ جَاءُوْا مِن كُلِّ قَبْلَةٍ عَمِيْقٍ شَعْنًا غَيْرًا اَشْهَدُ كُمْ يَا مَلٰٓئِكَتِيْ اَنْتِيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ۔ یہ میرے بندے پرانندہ بال غبار آلود حالت میں دو روز از سے میری رضامندی کی طلب میں آئے ہیں، اے میرے ملائکہ تمہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ان کو بخشش دیا۔ تسبیح و تہلیل اور اود و وظائف میں یہ لمحات بسر کرنے چاہئیں، کوشش کرنی چاہئے کہ ندامت و نجات کے عالم میں آنسوؤں کے چند ایک قطرے بھی ٹپکیں جو نیک بختی کی علامت ہے اگر روانہ آئے تو رونے والے جیسی ہیئت اختیار کر لیتی چاہیے۔ عرفات کے اس نورانی بقعہ میں رب العالمین کی شان کریمی کے کرم ہائے بے پایاں اور اس کی رحمتوں کی موسلا دھار بارشیں دید سے تعلق رکھتی ہے، نہ کہ شنید سے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان مقدس مقامات کی زیارت بارہا نصیب فرماوے۔

دادی عرفات کے وسیع خطہ میں کزہ ارضی کے ہر گوشہ سے آئے ہوئے لاکھوں انسانوں کی یہ آبادی حشر کا نمونہ بتا رہی ہے، یہ مختلف لغات اور بولیاں بولنے والے ایک ہی اللہ سے مانگ رہے ہیں، تمام روئے زمین سے جمع ہونے والوں نے ایک ہی وضع قطع کا لباس پہنا ہے۔ طریقہ عبادت سب کا ایک، مقصد و غایت میں سب مشترک، ہر ایک قرآنی زبان (عربی) بول رہا ہے، کسی کو معلم یا معلم

کا وکیل (ایجنٹ) دعائیں سکھا رہا ہے، کسی کے ہاتھ میں کتاب ہے، کوئی یاد سے مصروف دعا ہے، پسینہ اور خون کے اعتبار سے ان لوگوں میں ممتاز فرق ہے۔ ان کی زبانیں مختلف، عرس متفاوت، ثقافت و تہذیب جدا، طرز لباس و معیشت میں متفرق کوئی عربی ہے تو کوئی عجمی، کوئی مشرقی بلاد سے آیا ہے، کوئی مغربی بلاد سے۔ پاکستانی، افغانی، ہندی، ایرانی، ترکی، عراقی، شامی، مصری، الجزائرئی، اردنی، یمنی، حجازی ایشیائی افریقی، غرض ہر ملک اور ہر قوم کے سیاہ و سفید و سرخ و زرد، مونے پتلے، لمبے قد والے اور چھوٹے قد والے، مرد، عورت، بچے بوڑھے، جوان، طرح طرح کے انسان یہاں آکر ایک دوسرے کے بھائی بن گئے ہیں، ان میں باہمی انس و الفت ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کی زبانوں سے نا آشنا، مگر ان کے دلوں میں باہمی محبت اور موافقت کے جذبات ہیں جو حرکات و سکنات سے اشاروں سے نمایاں ہیں۔ نہ ان کو اپنے بچے یا وہ ہیں، نہ گھر والے، گھریاں اور وطن سے دور، تجارت و ملازمت سے بے فکر ایک ہی خدا سے عز و جل کو راضی کرنے کے متلاشی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی خاتم الانبیاء ﷺ کی شفاعت کے متمنی۔ انہوں نے ایک ہی لباس پہن کر وطنیت و قومیت کے بتوں کو پاش پاش کر دیا ہے۔

اٰنَّمَا الْعَوٰمِدُوْنَ اِخْوٰنٌ (بیک ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں) ایک ہی نیچ کے کپڑے، ایک ہی عمل، ایک ہی قول، (بکبیر و تہلیل اور تہلیل) نے ان کو ایک جسم و یکجان بنا دیا ہے، عرفات کا یہ میدان ہو، یا مزدلفہ کی رات، منیٰ کا ماحول ہو، یا مکہ کی آبادی، ہر جگہ یہی لباس، یہی عمل اور یہی قول، ان لوگوں پر حجت قاطع اور برہان ساطع ہے، جو وطنیت، قومیت، نسبیات، و عصبیات کی آگ سلا کر ہے ہیں، اور جاہلیت

کے مردہ دور کو دوبارہ زندہ کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ چاروں طرف واقفین کرام (حجاج) کی تصرع والحااح۔ آہوں بکا میں ڈوبے ہوئے اذکار اور ادا استغفار و تلبیہ کا ایک عجیب دلکش منظر ہے۔ عرفہ کے دن زوال سے قبل غسل کرنا افضل ہے، آجکل پانی کی بہتات ہے، جا بجا پانی کے ٹکے موجود ہیں مسجد نمرہ میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، ظہر کی نماز کے بعد فوراً امام کے پیچھے عصر کی نماز پڑھ لینی چاہیے، عرفہ کے دن عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھنا سنت نبوی ہے، مگر افسوس کہ ہم بعض کمزور اور بیمار ساتھیوں کی وجہ سے جبل رحمت سے نہ اتر سکے اور ظہر کی نماز اس پہاڑ پر پڑھ لی۔ عصر تک جبل الرحمۃ کی نورانی آغوش میں وقوف کیا، نیچے اترے تو چند چھوٹے بچے دیکھے جو حاجیوں کے دلوں کو اپنی موثر اور پیارے کلمات سے موم بنا رہے تھے، حاجیوں کے سامنے دست سوال دراز کر کے للہ، للہ، حجاج بیت اللہ جیسے مقفی و مسخ کلمات پڑھ رہے تھے۔ سورج غروب ہوا تو حاجیوں کا بابرکت قافلہ مزدلفہ روانہ ہوا الحمد للہ وقوف بالعرفہ کا یہ اہم رکن حجاج کرام نے خوشگوار موسم میں ادا کیا، اس رکن کے لیے طہارت شرط نہیں، حیض و نفاس والی عورتیں بھی وقوف کریں گی، راستے میں مسجد نمرہ کے بالمقابل ایک چوک میں شاہ فیصل کا بھائی ٹریفک والے سپاہیوں کے ساتھ کھڑا دیکھا جو ٹریفک کی خدمات سرانجام دینے میں سپاہیوں کے دوش بدوش مصروف عمل تھا، شاہی خاندان کے کئی نوجوان موسم حج میں انتظامی امور پوری جانفشانی سے سرانجام دینے کو اپنا فرض اور موجب سعادت سمجھتے ہیں۔

پولیس احرام کے کپڑوں میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف، ڈرائیور احرام کی دو چادروں میں ملبوس، ڈاکٹر وغیرہ عملہ ایام حج میں ایک طرف مناسک حج کی

ادائیگی میں مصروف نظر آتے ہیں تو دوسرے اوقات میں اپنے مشاغل و مصروفیات میں منہمک۔ سعودی حکومت کے انتظامات قابل تعریف ہیں۔ عرفات کا یہ میدان جہاں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا، آج جگہ جگہ قدم بقدم پانی کے ٹکے اور ٹوٹیاں لگی ہوئی ہیں ہر جگہ پانی کی بہتات ہے شستی شفا خانے جا بجا کھڑے ہیں گمشدگان کو اپنے اپنے معلوموں کے پاس پہنچانے کیلئے متعدد کمپنیاں پوری توجہ کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔

پانچوں سڑکیں مشینی قافلوں کی قطاروں سے معمور ہیں، اور پیدل جانے والے قافلے کئی فرلانگ کی چوڑائی میں پھیلے ہوئے جا رہے ہیں ان قطاروں کی لمبائی تین میل ہے پہلے نکلنے والے اگر مزدلفہ پہنچ گئے ہیں، تو ہزاروں کی تعداد وادی عرفات کی حدود سے اب تک ہجوم کی وجہ سے نہیں نکلے، لاکھوں نفوس کے قدموں کی وجہ سے گرد و غبار کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ عرفات سے مزدلفہ کو پیدل چلنے میں جو لطف محسوس ہو رہا ہے، وہ بسوں اور کاروں میں جانے سے میسر نہیں ہر ایک جماعت کا مخصوص نشان ہے تاکہ ساتھی اس نشان کو دیکھ کر اپنی جماعت کو باسانی پہچان سکے، کسی نے لٹھی کے سر میں لائین اٹھا رکھی ہے کسی نے کپھاڑی، کسی نے تلواریں کسی نے سرخ قسم کا جھنڈا، کسی نے سیاہ رنگ کا جھنڈا، مختلف رنگ کے جھنڈے اور نشانات نظر آرہے ہیں، ان نشانیوں کے باوجود ہزاروں کی تعداد میں ساتھی اپنے ساتھیوں کی تلاش میں ہیں، ہم تین ساتھیوں نے تو پہلے سے یہ مشورہ کر لیا ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی ساتھی گم ہو گیا تو وہ ساتھیوں کی تلاش میں اپنے قیمتی وقت کو ضائع نہ کرے، ملاقات مکہ مکرمہ میں معلم کے ہاں ہوگی۔ راستہ میں "رمی الجمرات" کے

لیے ستر کنکریاں جمع کر کے احرام کی چادر کے ایک کونے میں باندھ لیں۔

مزدلفہ :

مزدلفہ پہنچ کر ”مشعر حرام“ کے قریب فروکش ہوئے، رب العالمین کے جزیل اکرام و عطائے بندوں کو اس خطاب سے نواز ہے۔ **فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَاَنْ كُنْتُمْ مِنَ الضَّالِّينَ**۔ جب تم عرفات سے لوٹ کر طواف کے لیے جانے لگو تو مشعر حرام کے پاس خدا کو یاد کرو، جیسا کہ تم کو طریقہ بتلایا گیا ہے، یقیناً تم اس سے پہلے ناواقف تھے۔

مغرب و عشاء کی نمازیں عشاء کے وقت اکٹھی پڑھ لیں۔ مشعر الحرام (مزدلفہ) کے پہاڑ پر وقوف (ٹھہرنا) کرنا افضل ہے، وادی محتر کے علاوہ مزدلفہ کی وادی میں جس جگہ بھی قیام کریں جائز ہے۔ حکومت نے وادی محتر کے دونوں جانب نشاندہی کے بورڈ نصب کئے ہیں تاکہ اس جگہ قیام نہ کیا جائے۔ وادی محتر تقریباً دو فرلانگ طویل ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں ”ابرهہ“ نے بیت اللہ پر فوج کشی کے ارادہ سے اپنے لشکر کو منظم و مرتب کرنے کے لیے ٹھہرایا تھا۔ یہ جگہ مغضوب و ملعون ہے، اصحاب الفیل کے جائے قیام سے بچنے کے لیے شریعت مطہرہ نے ہمیں متنبہ فرمایا ہے۔ مزدلفہ کی یہ رات ذکر و فکر، تسبیح و تہلیل، درود و دعا میں بسر کرنی چاہیے۔ یہ رات بعض مشائخ کرام کے نزدیک شب قدر سے بھی افضل ہے، تمام رات جاگنے کی طاقت نہ ہو تو رات کے کچھ حصہ میں نوافل و ذکر کی سعادت حاصل کریں۔

صبح کی اذان ہوئی تو ”مشعر حرام“ میں فجر کی نماز غلّس (اندھیرے)

میں پڑھ لی۔ نماز کے بعد مسجد کے بائیں طرف ٹیلہ پر چڑھ کر قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ خداوند قدوس کے حمد و سپاس، جلیل و کبیر اور حسن کائنات ﷺ پر درود و سلام کے بعد استغفار و دعا مانگنی چاہیے، طلوع آفتاب سے قبل منیٰ کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں تلبیہ و تسبیح ذکر و اذکار کا مشغلہ رہا، جب وادی محتر کا نشان آجائے۔ تو وہاں سے قدم تیز کر کے چلنا چاہیے۔ وادی محتر سے آگے منیٰ کی آبادی نظر آئی۔ عقبۃ الادن کے ایک معرخص ابوالبرہیم کی زبانی وہ قصیدہ یاد آیا جو اس نے فرط جوش میں میں آکر کہا تھا۔ مگر افسوس کہ ماسوائے دو شعروں کے بقیہ اشعار یاد نہ ہو سکے۔

يَا رَاحِلِينَ اِلَى مَنَى بِقَمَامٍ
هَيَّجْتُمُو اَيُّوْمَ الرَّحِيلِ فَوَادِي
ضَحُّوْا ضَحَايَاهُمْ وَسَلَّوْا دِمَاءُهَا
وَالَا اُجْلَهُمْ لَحَرْتُ فَوَادِي

منیٰ کی آبادی میں داخل ہو کر ”جمرة العقبہ“ کو کنکریاں مارنے کے لیے روانہ تھے کہ راستے میں محترم قاری محمد امین صاحب (راولپنڈی) کی ملاقات باعیت انبساط و سرور ہوئی۔ قاری صاحب رمی الجمرات سے فارغ ہو کر قربانی کے لیے ”نخج“ (قربان گاہ) جا رہے تھے، چھ ماہ کی طویل مفارقت کے بعد اپنے علاقہ کے ایک قریبی بزرگ دوست کی زیارت کیوں صدمہ سرت نہ ہو۔ قاری صاحب نے فرمایا کہ تفصیلی گفتگو تو بعد میں ہوگی، اجمالی طور پر اتنا عرض ہے کہ آج سے ایک ہفتہ قبل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ ٹنک گیا، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی زیارت

کیلئے، وہاں آپ کے والد محترم سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ گھر بار اعزہ واقارب سب خیریت سے تھے، البتہ ایک ماہ کے طویل عرصہ میں آپ کے خط نہ پہنچنے کی وجہ سے ان کو انتہائی پریشانی ہے۔ آپ فوراً خط بھیج دیں۔ قاری صاحب نے فرمایا کہ میں ”معلم میر عبد اللہ سالم“ کے کمپ میں ہوں۔ یہاں کے مناسک کی ادائیگی کے بعد آپ وہاں آجائیں، قاری صاحب مذبح کی جانب اور ہم ”جمرة العقبة“ کی طرف روانہ ہوئے۔

جمرة العقبة :

”جمرة العقبة“ مکہ معظمہ سے آتے ہوئے ”منیٰ“ میں پہلا جمرہ ہے۔ اور مزدلفہ سے آتے ہوئے آخری جمرہ ہے ”یوم النحر“ (قربانی کے دن) و ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کا حکم ہے۔ جمرة العقبة پہنچے تو بے پناہ مخلوق دیکھی، جو کنکریاں مارنے میں مصروف تھی۔ جمرہ کے سامنے چار پانچ گز کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے سروں کے درمیان کنکری پکڑ کر مارنا چاہیے، کنکری مارتے وقت بسم اللہ اکبر و جباراً للشیطن و رضاً للرحمن پڑھنا چاہیے۔ اس دن کنکریاں مارنے سے قبل دُعا کرے اور کنکریاں مارنے کے بعد فوراً واپسی کرے، آج یہاں ٹھہرنے کا حکم نہیں ہم نے جب سات کنکریاں ماریں اور واپس ہوئے تو بمشکل ہجوم سے نکلے، پھل ہجوم میں رہ گئے، ساتھی گم ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راستے میں اپنے ساتھی مل گئے۔

قربان گاہ :

اب مذبح کی طرف جانا ہے، موجودہ حکومت نے قربان گاہ کیلئے ایک خاص

میدان متعین کر دیا ہے، پہلے زمانے میں منیٰ کی ساری داوی قربان گاہ تھی، قربانی کرتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کو ملحوظ رکھنا چاہیے، صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا: ما هذه الأضاحی یا رسول اللہ، اے رسول خدا! ان قربانیوں کی حقیقت کیا ہے؟ تو رسول اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا: سنة ابيکم ابراهیم۔ یہ تمہارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ جبکہ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خدا کے نام پر ذبح کر رہے ہیں، آنکھ کھلتے ہی حکم خداوندی کی تعمیل کے لیے تیار ہوئے۔ اپنے لخت جگر کو نہلا دھلا کر صاف ستھرے کپڑے پہنا دیے اور اپنے گھر سے نکل کر داوی منیٰ میں آئے تھے۔ یہاں پہنچ کر باپ بیٹے کے درمیان یہ لرزہ خیز گفتگو ہوئی تھی: ابراہیم نے کہا یا بنی ابراہیم! اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری اے میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھے خدا کے نام پر ذبح کر رہا ہوں، آپ کا مشورہ کیا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: یا ابا! انما افعل ما تومر مستجداً و بی ان شاء اللہ من الصابرين۔ پیارے ابا جان! فرمان خداوندی کی فوراً تعمیل کیجئے (یہ میری گردن حاضر ہے) انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ آپ اپنے اکلوتے بیٹے لاڈلے لخت جگر کو منہ کے بل زمین پر لٹا کر تیز چھری حلق پر پھیرنے لگتے ہیں، تو نشانِ کریمی کے دریائے ترحم میں جوش آتا ہے اور رب کعبہ آواز دیتا ہے: یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا انا کذلک نجزي المحسنين اے ابراہیم! آپ نے اپنے خواب کو سچا کر کے دکھایا (آپ نے میرے حکم کی تعمیل کی) یقیناً ہم اپنے مخلص بندوں کو اجر و جزا دیتے ہیں۔ جبرائیل امین نے خدا کے حکم سے فوراً ایک دنبہ ابراہیم کی چھری تلے رکھ دیا بسم اللہ اکبر پڑھ کر چھری چلائی، دیکھا تو دنبہ ذبح کیا ہوا ہے،

جبرائیل امین نے لالہ الہ اللہ واللہ اکبر کے کلمات پڑھے۔ اسماعیل علیہ السلام نے آنکھ کھولی اور دیکھ کر کھڑے ہوئے۔ دیکھا تو بے اختیار اللہ اکبر واللہ الحمد کے کلمات کہے، اس طرح ابراہیمی قربانی کی ابتداء ہوئی، اور رحمت ایزدی نے جگر گوشوں کی قربانی کے بدلے جانوروں کی قربانی لازم کر دی۔

لطیفان نازنین کہ جگر گوشہ رسول
خود زیر تیغ کرد و شہیدش نے کند

قربانی :

اس ابراہیمی سنت پر عمل پیرا ہونے کے لیے سرور کائنات ﷺ سخت تاکید فرمائی ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے ”کہ جو شخص قربانی کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے، وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے“ آپ نے فرمایا: کہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینک، بال، کھر، گوشت، اور خون سمیت لایا جائیگا، اور اس کا وزن ستر گنا زیادہ کر کے ترازو میں رکھا جائے گا، قربانی کے جانور کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی خداوند کریم قربانی کرنے والے کے تمام اگلے گناہ بخش دیتا ہے۔ قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی نصیب ہوتی ہے، حاجی اگر مفرد ہو (صرف حج کی نیت کی ہو) تو اس پر یہاں قربانی لازم نہیں، کیونکہ وہ مسافر ہے اور مسافر پر قربانی واجب نہیں، ہاں اگر نفلی طور پر کرے تو باعث اجر و برکت ہے، البتہ قارن و مجتمع پر یہ قربانی بطور شکرانہ واجب ہے۔ (ماہنامہ الحق اکت ۱۹۶۸ء)

☆

القاسم اکیڈمی کی تازہ، عظیم اور شاہکار علمی پیش کش



شرح شمائل ترمذی

(تین جلد مکمل)

ایک عظیم خوشخبری

تصنیف : مولانا عبد القیوم حقانی

ایک نادر تحفہ

حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل ترمذی کی پہل و دلشیں تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماء دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر غوس و دلائل و تفصیل، روایۃ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قول فیصل، معرکہ الآراء و مباحث پر جامع کلام، علماء دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمال محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصفہ شہود پر جدید ایڈیشن میں تمام حوالہ جات اور عربی عبارات کا بھی اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

صفحات : 1600

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین پیش کش

اماں جی مرحومہ و مغفورہ

تحریر !

مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز روح پرور اور ایمان افروز داستانِ عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی داستان جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے۔ چار رنگہ کمپیوٹر انرڈ خوبصورت ٹائٹل، شاندار طباعت، مضبوط جلد بندی اور نقیص کاغذ میں چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ خواہشمند حضرات القاسم اکیڈمی سے طلب کر سکتے ہیں۔

صفحات : 135

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

مکتوباتِ افغانی

بنام ! شیخ الشفیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی

مرتب : مولانا عبدالقیوم حقانی

مفسر الاولیاء حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی کے مکتوباتِ قدسیہ کا وسیع مجموعہ جن میں تصوف و سلوک، طریقت و راہ معرفت، عبدیت و انابت، اہتمام سنت و اطاعت، اصلاح ظاہر و باطن، شیخِ کامل سے استفادہ و افادہ، بے نفسی و ناسبت، اخلاصِ کامل و التہیت، تقویٰ و توکل، عشقِ رسول و محبت اور اکابرِ علماء دیوبند کے مسلک و اعتدال کی اچھوتے انداز میں تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ صفحات : 202

المصنفات فی الحدیث

مصنف ! مولانا محمد زمان صاحب کلاچوی

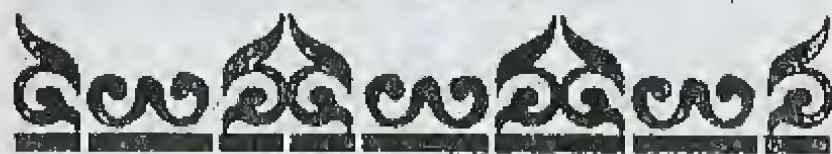
مدرس نجم المدارس کلاچوی

پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ کی جلیل القدر عربی تالیف "الکتاب المئولہ فی الحدیث و اصنافها و خصائصها" کا اردو ترجمہ اپنے موضوع پر جامع، نافع اور مفید ترین کتاب تدریس و ترتیب کے مرحلے میں یہ عظیم شاہکار مدونہ مولانا عبدالقیوم حقانی کے متصل مقدمہ و تعارف کے ساتھ القاسم اکیڈمی کی طرف سے پہلی دفعہ اردو زبان میں منظر عام پر آ گئی ہے۔ صفحات : 495

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

الحمد لله الذي
نفسير بصير



د/ شير علي شاه المدي

المكتبة الشريفة

جوفي ود مسر دار بلازا اكوته خاكي ضلع نوشهري



القاسم اکیڈمی کے چند اہم مطبوعات

- اسلامی آداب زندگی ● امام لاہوریؒ کے رسائل
- درباب علم و کمال ● اسلام میں دائرگی کا مقام
- اماں جی مرحومہ و مغفورہ ● توضیح السنن شرح آثار السنن
- حقانی وظائف ● زبدۃ القرآن
- سراج زندگی ● علماء دیوبند کے علمی اور مطالعاتی زندگی
- نقاشعار خواتین ● مرویات عائشہؓ
- امہات المؤمنینؓ ● المصنفات فی الحدیث
- تفسیر حسن البصری ● شرح شمائل ترمذی
- درمسل علم و عرفان ● امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات